پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادرونایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

بسلسلہ مقالاتِ حکیم الامتؒ جلد.... 94

نشر الطیب
فی
ذکر النبی الحبیب ﷺ

تالیف

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

ناشر

قاری محمد اسحاق

(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

مقالاتِ حکیم الامت 94

تاریخ اشاعت..................ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ
ناشر..................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..................ساؤتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈنگ..................اشرفیہ بک بائنڈنگ....ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کا کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور	دارالاشاعت........اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار.....لاہور	قرآن محل.....کمیٹی چوک.....راولپنڈی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور	مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی	مکتبہ اسلامیہ.....امین پور بازار......فیصل آباد
اسلامک بک کمپنی.....امین پور بازار......فیصل آباد	ممتاز کتب خانہ.....قصہ خوانی بازار......پشاور
مکتبہ رشیدیہ.....سرکی روڈ.....کوئٹہ	مکتبہ ماجدیہ.....سرکی روڈ.....کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ......بہادر آباد......کراچی	مکتبہ عمر فاروق.....شاہ فیصل کالونی.....کراچی
والی کتاب گھر...گوجرانوالہ...مکتبہ علمیہ...اکوڑہ خٹک	مکتبہ نعمانیہ...گوجرانوالہ...اسلامی کتاب گھر...ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

فہرست مضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلَّذِیْ مَنَّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

امابعد! یہ گرسنۂ رحمت غفار، وتشنۂ شفاعت سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الاطہار، واصحابہ الکبار۔ عاشقانِ نبی مختار ومحبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ حالات قبل نبوۃ و بعد نبوۃ کے صحیح روایات سے تحریر کئے جاویں کہ اگر کوئی متبع سنت بخلاف طریق اہلِ بدعت بغرض ازدیاد محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت کرے تو وہ اس مجموعہ کو اطمینان سے پڑھ سکے۔ پھر ان دنوں اتفاق سے پیہم چند دیندار دوستوں کے خطوط (بالخصوص اٹاوہ سے جناب حافظ رُوح اللہ خاں صاحب کا اور لکھنؤ سے حافظ عبدالحکیم خاں صاحب کا اور الہ آباد سے مولوی مسیح الدین صاحب کا) اسی استدعا میں آئے جن میں مجموعاً اس غرض کی اس طرح تقریر کی گئی کہ جو شرائط اس ذکرِ مبارک سے برکات حاصل کرنے کے اس احقر نے بعض رسائل میں لکھے ہیں کوئی شخص اسی طرح ان حالات کو پڑھے مثلاً جمعہ میں نمازی جمع ہو گئے ان کو سنا دیا یا اپنے گھر کی مستورات کو بٹھالیا اور ان کو سنا دیا یا وعظ کے ساتھ یہ مضامین بیان کر دیئے۔ ۱۲۔

اسی طرح اور شرائط کی رعایت واہتمام رکھے تو ایسے موقع کے لئے ایسا رسالہ لکھ دیا جاوے حاصل تقریر ختم ہوا۔ ایسی تصریح کے بعد بامید اس کے کہ یہ مجموعہ آلہ ہو جاوے گا ازدیاد محبت برعایت طریق سنت کا، لکھنا مصلحت معلوم ہونے لگا اور اس کا مصلحت ہونا

اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ منجملہ خطوط مذکورہ کے ایک میں یہ بھی استدعا ظاہر کی گئی کہ موقع موقع سے اس میں مناسب مواعظ و نصائح بھی بڑھا دیئے جاویں سو اس طور پر اور زیادہ نفع کی توقع ہوئی پھر ان دونوں مصلحتوں کے ساتھ ہی اس وجہ سے اور زیادہ آمادگی ہوئی کہ آج کل فتنِ ظاہری جیسے طاعون اور زلزلہ ❶ و گرانی و تشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع بدعات و الحاد و کثرتِ فسق و فجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مشوش رہتے ہیں ایسے آفات کے اوقات میں علماء اُمت ہمیشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت و تالیف روایات اور نظم مدائح و معجزات اور تکثیر سلام و صلوۃ سے توسل کرتے رہے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصن حصین ❷ کی تالیف اور قصیدہ کی تصنیف کی وجہ مشہور و معروف ہے۔

میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و روایات بھی ہوں گے جابجا اُس میں درود شریف بھی لکھا ہوگا پڑھنے سننے والے بھی اس کی کثرت کریں گے کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات دیں۔ ❸

چنانچہ اسی وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اَور وظائف سے ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لئے زیادہ نافع سمجھتا ہے اور اس کے متعلق ایک علم عظیم کہ اب تک مخفی تھا ذوقی طور پر ظاہر ہوا ہے۔ ❹

---

❶ جیسا کہ اس رسالہ کے شروع کرنے سے پہلے پیہم زلزلے آ چکے تھے۔ ۱۲

❷ حصن حصین کے تو خود خطبہ میں لکھا ہے اور قصیدہ بردہ کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قصیدہ کو مرض فالج کا ہو گیا تھا جب کوئی تدبیر مؤثر نہ ہوئی یہ قصیدہ بقصدِ برکت تالیف کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ آپ نے دست مبارک پھیر دیا اور فوراً شفا ہو گئی۔ ۱۲۔ منہ

❸ چنانچہ ابتداء رسالہ سے اس وقت تک کہ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہے بفضلہ تعالیٰ یہ قصبہ ہر بلا سے محفوظ ہے کیونکہ اب تک یہ رسالہ شائع نہیں ہوا بالخصوص امسال تمام بلاد و امصار و قری میں طاعون کا اشتداد اور امتداد رہا اکثر جگہ رمضان کے بعد سے شروع ہوا ہے اور اس وقت تک کہ ساتواں مہینہ ہے امن نہیں ہوا مگر بفضلہٖ تعالیٰ یہاں خود کچھ بھی اثر نہیں ہوا میرا یقین پہلے سے تھا کہ یہاں طاعون نہ ہوگا مگر اب بعد مشاہدہ کے ظاہر کرتا ہوں کہ وہ خیال میرا کہ اس کی یہ برکت ہوگی صحیح ہوا سو میں یہ بھی اُمید کرتا ہوں کہ اگر یہ رسالہ شائع ہوا تو جہاں جہاں اس کا بطریق سنت مشغلہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کا امن و سکون میسر ہوگا آگے ہر شخص کا اعتقاد ہے انا عند ظن عبدی بی حدیث قدسی میں ارشاد ہے ۱۲۔ منہ

❹ ختم رسالہ سے پہلے ایک فصل درود شریف کے مضامین فضائل میں ہے اس میں اس علم مخفی کی تقریر کی گئی ہے۔ ۱۲۔ منہ

والحمد للہ علی ذٰلک اور نیز رسالہ ہٰذا میں جو ذکر حالات ہوگا اس ذکر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی اُمیدیں اعظم مقاصد سے ہیں۔

غرض ایسے رسالہ سے منافع و مصالح ہر قسم کے متوقع ہوئے ان وجوہ سے بنام خدا آج کے روز کہ اتفاق سے ربیع الاوّل کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن پہلا عشرہ ہے شروع کر دیا اللہ تعالیٰ اتمام کو پہنچا کر مقبول و نافع اور وسیلہ نجات عن الفتن ما ظہر منہا وما بطن کا دونوں عالم میں فرما دیں آمین بحرمۃ سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ابد الآبدین و دہر الداہرین۔ اور رسالہ ہٰذا کو حسب ضرورت مضامین ایک مقدمہ اور اِکتالیس فصول اور ایک خاتمہ پر منقسم کرتا ہوں مقدمہ میں رسالہ ہٰذا کا طرز اور ماخذ مذکور ہے۔ فصول میں مقاصد مختلفہ رسالہ کے مذکور ہیں۔ خاتمہ میں بعض دیگر مضامین ضروریہ متعلقہ مذکور ہوں گے۔ و باللہ التوفیق وھو نعم المولیٰ و نعم الرفیق۔

مقدمہ: مشتمل تین مضمون پر۔

مضمون اوّل

اس رسالہ کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پیش نظر تھیں۔ مشکوٰۃ، صحاح ستہ مع شمائل ترمذی، مواہب لدنیہ، زاد المعاد، ابن القیم، سیرۃ ابن ہشام، الشمامۃ العنبریہ ❶ فی مولد خیر البریہ تصنیف مولوی صدیق حسن خاں قنوجی مرحوم جس کو انہوں نے شیخ امام سید شبنجی معروف بمؤمن کی کتاب نور الابصار سے ملخص کیا ہے۔ تاریخ حبیب الٰہ، قصیدہ بردہ، ❷ الروض النظیف (یہ منظوم ہے) وغیر ذٰلک۔

---

❶ رسالہ لکھنؤ کے خط کے ساتھ اس غرض سے آیا تھا کہ احقر اس کی عبارت کو سلیس کر دے لیکن چونکہ ترتیب مضامین کی اور طور پر ذہن میں آئی لہٰذا یہ فرمائش پوری نہ کر سکا اور اس رسالہ کو ماخذ میں رکھنے کی یہ بھی مصلحت تھی کہ جن میں ظاہریت غالب ہے نواب صاحب کے انتساب سے ان کے غلو کی بھی اصلاح ہو جاوے۔ ۱۲۔ منہ

❷ رسالہ میں جہاں من القصیدہ کہوں گا مراد اس سے یہی قصیدہ ہوگا اور جہاں من الروض کہوں گا اس سے الروض النظیف مراد ہوگا۔ ۱۲۔ منہ۔)

مضمون دوم

ان خطوط فرمائشی میں سے ایک خط میں اس استدعا کا تو اُوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس میں مواعظ اور نصائح بھی جا بجا لکھے جاویں اور ایک خط میں یہ استدعا تھی کہ کہیں کہیں مناسب لطائف و نکات بھی لکھ دیئے جاویں اور سیر و اَحوال کی استدعاء تو سب میں مشترک اور اصل مضمون تھا اس لئے احقر نے اوّل اس رسالہ کو بلحاظ انہیں تینوں مضامین کے تین باب پر منقسم کرنے کی تجویز کی تھی کہ پہلا باب حالات و سیر نبویہ میں ہو اور اس باب کا نام باب الاخبار ہو۔ دوسرا باب بعض مواعظ و نصائح مناسبہ میں ہو اور اس کا نام باب الانوار ہو۔ تیسرا باب بعض لطائف و فوائدِ علمیہ میں ہو اور اس کا نام ''باب الاسرار'' ہو تا کہ اگر کبھی وقت کم ہو اور مجمع میں اتفاق سے سب یا اکثر ایسے صلحاء ہوئے جن کو حالات کا سننا بھی نافع ہو سکتا ہے ایسے موقع پر صرف ''باب الاخبار'' پر اکتفاء کر لیا جائے۔ اور اگر کہیں مواعظ و نصائح کی بھی ضرورت محسوس ہوئی تو ''باب الانوار'' بھی پڑھ دیا جاوے اور اگر کہیں اہل علم و اہلِ فہم جمع ہو گئے تو باب الاسرار کو بھی شامل کر لیا جاوے لیکن چونکہ خود روایات و اخبار کا حصہ خیال سے زائد بڑھ گیا تو دو باب اخیر لکھنے سے بہت حجم بڑھ جاتا اور عام انتفاع میں تکلف ہوتا اس لئے یہ تجویز موقوف کر کے اخبار کو متن میں اور کسی کسی موقع پر نصائح و لطائف کو حواشی میں رکھنے پر اکتفاء کیا کہ اگر کہیں موقع ہوا اُس کو حاشیہ میں دیکھ کر پڑھ لیا یا سنا دیا۔ اور اس رسالہ کو شروع کر کے چند فصلیں لکھیں تھیں پھر بعض اتفاقات سے تخمیناً ڈیڑھ یا اڑھائی سال کا (یاد نہیں رہا) توقف ہو گیا کہ یکا یک دو اَمر محرک تکمیل پیش آئے۔ (۱) اوّل یہ کہ اتفاق سے ایک رسالہ مسمّٰی بہ شیم الحبیب مصنفۂ مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کاندھلہ میں نظر پڑا اس کی وجازت و بلاغت کو دیکھ کر دل چاہا کہ اس کو بتمامہا اپنے رسالہ کا جزو اعظم مانا جاوے بلکہ اپنے رسالہ کو اس رسالہ کا ترجمہ قرار دیا جاوے اور جو اس سے زائد ہو وہ ملحقات کے حکم میں سمجھا جاوے پس جہاں سے وہ شروع ہو گا اس کے ختم تک اپنے رسالہ کے دو کالم کر دوں

گا ایک میں اصل رہے گا دوسری میں ترجمہ اور اتنے حصہ کا نام بھی مستقل رکھ دینا مناسب معلوم ہوا اور بمصلحت طرز رسالہ کے اُس رسالہ کو بھی ایک فصل کے عنوان سے نقل کیا گیا۔ (۲) ثانی ''مشفقی مولوی فتح محمد خاں صاحب سلمہٗ بستوی'' مصنف رسائل متعددہ نے شوق ظاہر کیا کہ اس رسالہ کی تکمیل کی جاوے اور طبع کے لئے اُن کو دیا جاوے چنانچہ اس کا وعدہ کرلیا گیا (مگران کی اجازت سے مدرسہ دیو بند میں طبع کرایا گیا۔ ۱۲) اور بنام خدا اس رمضان ۱۳۲۸ھ میں اس کا قصد کیا گیا۔

مضمون سوم

اس رسالہ میں بعض بعض مقام ❶ پر شوق میں اشعار لکھ دیئے ہیں اگر مستورات کے مجمع میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو اشعار چھوڑ دیئے جاویں۔ فقط

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

الفصول

پہلی ❷ فصل نور محمدی کے بیان میں

پہلی روایت

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ مَیں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر ❸ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنٰی کہ نور الٰہی

❶ اور اکثر ختم فصول پر قصیدہ بردہ کے اشعار ہیں اور ان کے ساتھ ایک شعر درود کا بھی جو قصیدہ بردہ کا نہیں ہے تبرکاً بڑھا دیا گیا ہے اور بعض جگہ ''الروض اللطیف'' کے اشعار ہیں اور اسی طرح ان کے ساتھ بھی ایک شعر درود کا جو اس کا نہیں ہے۔ ۱۲

❷ روایات ھٰذا الفصل کلھا من المواھب۔ ۱۲۔ منہ

❸ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں یا جابر ان اللہ تعالٰی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ۔ ۱۲۔ منہ)

اس کا مادّہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ اِنسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔ (ف) اس حدیث سے نور محمدی ❶ کا اوّل الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اوّلیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

دوسری روایت

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ❷ ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔

(ف) اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

---

❶ ظاہراً نور محمدی روح محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لئے مادّہ ہونا ممکن نہیں پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادّہ بنایا گیا ہے کہ اس مادّہ کے چار حصے کئے گئے الخ اور اس مادّہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اس کا جز نہ ہو بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو۔ ۱۲۔ منہ

❷ اور اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی رُوح کو عطا ہوئی تھی اور نور محمدی اسی روح محمدی کا نام ہے جیسا اُوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر تمام اشیائے مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہٗ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور رُوح کا مرتبہ متعین ہو گیا۔ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ ۱۲۔ منہ

تیسری روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث ❶ کو حسن کہا ہے۔ (ف) اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبّی کی روایت میں بھی آئے ہیں۔ امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

چوتھی روایت

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق ❷ (نبوۃ کا) لیا گیا (کما قال تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ الاٰیۃ) روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔

پانچویں روایت

احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ (ف) اس عدد میں

---

❶ اس حدیث میں بھی مثل حدیث بالا کلام ہے۔ ۱۲۔ منہ

❷ حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل۔ ۱۲۔ منہ

کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔
رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔

چھٹی روایت

ابی سہل قطان کی امالی کے ایک جزو میں سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مَیں نے ابا جعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں مبعوث ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو (عالم میثاق میں) نکالا اور ان سب سے ان کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اوّل (جواب میں) بلٰی (یعنی کیوں نہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور اسی لئے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔ (ف) اگر میثاق لینے کے وقت ارواح کو بدن سے تلبس بھی ہو گیا ہو تاہم احکام روح ہی کے غالب ہیں۔

اسی لئے اس روایت کو کیفیات نور میں لانا مناسب سمجھا اور اُوپر شعبی کی روایت میں آپ سے قبل آدم میثاق لیا جانا مذکور ہے اور یہ میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ظاہر روایات سے بعد خلق آدم معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ وہ میثاق نبوۃ کا بلا اشتراک غیرے ہو جیسا اس حدیث کے ذیل میں اِس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

ساتویں روایت

جب آپ غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں (چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے

من قبلها طبت فی الظلال و فی مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین و قد الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مکتتما فی صلبه انت کیف یحترق
حتی احتوی بیتك المهیمن ❶ من خندف علیاء تحتها النطق
و انت لما ولدت اشرقت الارض وضاء ت بنورك الافق
فنحن فی ذٰلك الضیاء و فی النور سبل الرشاد نخترق ❷

ترجمہ:۔ زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوش حالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اُوپر تلے جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے **فمستقر و مستودع** اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے۔ اس قصہ کی طرف آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھالیا اور جنت کا لباس اُتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے) اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے۔ غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا (مطلب یہ کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

❶ قوله المهیمن صفةللبیت و علیآء مفعول لا حتوی و تحتها النطق جمله حالیة من علیاء والنطقنواح و اوساط من الجبال شبهت بالنطق التی تشد بها اوساط الناس ضرب مثلا فی ارتفاعه و توسط فی عشیرته و جعلهم تحته بمنزلة اوساط الجبال ۔۱۲مواهب۔ ❷ نقطع المفازة ۱۲۔منه

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح   بجودی کے رسیدے کشتی نوح

(اور) وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گذر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر (اور شروع ہو جاتا تھا (یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے)۔

یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر) شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ پر جاگزیں ہوا جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے (خندف لقب ہے آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ ❶ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اُوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔ ❷

---

❶ کذافی القاموس ۱۲۔منہ

❷ ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور کشتی نوح میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے پس یہ سب حالات رُوح مبارک کے ہوئے کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہراً ان مراتب میں صرف آپ کا وجود بالقوہ مراد نہیں ہے جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے کیونکہ یہ وجود تو تمام اولادِ آدم و نوح وابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا مثلاً یہ کہ اس جزء مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپ کی رُوح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو تو یہ قرینہ عقلیہ ہے اور نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے آپ کے ورود فرمانے سے سو اگر اس جزء مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جاوے تو اس جزو کے وارد فی النار ہونے کے کیا معنی کیونکہ ورود کے معنی لغوی مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزو کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا پس یہ اَمر خارجی آپ کی رُوح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزء مادی سے ہے کہ مجموعہ جزو اور رُوح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج کے خارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک کے لئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لئے حدیث تقریری سے ان کے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہوگیا۔ ۱۲۔منہ)

وِمِنَ القَصِیْدَۃ

وَ کُلَّ اٰیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِہٖ بِھِمٖ
فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارِھَا لِلنَّاسِ فِیْ ظُلَمٖ
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

ترجمہ: ”اور ہر معجزہ جس کو رسولانِ کرام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پُرنور پہنچا ہے۔ وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل وکمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار وکواکب ہیں۔ ۱۲۔ عطر الوردہ مولانا ذوالفقار علی الدیوبندی رحمۃ اللہ علیہ۔“

دوسری (1) فصل

(سابقین میں آپ کے فضائل ظاہر ہونے میں)

پہلی روایت

حاکم نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (ف) اس سے آپ کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہے۔

(1) بجز احادیث مشکوۃ کے اس میں سب روایات مواہب سے منقول ہیں۔ ۱۲۔ منہ

دوسری روایت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوگیا تو انہوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم (علیہ السلام) تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) رُوح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سو میں نے معلوم کرلیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اپنے دلائل میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی روایت سے اور کہا کہ اس کے ساتھ عبدالرحمن منفرد ہیں اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی اور طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور اتنا اور زیادہ ہے کہ (حق تعالیٰ نے فرمایا کہ) وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔

(ف) یہاں بھی مثل فائدہ بالا کے سمجھنا چاہئے۔

تیسری روایت

ابن الجوزی نے اپنی کتاب صلوٰۃ الاحزان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قربت کرنا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم

علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے رب مَیں ان کو (مہر میں) کیا چیز دوں؟ ارشاد ہوا اے آدم میرے حبیب محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بیس دفعہ درود بھیجو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔

چوتھی روایت

احمد اور بزار اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک حدیث میں جس کا اوّل کا حصہ فصل اوّل کی دوسری روایت ہے اور اس کا اوسط ❶

حصہ یہ ہے کہ آپ نے) فرمایا کہ مَیں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا (کا مصداق) ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا محکی عنہ) ہوں۔ (ف) اس میں اشارہ ہے دو آیتوں کے مضمون کی طرف اوّل "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" الٰی قولہ تعالٰی "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ الخ"

ثانی "يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔" یعنی اوّل آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد میں ایک جماعت مطیع پیدا کیجیو اور اس جماعت میں ایک ایسا پیغمبر قائم کیجیو مراد اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ بجز آپ کے اور کوئی پیغمبر ایسے نہیں کہ دونوں حضرات کی اولاد میں ہوں۔ اور دوسری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا کہ مَیں بشارت دینے والا ہوں ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آویں گے جن کا نام احمد ہوگا۔

پانچویں روایت

مشکوٰۃ میں بخاری سے بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص آیا ہے کہ توراۃ میں آپ کی یہ صفت لکھی ہے اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا ہے۔ اُمت کے حال کا گواہ بنا کر

❶ اور اس کا آخری حصہ یہ ہے ورؤیا امی التی رأت الحدیث چنانچہ آگے آوے گا۔ ۱۲ منہ

اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور گروہ امیین کی پناہ بنا کر (مراد اس سے اُمتِ محمدیہ ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم ایک اُمی جماعت ہیں) آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں مَیں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ بد خلق ہیں اور نہ سخت مزاج ہیں نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی وفات نہ دیں گے یہاں تک کہ آپ کی برکت سے راہ کج یعنی کفر کو درست یعنی مبدل بہ ایمان نہ کر دیں کہ لوگ کلمہ پڑھنے لگیں اور یہاں تک کہ اس کلمہ کی برکت سے نابینا آنکھوں کو اور ناشنوا کانوں کو اور سربستہ دِلوں کو کشادہ نہ کر دیں (مطلب یہ ہے کہ جب تک دین حق خوب نہ پھیل جائے گا آپ کی وفات نہ ہوگی۔

چھٹی روایت

مشکوٰۃ میں مصابیح اور دارمی سے بروایت حضرت کعب مروی ہے وہ توریت سے نقل کرتے ہیں اس میں لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ میرے بندے پسندیدہ ہیں بدی کا بدلہ بدی نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں مکہ ان کی جائے ولادت ہے اور مدینہ ان کا مقام ہجرت ہے اور مرکز سلطنت ملک شام ہے۔

(ف) چنانچہ بعد خلفاء راشدین پایہ سلطنت ملک شام رہا اور وہاں سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

ساتویں روایت

مشکوٰۃ میں ترمذی سے بروایت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ توریت میں نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ (ف) ان اخیر تین روایتوں کے راوی کتب سابقہ کے عالم ہیں اوّل اور اخیر صحابی ہیں اور اوسط تابعی ہیں اور بعض آیات بھی ان روایات کے ہم معنی ہیں چنانچہ دو آیتوں کا مضمون تو اس فصل کی چوتھی روایت کی شرح

میں مذکور ہو چکا ہے اور تین آیتیں اور مذکور ہوتی ہیں پہلی آیتوں کو ملا کر۔

تیسری آیت ''سورہ اعراف'' میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ جو کہ پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی جن کا ذکر اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں اور انجیل میں ان لوگوں کو نیک کام بتلاویں گے اور بری بات سے منع کریں گے اور ستھری چیزوں کو ان کے واسطے حلال کریں گے اور گندی چیزوں کو حرام کریں گے اور جو احکام بہت سخت اور گراں تھے ان کو موقوف کر دیں گے۔

چوتھی آیت ''سورۂ فتح'' میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ لوگ ایسے ایسے صفات سے موصوف ہیں اور ان سب کی صفت توریت و انجیل میں اس اس طرح سے موجود ہے۔ پانچویں آیت ''سورہ بقرہ'' میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب اہل کتاب کے پاس ان کے علوم حاصلہ کی تصدیق کرنے والی کتاب آئی یعنی قرآن اور وہ لوگ اس کے آنے سے پہلے (یعنی قبل بعثت) کفار (یعنی مشرکین) کے مقابلہ میں آپ کے توسّل سے فتح کی دُعا کیا کرتے تھے (ردّ الاختلاف فی التفسیر ۱۲۔منہ) یا یہ کہ آپ کی خبر بعثت کو ان پر ظاہر کیا کرتے تھے سو جب ان کے پاس جانی پہچانی چیز پہنچی (یعنی قرآن و صاحب قرآن) تو وہ اس کے منکر ہو گئے۔

(ف) یہ استفتاح اور معرفت ان لوگوں کو کتب سابقہ سے حاصل ہوئی تھی پس آپ کا مذکور فی الکتب السابقہ ہونا معلوم ہوا اسی معرفت کو اسی سورہ بقرہ کی ایک آیت میں اس طرح فرمایا ہے ''یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ''

ومن القصيدة

فَاقَ النَّبِيّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ
وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ

غَرْقًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن صورت وسیرت میں سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کے ہیں اور وہ سب حضرات آپ سے علم و کرم میں لگا نہیں کھاتے اور تمام انبیاء علیہم السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طالب ایک کف دست یعنی چلو کے ہیں آپ کے دریائے معرفت سے یا بقدر ایک دفعہ کے چوسنے یعنی قطرہ کے آپ کے علم کے بارانہائے بسیار بار ہمیشہ برسنے والے سے اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے حضور میں اپنی حد اور مرتبہ کے موافق کھڑے ہیں اور وہ ان کی حد آپ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے یا آپ کی حکمتوں کی کتاب سے مثل اعراب کے۔ ۱۲ عطر الوردہ۔

تیسری فصل

آپ کے شرف ونزاہت نسب میں

پہلی روایت

مشکوٰۃ میں ترمذی سے بروایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب

میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں پس مَیں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

دوسری روایت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح (یعنی بدکاری) سے نہیں پیدا ہوا ہوں آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک یعنی سفاح جاہلیت کا کوئی لوث مجھ کو نہیں پہنچا (یعنی زمانۂ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباء واُمہات سب اس سے منزہ رہے پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے) روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم اور ابن عساکر نے (کذا فی المواہب)

تیسری روایت

روایت کیا ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یعنی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بزرگوں میں سے کبھی کوئی مرد وعورت بطور سفاح کے نہیں ملے (کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اُصول ذکور و اناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے) اللہ تعالیٰ مجھ کو ہمیشہ اصلابِ طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفٰی مہذب کر کے منتقل کرتا رہا جب کبھی دو شعبے ہوئے (جیسے عرب و عجم پھر قریش وغیرہ قریش علیٰ ہذا) میں بہترین شعبہ ہیں رہا کذا فی المواہب۔

چوتھی روایت

دلائل ابونعیم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبریل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن (یعنی حدیث) کے صفحات پر نمایاں ہیں کذا فی المواہب۔ (ف)

حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ اُم مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

پانچویں روایت

مشکوۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

مِنَ الرَّوْضِ

أَكْرِمْ بِهٖ نَسَبًا طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ
آپ کا نسب کیسا کچھ باکرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ ہیں

أَصْلًا وَّ فَرْعًا وَّ قَدْ سَادَتْ بِهِ الْبَشَرُ
اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہوگیا

مُطَهَّرٌ مِّنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا
وہ نسب مطہر ہے لوث جاہلیت سے اس میں

يَشُوْبُهٗ قَطُّ لَا نَقْصٌ وَّلَا كَدَرُ

کبھی آمیزش نہیں ہوئی نہ نقص کی نہ کدورت کی

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

اے پروردگار ابدالآباد تک درود اور سلام بھیجیو

عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

اپنے حبیب پر جن سے زمانوں کی زینت ہوگئی

چوتھی فصل

آپ کے نور مبارک کے بعض آثار کے ظاہر ہونے میں آپ کے والد ماجد وجد امجد میں

پہلی روایت

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاحبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حُسن و جمال کا لباس زیب پر ہے۔ ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے اِن کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنانِ قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا اُنہوں نے جواب دیا کہ معلوم کرلو کہ رب السمٰوٰت نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اَوّل قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہوگئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف

جاتے تھے اور ان کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دُعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارانِ عظیم مرحمت فرماتے الخ کذا فی المواہب۔

دوسری روایت

ابونعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریق عطا سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گزرے جو یہودی ہوگئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خشعمیہ کہتے تھے اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نورِ نبوت دیکھا تو عبداللہ کو اپنی طرف بلایا مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔ کذا فی المواہب۔

تیسری روایت

جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمود ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ پھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ اور عبدالمطلب کے اُونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ لے گئے اور عبدالمطلب ان کے چھڑانے کو ابرہہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اُتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھلا لیا۔ بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے کذا فی ''تواریخ حبیب الٰہ'' مولانا عنایت احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

مِنَ الرَّوْض

مَا فِيْهِ اِلَّا هُمَامٌ قَدْ سَمَا عِظَمًا
اَوْ سَيِّدٌ نَحْوَ فِعْلِ الْخَيْرِ مُبْتَدِرٌ
حَتّٰى بَدَا مُشْرِقًا مِّنْ وَّالِدَيْهِ وَقَدْ
تَجَمَّلَتْ بِجَلَاهُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: (۱) آپ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں شان رکھتے ہیں۔ یا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

(۲) یہاں تک کہ آپ منور ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور حالت یہ تھی کہ آپ کے انوار سے شمس و قمر بھی صاحب جمال ہو گئے

پانچویں فصل

آپ کے بعض برکات میں جب آپ بصورت حمل بطن مادر میں مستقر ہوئے۔

پہلی روایت

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو اُن کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس اُمت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا اُعِيْذُهٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ اور ان کا نام محمد رکھنا (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

دوسری روایت

نیز حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر

بصری علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

(ف) اور یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقع ہوا۔

تیسری روایت

نیز آپ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ مَیں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سبک اور سہل ہو۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

(ف) محاورہ میں اس عبارت کے معنی مساواۃ کی بھی نفی ہوتی ہے۔ سبک یہ کہ گراں نہ تھا اور سہل یہ کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف غثیان یا کسل یا اختلال جوع وغیرہ نہ تھی اور شامہ میں ہے کہ بعض ❶ احادیث میں آیا ہے کہ ایسا ثقل ہوا جس کی شکایت عورتوں سے کی۔ حافظ ابو نعیم نے کہا ثقل ابتداء علوق (یعنی حمل) میں تھا پھر وقتِ استقرار حمل کے خفت ہو گئی ہر حال میں یہ حمل عادت معروف سے خارج تھا۔

مِنَ الرَّوْضِ

هٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِیْبِ بِهٖ
وَلَیْسَ فِیْ حَمْلِهَا كَرْبٌ وَّلَا ضَرَرٌ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ:۔ ”تو ہو چکا اور آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہو گئیں :: اور ان کے حمل میں نہ کچھ کرب تھا نہ کوئی تکلیف تھی۔“

❶ میں کہتا ہوں کہ یہ ثقل عظمت کا تھا جیسے وحی کا ثقل ہوتا تھا اور ایسے ثقل سے نشاط طبعی زائل نہیں ہوتا۔ پس عین ثقل میں بھی بایں معنی خفت کا حکم صحیح ہے پس روایات میں تعارض نہ رہا۔

چھٹی فصل

بعض واقعات وقت ولادت شریفہ میں

پہلی روایت

محمد بن سعد نے ایک ہی جماعت سے حدیث بیان کی اس میں سے عطاء اور ابن عباس بھی ہیں کہ آمنہ بنت وہب (آپ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا پھر آپ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا۔ (کذا فی المواہب)

(ف) اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا ہے [1] و رویا امی التی رات اور اس میں یہ بھی آپکا ارشاد ہے: و کذلك امهات الانبیآء یرین۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں (اخرجہ احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیہقی عن العرباض بن ساریۃ وقال الحافظ ابن حجر صححہ ابن حبان والحاکم۔ (کذا فی المواہب)

دوسری روایت

عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ اُم عثمان ثقفیہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ

---

[1] یہ ایک حدیث کا وہی آخری حصہ ہے جس کا وعدہ دوسری فصل کی چوتھی روایت کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے اور شام کے محل نظر آنے میں اور اسی طرح رُوم کے محل نظر آنے میں جیسا آگے تیسری روایت میں آتا ہے یہ اشکال نہ کیا جاوے کہ زمین کروی ہے اور رُوم و شام مکہ سے بہت فاصلہ پر ہیں اور اتنے فاصلہ پر نظر آنے میں خود کرویت مانع ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعض انوار کا خاصہ ہے کہ جسم مجاور اپنی جگہ سے مرتفع دکھلائی دیتا ہے جیسا پانی سے بھرے ہوئے کٹورہ میں پیسہ پڑا ہو یا بعضے طلوع و غروب شمس کے وقت اسی کے قائل ہیں پس اگر اس نور کی خاصیت سے اور زیادہ مرتفع نظر آجاویں تو کیا استبعاد ہے۔ ۱۲۔ منہ

ہے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں ❶ کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

(روایت کیا اس کو بیہقی نے کذا فی المواہب)

تیسری روایت

ابو نعیم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ سے آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے اور (موافق معمول بچوں کے) آپ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے رحمك الله (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے روم کے بعضے محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دُودھ دیا (یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیونکہ شفاء کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں کیا) اور لٹا دیا تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب اور زلزلہ چھا گیا اور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سُنی کہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا پس اوّل اسلام لانے والوں میں ہوئی (کذا فی المواہب)

(ف) مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی دوسری روایات میں مغارب بھی آیا ہے کما فی الشمامۃ شاید تخصیص ذکری اس روایت میں بنا بر شرف

❶ اگر آپ کی ولادت رات کے وقت ہوئی ہو جیسا کہ ایک قول ہے تب تو اس اخیر کے واقعہ میں کوئی تردد ہی نہیں اور اگر دن میں ہوئی ہو جیسا کہ ایک قول ہے تو ستاروں کے نظر آنے کو بھی ایک خرق عادت کہا جاوے گا کذا قالوا اور احقر کے نزدیک یہ سہل ہے کہ صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت کو کہا جاوے تو اس وقت ستارے بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اس کو عوام رات سے اور خواص دن سے تعبیر کرتے ہیں پس دونوں قول مطابق بھی ہو جاویں گے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ ۱۲ منہ

سمت مشرق کے ہے بوجہ اس کے کہ وہ مطلع ہے شمس کا جیسا شروع والصّٰفّٰت میں رب المشارق فرمایا گیا ہے۔

چوتھی روایت

اور منجملہ آپ کے عجائب ولادت کے یہ واقعات روایت کئے گئے ہیں۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا۔ اور بحیرہ طبریہ کا دفعۃً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے اور خرائطی نے ہوا تف میں اور ابن عساکر نے (کذا فی المواھب) (ف) یہ واقعات اشارہ ہیں زوال سلطنت فارس و شام کی طرف۔ واللہ اعلم۔

پانچویں روایت

فتح الباری میں سیرۃ الواقدی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے شروع ولادت میں کلام فرمایا (کذا فی المواھب) آگے اہل کتاب کی خبریں دینا آپ کے تولد شریف سے مذکور ہیں۔ (اور اہل تنجیم و کہانت کی خبریں اس نظر سے ذکر نہیں کیں کہ یہ دونوں چیزیں شرع میں معتبر نہیں اور کتب سابقہ کی خبریں فی نفسہٖ صحیح ہیں جب کہ ان میں تحریف کا احتمال نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اپنی مضر خبر دینا دلیل یقینی ہے کہ اس میں تحریف نہیں ہوئی اور جن علماء نے ان کے اقوال ذکر کئے ہیں بقصد حجت الزامیہ کے ذکر کئے ہیں اور یہ قصد صحیح ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا ۱۲۔ منہ۔

چھٹی روایت

بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سُنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکا یک چلّانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کی سو سب جمع ہو گئے اور میں سُن رہا

تھا کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا۔ کہنے لگا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ ستارا آج شب میں طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے ❶ (کذافی المواہب)

سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب اکسیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمن بن حسان بن ثابت سے پوچھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت کی کیا عمر تھی انہوں نے کہا کہ ساٹھ سال کی اور حضور ترپن (۵۳) سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اس حساب سے حسان بن ثابت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو انہوں) نے یہ مقولہ یہودی کا سات سال کی عمر میں سنا۔

ساتویں روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آرہا تھا سو جس شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہنے لگا کہ دیکھو کیونکہ آج کی شب اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کیا تو خبر ملی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا انہوں نے آپ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی اے گروہ قریش سُن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہوگی (روایت کیا اس کو یعقوب بن سفیان نے اسناد حسن سے یہ فتح الباری میں کہا ہے۔ (کذافی المواہب)

❶ اس سے شبہ فن تنجیم کے صحیح ہونے کا نہ کیا جاوے کیونکہ اس ستارہ کا آپ کے تولد میں مؤثر و دخیل ہونا اس سے لازم نہیں آیا بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس کو کسی نقل سے یہ معلوم تھا کہ آپ کے تولد کا ایسا وقت ہوگا۔ مثلاً کوئی حاکم رعایا کو بتلاوے کہ ہمارا فلاں نائب ہمارا فرستادہ فلاں ماہ کی تاریخ کو پہنچے گا تو ایک وقت کی تعیین ہے نہ کہ وقت کی تاثیر۔ (۱۲۔ منہ

مِنَ الْقَصِيْدَة

أَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهِ
يَا طِيْبَ مُبْتَدَأً مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ
يَوْمًا تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمْ
قَدْ أُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ
وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَ هُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ أَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ
وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْأَنْفَاسِ مِنْ أَسَفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ
وَسَآءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظُمِيْ
كَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَّبِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ
وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ
عَمُوْا وَصَمُّوْا فَإِعْلَانُ الْبَشَآئِرِ لَمْ
تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْإِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِنْ بَعْدِ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامُ كَاهِنُهُمْ
بِأَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ
وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْأُفْقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَّ فْقَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ صَنَمِ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ:(۱) آپ کے زمان ولادت نے (بسبب ظہور اُمور غریبہ دکرامت عظیمہ) آپ کی عمدگی ولطافت وطہارت اصل مبارک کوظاہر کر دیا۔اے قوم یا اے خوشبوتم حاضر ہواور آپ کے حسن ابتداء اور خوبی خاتمہ کو دیکھو (اور اے زمان) ۱۲ع۔

(۲) آپ کی پیدائش کا روز وہ مبارک دِن ہے کہ اہلِ فارس نے اپنی فراست سے (کہ اس وقت آیات بینات بکثرت ظاہر ہوئیں اور بھی اوضاع فلکیہ) دریافت کرلیا گیا کہ وہ لوگ ڈرائے گئے کہ زمانہ ان کی زوال سلطنت اور پیش آنے والے مصائب کا (بسبب ولادت سرورکائنات) قریب آ گیا۔ ۱۲ع۔

(۳) اور نوشیرواں کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستگی ایسا پاش پاش ہوگیا جیسے لشکر کسریٰ کو پھر مجتمع ہونا نصیب نہ ہوا۔ ۱۲ع)

(۴) (آپ کے میلاد شریف کے وقت) آتشِ مجوس (جو ہزار سال سے برابر روشن تھی) بسبب افسوس کے (جو بطلان) سرد ہوگئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بے خود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ کے کھالے میں جا پڑی۔ ۱۲ع۔

(۵) اور اہل ساوہ کو اس اَمر نے غمگین کیا کہ اس کے دریاچہ کا پانی خشک ہوگیا اور اس کے گھاٹ پر آنے والا جب کہ تشنہ ہوا خشمگین نا کامیاب لوٹا یا گیا (یا اس نے اس کو تشنہ لوٹایا) ۱۲۔

(۶) گویا آگ کو وہ کیفیت تری حاصل ہوگئی جو پانی میں ہوتی ہے بسبب رنج کے اور پانی کو وہ خاصہ التہاب حاصل ہوگیا جو آگ میں تھا۔ ۱۲ع۔

(۷) اور جنات ظہور حضور کی آوازیں کر رہے ہیں اور اَنوار حضرت کے ظاہر و باہر ہورہے ہیں اور حق ظاہر ہو رہا ہے اُمور باطنیہ سے (مثل ظہور نور وغیرہ کے) اور اُمور ظاہریہ سے (مثل آواز ہاتف کے) ۱۲ع۔

(۸) منکرین اندھے (ہو گئے) اور بہرے ہو گئے سو اظہار بشارات سنا نہ گیا اور برق تخویف نہ دیکھی گئی۔ ۱۲ع۔

(۹) (اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ یہ قبول حق سے ان کا اندھا اور بہرا ہونا) اس اَمر کے بعد ہوا کہ ان کے کاہن نے تمام اقوام کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان کا ناراست و کج دین آئندہ قائم نہیں رہے گا۔

(۱۰) اور (وہ مجوس یا عام کفار اختیار راہ صواب سے اندھے اور بہرے ہو گئے) بعد دیکھنے شعلہ ہائے آتش کے اطراف آسمان میں جو جنات پر مارے جاتے تھے مثل اوندھے اور منہ کے بل گرتے بت ہائے روئے زمین کے ۱۲۔ (عطر الوردہ)

ساتویں فصل

(یومؔ و ماہؔ و سنہؔ و وقتؔ و مکانؔ ولادت شریفہ میں)

یوم و تاریخ

سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارہویں (کذافی الشمامۃ) ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاوّل تھا۔ سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا یعنی جس سال اصحاب الفیل ہلاک کئے گئے بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس ❶ دن بعد اور بقول دمیاطی پچپن دن بعد (کذافی الشمامۃ)

وقت

بعض نے شب کہا ہے بعض نے دن (قالہ الزرکشی) بعض ❷ نے طلوع فجر (کذافی الشمامۃ)

---

❶ اور سیر کی اس روایت پر کہ ایام واقعہ فیل میں نور محمدی عبدالمطلب کی جبین میں نمایاں ہوا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ انفصال کے بعد بھی اثر کا بقاء مستبعد نہیں جس طرح ہیزم سے شعلہ جدا ہونے کے بعد بھی اس کا اثر روشنی اور گرمی رہتی ہے۔ ۱۲ منہ۔

❷ چھٹی فصل کی دوسری روایت کے ذیل میں وجہ تطبیق لکھی گئی۔ ۱۲ منہ

مکان

بعض ❶ کے نزدیک مکہ میں بعض کے نزدیک شعب میں ❷ بعض کے نزدیک ردم (بالدال موضع بمکۃ کذا فی القاموس ۱۲) میں بعض کے نزدیک عسفان میں کذا فی الشمامۃ عن المواھب۔

مِنَ الرَّوْض

وَ کَانَ مَوْلِدُہٗ اَیْضًا وَ نَقْلَتُہٗ
لِیَوْمِ الْاِثْنَیْنِ ھٰذَا الْاَمْرُ مُعْتَبَرٌ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: ’’آپ کی ولادت شریفہ اور وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور یہ اَمر معتبر ہے‘‘

آٹھویں فصل

بعض واقعات زمانہ طفولیت میں

پہلی روایت

ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا (کذا فی المواھب)

دوسری روایت

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت

❶ اشہر قول اوّل ہے دوسرے اقوال یا ضعیف ہیں یا ماؤل بتاویلات مناسبہ ۱۲

❷ شاید یہ وہی شعب ہو جس میں قریش مخالفین کے تعاہد و تحالف کے وقت ابو طالب آپ کو لے کر رہے تھے۔ جس کا قصہ گیارہویں فصل میں آتا ہے۔

حلیمہ کہتی تھیں کہ اُنہوں نے جب آپ کا دُودھ چھڑایا ہے تو آپ نے دُودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اَوّل جو کلام فرمایا تھا وہ یہ تھا ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا'' جب آپ ذرا سیانے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) (کذا فی المواہب)

تیسری روایت

ابن سعد اور ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو کہیں دُور نہ جانے دیا کرتیں ایک بار اُن کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا کہ اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی مَیں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (کذا فی المواہب)

چوتھی روایت

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مَیں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دُودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا میری گود میں میرا ایک بچہ تھا مگر اِتنا دُودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا رات بھر اس کے چلّانے سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اُونٹنی کے دُودھ ہوتا میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غایتِ لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمراہی بھی اس سے تنگ آگئے تھے ہم مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت

دیکھتی اور سُنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ ہوتی اور اُدھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) مَیں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مَیں خالی جاؤں۔ مَیں اس یتیم کو لاتی ہوں شوہر نے کہا کہ بہتر شاید اللہ تعالیٰ برکت کرے۔ غرض مَیں آپ کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دُودھ پلانے بیٹھی تو دُودھ اس قدر اُترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے اُور میرے شوہر نے جو اُونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دُودھ ہی دُودھ بھرا تھا۔ غرض اس نے دُودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس کے قبل سونا میسر نہیں ہوتا شوہر کہنے لگا اے حلیمہ تُو تو بڑی برکت والے بچہ کو لائی مَیں نے کہا ہاں مجھ کو بھی یہی اُمید ہے پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور مَیں آپ کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں مَیں نے کہا ہاں وہی ہے وہ کہنے لگیں کہ بے شک اس میں کوئی بات ہے پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا سو میری بکریاں دُودھ سے بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دُودھ نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں مگر جب بھی وہ جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیونکہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا وہ تو بات ہی اُور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور مَیں نے آپ کا دُودھ چھڑایا اور آپ کا نشوونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اُور رہیں اس لئے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے وباء مکہ کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔ سو چند ہی مہینے بعد

ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو ڈیرے پر لائے اور شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہوا ہے قبل اس کے کہ اس کا زیادہ ظہور ہو ان کے گھر پہنچا آ۔ میں والدہ کے پاس لے کر گئی کہنے لگیں کہ تُو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب اللہ کے فضل سے ہوشیار ہو گئے اور میں اپنی خدمت کر چکی اللہ جانے کیا اتفاق ہوتا اس لئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر انہوں نے بعض حالات حمل و ولادت کے بیان کئے (جو پانچویں فصل کی دوسری اور تیسری روایت اور چھٹی فصل کی پہلی روایت کے اخیر میں مذکور ہوئے) اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

(ف ۱) اس روایت میں متعدد واقعات پُر کرامات مذکور ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

(ف ۲) اور حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ جذامہ کے بھائی ہیں اور یہ جذامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبدالعزیٰ کے جو شوہر ہیں حلیمہ کے (کذا فی زاد المعاد) اور بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان لانے کی تصریح کی ہے۔ (کذا فی الشمامۃ و زاد المعاد)

پانچویں روایت

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ)

مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی اُمت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو مَیں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو (۱۰۰) کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام اُمت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

(ف ۱) اس جملہ میں آپ کو بشارت سنا دی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔

(ف ۲) اور شقِ صدر اور قلب اطہر کا دُھلنا چار بار ہوا) ایک تو یہی جو مذکور ہوا ۔دوسری بار بعمر دَس سال یہ صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان (یہ ایک قول ہے اور بعض کے نزدیک ماہ ربیع الاوّل میں کذا فی زاد المعاد ۱۲۔ منہ) غارِ حرا میں۔ چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں ثابت نہیں (کذا فی الشمامۃ بتغیر یسیر) شاہ عبدالعزیز قدس سرّہٗ نے تفسیر سورہ الم نشرح میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ پہلی بار کا شق کرنا اس لئے تھا کہ آپ کے دل سے حُبِّ لہو ولعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں۔ اور دوسری بار اس لئے کہ جوانی میں آپ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی جو بمقتضائے جوانی خلاف مرضی الٰہی سرزد ہوتی ہیں نہ رہے۔ اور تیسری بار اس لئے کہ آپ کے دل کو طاقت مشاہدہ عالمِ ملکوت اور لاہوت ❶ کی ہو۔ (کذا فی تواریخ حبیب اللہ)

چھٹی روایت

آپ پستانِ راست کا شیر پیا کرتے اور پستانِ چپ اپنے بھائی رضاعی یعنی حلیمہ کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا۔ اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول وبراز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے آپ کو جائے ضرور میں اُٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی ستر آپ کا برہنہ نہ ہوتا۔ اور جو کپڑا اتفاقاً اُٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے (کذا فی

❶ عطف ہے عالم پر نہ کہ ملکوت پر کیونکہ عالم ماسوی اللہ ہے اور لاہوت مراتب الٰہیہ سے ہے۔ ۱۲۔ منہ

تواریخ حبیب الٰہ) ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ مَیں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اُتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ مَیں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا (کیونکہ اتنے بچپن میں انسان مکلف بھی نہیں ہوتا اور طبعاً و عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا اَمر خلافِ حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعۃً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھو بس مَیں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کئے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ساتویں روایت

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ مَیں مکہ معظمہ پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے قریش نے کہا اے ابوطالب چلو پانی کی دُعا مانگو ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو۔ (یہ لڑکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے) ابوطالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے اُنگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا (کذافی المواہب) اور یہ واقعہ آپ کی صغرسنی میں ہوا (کذافی تواریخ حبیب الٰہ)

آٹھویں روایت

ایک مرتبہ آپ ابوطالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاق قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں اور اہل کتاب اور یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا اُن کے ہاتھ سے اِن کو گزند پہنچے سو ابوطالب نے مالِ تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے (کذافی تواریخ حبیب الٰہ)

(ف) سیرۃ ابن ہشام میں یہ قصہ بہت مفصّل و مبسوط ہے۔

نویں روایت

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔

جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے (کذا فی الشمامۃ)

من الروض

وَ یَا ھَنَا ابْنَةِ سَعْدٍ فَھِیَ قَدْ سَعَدَتْ
سَعَادَةً قَدْرُھَا بَیْنَ الْوَرٰی خَطَرٌ
اِذْ اَرْضَعَتْ خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمْ
ھٰذَا ھُوَ الْفَوْزُ لَا مُلْكٌ وَّلَا وَزَرٌ
رَاَتْ لَهٗ مُعْجِزَاتٍ فِی الرِّضَاعِ بَدَتْ
وَ شَاھَدَتْ بَرَکَاتٍ لَیْسَ تَنْحَصِرُ
وَ حَدَّثَتْ قَوْمَهٗ اَھْلُ الْکِتٰبِ بِمَا
یَکُوْنُ مِنْ شَانِهٖ مُذْ شَخْصَهٗ نَظَرُوْا
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: (۱) اور کیا خوش قسمتی ہے حضرت سعدیہ کی ان کو ایسی سعادت حاصل ہوئی جس کی قدر مخلوق میں عظیم ہے۔ (۲) کیونکہ انہوں نے بہترین تمام خلائق کو دودھ پلایا۔ یہ بڑی کامیابی ہے (اس کی برابر) نہ شاہی ہے نہ وزارت۔ (۳) انہوں نے آپ کے بہت سے معجزات دیکھے جو رضاع کی حالت میں ظاہر ہوئے۔ اور ایسی برکات کا مشاہدہ کیا جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ (۴) اور اہلِ کتاب نے اپنی قوم سے آپ کے حالات بیان کئے جب سے کہ آپ کو دیکھا۔

نویں فصل

ان کے ناموں میں جن کے متعلق آپ کی تربیت و رضاع یکے بعد دیگرے ہوتا رہا

آپ زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کی وفات ہوگئی (کذافی سیرۃ ابن ہشام) صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے وہاں سے پھرتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے کہ وہاں ہی وفات پائی (کذافی تواریخ حبیب الٰہ) اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ آمنہ آپ کو لے کر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھیں مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اور اس وقت اُمِ ایمن بھی ساتھ تھیں (کذا فی المواہب) پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی (کذافی سیرۃ ابن ہشام) اور انہوں نے ابو طالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے (کذافی سیرۃ ابن ہشام) یہاں تک کہ اُنہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا۔

اور سات روز تک آپ نے والدہ ماجدہ کا دُودھ پیا (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ) پھر چند روز تک ثوبیہ نے دُودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور ان کے اسلام میں اختلاف ہے اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دُودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا مسروح دُودھ پیتا تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے پلایا اور اس دُودھ کے شریک بھائی بہنوں کے نام اور اسلام کی نسبت آٹھویں فصل کی

چوتھی روایت کے ذیل میں کچھ مضمون مذکور ہوا ہے اوران ہی حلیمہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دُودھ پلایا یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دُودھ پیتے تھے سو اس عورت نے بھی ایک روز آپ کو دُودھ پلادیا۔ جب آپ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دُودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں ایک ثوبیہ کے دُودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دُودھ سے (کذافی زادالمعاد) اور جن کے آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔ آپ کی والدہ اور ثوبیہ اور حلیمہ اور شیماء آپ کی رضاعی بہن اور اُمّ ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا جن سے اُسامہ پیدا ہوئے (کذافی زادالمعاد)۔

شاباش آں صدف کہ چناں پرورد گہر　　آبا ازو مکرم و ابنا عزیز تر
صلوا علیہ ما طلع الشمس والقمر　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دسویں فصل

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات میں

پہلی روایت

جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے اور بقولے بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس عیلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس واقعہ کے بعض تاریخوں میں آپ بھی تشریف فرمائے معرکہ ہوئے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ مَیں اپنے اعمام کو عدو کے تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

(ف) اس سے آپ کا اوّل ہی سے شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری روایت

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مال دار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں آپ کے صدق وامانت وحُسن معاملہ واخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جاوے گا۔ آپ نے قبول فرمایا یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اُترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں میسرہ نے کہا کہ قریش اہلِ حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا کہ اِس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی نہیں اُترا۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دُھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ کے صدق وامانت کی بیّن دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو کہ ان کے چچا زاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہ اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اُمت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس اُمت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقل تھیں یہ سب سُن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ مَیں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوش خُو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اپنے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہوگیا (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اس راہب کا نام نسطورا تھا (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ)

تیسری روایت

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے قریش نے خانہ کعبہ کی از سرنو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں ہتھیار چلے آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازہ سے جو سب میں پہلے آوے اس کے فیصلہ پر سب عمل کرو۔ سو سب سے اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔

آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے حجر اسود اپنے دستِ مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لاویں جب وہاں تک پہنچا آپ نے خود اس کو اُٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے اُٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنا دیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ بتغیر الالفاظ)

من الروض

وَفِیْ خَدِیْجَۃِ نِ الْکُبْرٰی وَ قِصَّتِہَا
عَجَائِبٌ یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ فَاعْتَبِرُوْا
اِخْتَارَتِ الْمُصْطَفٰی بَعْلًا وَّ قَدْ نَظَرَتْ
فِیْ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللہِ تَنْتَشِرُ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ:۔اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے قصہ میں عجائب اُمور ہیں اے اہل بینش سوخیال کرو۔(۲) اورانہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں جو کہ ظاہر تھے نظر کی تھی۔

گیارہویں فصل

نزولِ وحی میں اور کفار کی مخالفت میں

جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو آپ کو خلوت محبوب ہوگئی آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوت سے چھ مہینے پہلے سے آپ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاوّل کی آٹھویں دوشنبہ کے دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورۂ اقراء کی شروع کی آیتیں آپ پر لائے اور آپ مشرف بہ نبوت ہوگئے۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد سورہ مدثر کی آیتیں اوّل کی نازل ہوگئیں تو آپ نے حسب حکم فانذر دعوتِ اسلام شروع کی مگر پوشیدہ پھر یہ آیت آئی فاصدع بما تؤمر آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی بس کفار نے عداوت اور ایذاء شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کردو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم اِرادہ کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت کے جا رہے اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے برادری قطع کردی اور سوداگروں کو منع کردیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔

تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے آخر کار آپ کو بوحی الٰہی اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھالیا بجز اللہ کے نام کے کہ اِس میں کہیں کہیں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا آپ نے یہ حال ابو طالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا کہ اس کاغذ کو دیکھو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالہ کر دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اُتار کر اس کاغذ کو دیکھا فی الواقع ایسا ہی تھا تب قریش اِس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا ابو طالب آپ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب ❶ کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ وغیرہ) اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا اور غرہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سالِ دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سال میں حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی (کذا فی الشمامۃ) بعد وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آپ کے دو نکاح قرار پائے ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ آ کر نو برس کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں کہ مکہ میں نکاح ہوا اور آپ کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ) اس سال

❶ عبد مناف کے چار بیٹے تھے (١) ہاشم (٢) مطلب (٣) عبد شمس (٤) نوفل۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد میں ہیں اور مطلب کی اولاد میں بنی مطلب ہیں۔ عبد شمس کی اولاد میں بنی اُمیہ ہیں۔ حضرت عثمانؓ بنی اُمیہ میں ہیں اور نوفل کی اولاد میں حضرت جبیر بن مطعم ہیں۔ بنی مطلب حالت کفر میں بھی مثل بنی ہاشم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اسی سبب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حصہ ذوی القربیٰ کا تقسیم فرمایا بنی مطلب کو بھی دیا۔ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم نے اس باب میں عرض کیا اور کہا کہ بنی ہاشم کی ترجیح کا ہمیں انکار نہیں اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ان میں پیدا کیا ہے مگر بنی مطلب اور ہم آپ سے ایک سی قرابت رکھتے ہیں ان کی ترجیح کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم مثل ذات واحد کے ہیں۔ یعنی ہمیشہ باہم رہتے ہیں۔ ترجیح کی یہ وجہ ہے۔ ١٢ منہ

دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لئے اور نیز اس لئے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں (کیونکہ بعد وفات ابوطالب کے کوئی با وجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی آپ وہاں سے ملول ہو کر مکہ کو واپس ہوئے جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے پہنچے رات کو وہاں رہ گئے آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔

جب آپ نماز پڑھ چکے وہ ظاہر ہوئے انہیں اسلام کی طرف دعوت کی وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی سورۂ احقاف آیۃ ''واذ صرفنا الیك نفرا من الجن'' میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ عکاظ ومجنہ وذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا یہاں تک کہ سن گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی طرف دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ انصار کے آپ کو ملے آپ نے ان کو دعوتِ اسلام کی کی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے اور وہ انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آویں گے۔ مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچا اگلے سال کہ نبوت سے بارہواں سال تھا بارہ آدمیوں نے آ کر ملاقات کی پانچ پہلوں میں کے اور سات اُور۔ اور انہوں احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی اس کا نام بیعت عقبہ اُولیٰ ہے آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو واسطے تعلیم قرآن مجید اور شرائع

اسلام کے مدینہ کو بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار میں کے مسلمان ہو گئے تھوڑے ان میں سے باقی رہے۔ پھر اگلے سال کہ نبوت سے تیرھواں سال تھا ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جاویں گے ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ آوے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئیں تھیں

(کذا فی تواریخ حبیب الہ و سیرۃ ابن ہشام)

من الروض

وَ عِنْدَ مَا جَآءَ جِبْرِيْلُ وَ قَالَ لَهٗ
اِقْرَأْ وَ اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ وَالسُّوَرْ
دَعٰى لِدِيْنِ اِلٰهِ الْعَرْشِ فَابْتَدَرَتْ
لَمَّا دَعٰى. زُمَرٌ مِّنْ بَعْدِهَا زُمَرْ
وَقَامَ يُنْذِرُ قَوْمًا خَالَفُوْا سَفَهًا
وَ كَذَّبُوْا حَسَدًا وَّالْحَقُّ هُمْ بَطَرُوْا
فَبَرَّأَ اللهُ مِمَّا قَدْ رَمَوْهُ بِهٖ
وَ زَوَّرُوْهُ فَاَقْوَالُ الْعِدٰى هَذَرْ
وِقَايَةُ اللهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ
مِنَ الدُّرُوْعِ فَمَا الْاَرْمَاحُ وَالْبُتُرْ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرْ

اور جب جبریل علیہ السلام آئے آپ سے فرمایا کہ پڑھئے اور آیات اور

سورتیں نازل ہونے لگیں۔آپ نے رب العرش کے دین کی طرف دعوت فرمائی سو آپ کی دعوت پر بہت سی جماعتیں دوڑیں اور ان کے بعد اور جماعتیں دوڑیں۔اور آپ مستعد ہو گئے کہ ایسی قوم کو ڈرانے لگے جنہوں نے حماقت سے مخالفت کی اور حسد سے تکذیب کی اور حق سے تکبر کیا۔سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تہمتوں سے بری کیا جو انہوں نے آپ پر لگائی تھیں اور ان کو اختراع کیا تھا۔حمایت خداوندی نے زرہوں کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ رکھی سو نیزے سے اور تلواریں کیا چیز ہیں۔

فصل ❶ بارہویں

(واقعۂ معراج شریف میں)

(اور اس فصل کو بوجہ مہتم بالشان ہونے کے ملقب بہ تنویر السراج ❷ فی لیلۃ المعراج کرتا ہوں)۔

منجملہ کمالات نبویہ عظیمۃ الشان کے ایک یہ واقعہ ہے جو مکہ میں بقول زہری ۵ سنہ ❸ نبوت کے بعد ہوا (کذا قالہ النووی) جس کے راوی اتنے صحابی ہیں۔ (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۸) حضرت ابو

❶ اس فصل کی روایتیں مواہب سے ہیں اور جو دوسری کتاب کی ہیں وہاں ان کے نام کے ساتھ لفظ کذا بڑھا دیا ہے اور اگر اس فصل کو کبھی جداگانہ شائع کیا جاوے تو یہ حاشیہ اس لفظ فصل پر لکھا جاوے جو اس کی تمہید میں مذکور ہے جیسا حاشیہ آئندہ میں معلوم ہوگا۔ ۱۲ منہ

❷ اس تلقیب مستقل میں یہ مصلحت بھی سوچی گئی کہ اگر اس کو جداگانہ چھاپنا چاہے تو نام نہ سوچنا پڑے۔ البتہ اس صورت میں اس کے اوّل میں بطور تمہید کے یہ عبارت بڑھا دینا مستحسن ہوگا۔ بعد حمد وصلوٰۃ یہ ایک فصل ہے نشر الطیب کی واقعہ معراج شریف میں جس کا لقب خود مؤلف نے تنویر السراج فی لیلۃ المعراج رکھا تھا جس کو استقلالاً شائع کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق منجملہ کمالات نبویہ الخ۔ ۱۲ منہ

❸ مگر چونکہ مشہور بارہواں سنہ تھا اس لئے یہ فصل ترتیب میں فصل سابق کے مضمون سے مؤخر کی گئی۔ ۱۲ منہ

ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ
(۱۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
(۱۳) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (۱۶) حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ (۱۷) حضرت ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ (۱۸) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ
(۱۹) حضرت ابوحبہ رضی اللہ عنہ (۲۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
(۲۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۲۲) حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ مردوں میں سے اور (۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (۲۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا (۲۵) حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا (۲۶) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سے اوران کے سوااور بھی۔ اب بعض واقعات لکھتا ہوں۔

(۱) واقعہ اوّل

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ مَیں حطیم میں لیٹا تھا (رواہ البخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے (رواہ الواقدی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اُمّ ہانی کے گھر تھے (رواہ الطبرانی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔ (رواہ البخاری)

(ف) جمع ان روایات میں یہ ہے کہ اُمّ ہانی کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا آپ نے بوجہ سکونت کے اپنا گھر فرمادیا وہاں سے آپ کو مسجد میں حطیم میں لے گئے اور ہنوز نوم کا اثر باقی تھا کہ وہاں پہنچ کر بھی لیٹ گئے۔ (ف) اور چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو ابتدائے اَمر ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ خارقِ عادت ہونے والا ہے۔

(۲) واقعہ دوم

کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد حرام میں

سوتے تھے کہ آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ وہ (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان (حاضرین) میں سے کون سے ہیں دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہیں۔

تیسرا بولا تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ کو اُٹھا لے گئے۔ (رواہ البخاری)

(ف) یہ حالت کہ کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے ابتداء میں تھی اور اسی کو سونا کہہ دیا پھر آپ جاگ اُٹھے اور تمام واقعہ میں بیدار رہے۔ اور بعض روایت میں جو معراج کے اخیر میں آیا ہے کہ پھر میں جاگ اُٹھا مراد یہ ہے کہ اس حالت سے افاقہ ہو گیا اور بعض نے اس زیادت کو غیر محفوظ کہا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ ان حاضرین میں سے کون سے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے (رواہ الطبرانی) اور طبرانی ہی میں ہے کہ اوّل جبریل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین آئے اور مسلم میں ارشادِ نبوی ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ ان تین میں ایک شخص ہیں جو دو شخص کے بیچ میں ہیں اور مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ و حضرت جعفر ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان سو رہے تھے۔

(۳) واقعہ سوم

اوّل آپ کا سینہ اُوپر سے اسفل بطن تک چاک کیا گیا اور آپ کا قلب نکالا گیا اور ایک زرّین طشت میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ کا قلب دھویا گیا پھر ایک اور طشت آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ قلب میں بھر دیا گیا اور اس کے اصلی مقام پر اس کو رکھ کر درست کر دیا گیا (كذا رواه مسلم عن روايتين عن ابی ذر و مالك بن صعصعة)

(ف) ملائکہ کا زمزم شریف سے آپ کے قلب کو دھونا حالانکہ کوثر سے بھی پانی آ

سکتا تھا بعض علماء کے نزدیک اس کی دلیل ہے کہ آبِ زمزم اس سے افضل ہے (قالہ شیخ الاسلام البلقینی) اور سونے کے طشت کا استعمال باوجود اس کے ممنوع ہونے کے کئی توجیہ کو محتمل ہے۔ اوّل یہ کہ تحریم ذہب مدینہ میں ہوئی تو اُس وقت تحریم نہ تھی (فتح الباری)۔ دوسرے یہ کہ معراج از قبیلِ اُمور آخرت تھی اور آخرت میں استعمال سونے کا جائز ہوگا۔ تیسرے یہ کہ آپ نے استعمال نہیں کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلف نہیں (عن ابی جمرۃ) اور ایمان وحکمت کا طشت میں ہونا اس کے معنٰی یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جواہر غیبیہ سے تھی جس سے ایمان اور حکمت میں ترقی ہو جیسے دنیا کے بعض جواہر کا تلبس واستعمال قلب اور دماغ میں قوت اور فرحت بڑھاتا ہے چونکہ وہ سبب تھا حکمت وایمان کا اس لئے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔ (کذا قالہ النووی)

(۴) واقعہ چہارم

پھر آپ کے پاس ایک دابہ سفید رنگ حاضر کیا گیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اُونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنی منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین ولگام لگا ہوا تھا۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تجھ کو کیا ہوا آپ سے زیادہ مکرم عند اللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ عرق عرق ہو گیا (رواہ الترمذی) اور آپ اس پر سوار ہوئے اور جبریل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ (عن شرف المصطفٰی بروایۃ ابی سعد)

(ف) یہ شوخی براق کی غضباً نہ تھی بلکہ طرباً تھی پھر آپ کے مرتبہ کی تجدید استحضار وتنبیہ سے خجل ہو کر ساکن ہو گیا۔ جیسا ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے اور اس کو حرکت ہوئی اور آپ کے اس ارشاد سے ساکن ہو گیا کہ ''اثبت فانما علیك نبی و صدیق و شهیدان''۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہنچے (رواہ البخاری) اور بعض

میں آیا ہے کہ آپ کو جبریل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحارث فی مسندہ) سو ان کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اوّل اوّل جبریل علیہ السلام خود بھی اس مصلحت سے سوار ہو لئے ہوں کہ آپ کو طبعاً خوف معلوم نہ ہو پھر اُتر کر رکاب تھام لی ہو اور دونوں حالتوں میں گاہ گاہ ضرورت کے موقع پر آپ کو تھامنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

(۵) واقعہ پنجم

جب آپ منزل مقصود کو روانہ ہوئے آپ کا گزر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ اُتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھیے۔ آپ نے نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے یثرب یعنی مدینہ (اس وقت تک اس کا نام یہی تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کے بعد سے مدینہ مقرر ہوا اور بعض روایات میں اب یثرب کہنے کی کراہت آئی ہے۔ ۱۲۔ منہ) میں نماز پڑھی پھر ایک سفید زمین پر آپ کا گزر ہوا۔

جبریل علیہ السلام نے کہا اُتر کر نماز پڑھیے۔ آپ نے نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی۔ پھر بیت اللحم پر گزر ہوا وہاں بھی نماز پڑھوائی اور کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے (رواہ البزار والطبرانی و صححہ البیہقی فی الدلائل) اور ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا ہے کہ آپ نے طور سینا پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے۔ (کذا رواہ النسائی)

(۶) واقعہ ششم

جس میں عجائب واقعات برزخ کے ملاحظہ فرمائے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا گزر ایک عجوزہ پر ہوا جو سرِ راہ کھڑی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ چلئے چلئے آپ چلتے رہے ایک بڈھا رستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ کو

بلاتا ہے کہ اے محمد اِدھر آیئے جبریل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ کا ایک جماعت پر گزر ہوا کہ انہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیک یا اوّل السلام علیک یا آخر۔ السلام علیک یا حاشر۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو جواب دیجئے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی وہ دنیا تھی سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے اور جس نے آپ کو پکارا تھا وہ اِبلیس تھا اور اگر آپ اِبلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے (رواہ البیہقی فی الدلائل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظہ نکارۃ غرابۃ) اور طبرانی اور بزار کی حدیث میں روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے ہیں اور کاٹ بھی لیتے ہیں اور جب کاٹتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے کے قبل تھا۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ پھر ایک قوم پر گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کُچلے جا چکتے ہیں تو پھر حالتِ سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا آپ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے سرگردانی کرتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر آپ کا گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مواشی کی طرح چر رہے تھے اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کرتے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے

والانہیں۔ پھر آپ کا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے وہ لوگ اس سڑے ہوئے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بی بی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس آوے اور شب باش ہو یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اُٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آوے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ پھر ایک شخص پر گزر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اُٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں اور لا لا کر رکھتا ہے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ کا ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔ پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے کہ کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے کیونکہ میرے بالا خانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور طشتریاں اور دستہ

دار کوزے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دُودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے۔
تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مؤمن اور مؤمنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اُس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا مَیں اس کو کفایت کروں گا مَیں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں مَیں وعدہ خلافی نہیں کرتا بے شک مؤمنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے جنت نے کہا کہ مَیں راضی ہوگئی۔
پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہوگئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر معاند جو یومِ حساب پر یقین نہیں رکھتا۔
دوزخ نے کہا کہ مَیں راضی ہوگئی۔ اور ابوسعید کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے مَیں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں مَیں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا مَیں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اس نے بھی کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف نظر کیجئے مَیں آپ سے کچھ دریافت کروں گی مَیں نے اس کی

طرف التفات نہیں کیا۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ اُس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اُوپر ❶ آچکا ہے) اور (ظاہراً یہ واقعات قبل عروج الی السمٰوات ❷ دیکھے گئے اور بعضے واقعات میں بعد عروج ❸ دیکھنے کی تصریح ہے چنانچہ) اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔

جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی اُٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ (اور آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اُونٹ کے سے ہیں وہ چنگاریاں نگلتی ہیں اور وہ ان کے اسفل سے نکل رہی ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔ اور آپ کا گزر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں۔ اور آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا اور وہ لوگ چغل خور عیب چین تھے۔

---

❶ یعنی سرخی واقعہ ششم کے شروع پر۔ ۱۲ منہ

❷ چنانچہ دلائل بیہقی والی حدیث کے شروع میں یہ الفاظ وارد ہیں فقال لها جبريل مه "يا براق فوالله ما ركبك مثله فسار رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا هو بعجوزة الخ" جن سے متبادر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رکوب براق کے بعد متصل ہی ان واقعات کا انکشاف ہوا۔ ۱۲ منہ

❸ مقتضا ترتیب کا ان کا ذکر کرنا بعد ذکر عروج کے تھا مگر واقعات کے تناسب سے یہ اقتران مستحسن معلوم ہوا۔ ۱۲ منہ

(ف) عالم برزخ باعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر انکشاف اس کا مشروط نہیں صاحب کشف کے اس مکان میں ہونے کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے یسار میں تھیں جن کا ذکر واقعہ دہم میں آوے گا۔ اور بعض مکشوفات کی نسبت تصریح نہیں کہ قبل عروج مشاہدہ فرمایا یا بعد عروج جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گزرا ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا سا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا کہ موسیٰ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اُوپر اُٹھایئے اور دیکھئے سو کیا دیکھتا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا کہ یہ آپ کی اُمت ہے اور ان کے علاوہ آپ کی اُمت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (کذا رواہ الترمذی)

(۷) واقعہ ہفتم

جب آپ بیت المقدس پہنچے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ مَیں نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہ السلام (اپنے مراکب کو) باندھتے تھے۔ اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا کہ جبریل علیہم السلام نے پتھر میں جو کہ بیت المقدس میں ہے اُنگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

(ف) دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو قدیم الزمان سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو جبریل علیہ السلام نے اُنگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ باندھنے کی ضرورت

کیا تھی کہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ آثار یہاں کے پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا بھی اندیشہ نہ ہوتا ہم اس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے قلب کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے۔

(۸) واقعہ ہشتم

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت اُنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام ''باب محمد'' ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب فناء مسجد میں پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلا وے آپ نے فرمایا ہاں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کیجئے آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا مَیں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے سو وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے سو میرا ہاتھ جبریل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا مَیں نے سب کو نماز پڑھائی جب مَیں فارغ ہوا جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی مَیں نے کہا کہ نہیں اُنہوں نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور بیہقی نے ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَیں اور جبریل بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی اور ابن مسعود کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ مَیں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو مَیں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع

میں ہیں کوئی سجدہ میں پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ کون امامت کرتے ہیں سو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی اور ابن مسعود سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ نماز کا وقت آ گیا اور میں ان کا امام بنا اور ابن عباس سے یہ ہے کہ جب آپ مسجد اقصیٰ میں پہنچے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو تمام انبیاء آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ اور بیہقی میں ابوسعید سے اس طرح روایت ہے کہ آپ نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی اس جماعت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوئے۔ کیونکہ جب آپ امام الانبیاء ہیں اور انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں تو امام الملائکہ بدرجہ اولیٰ ہوں گے۔ ۱۲ منہ) جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں، فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرماوے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) پھر اَرواحِ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سبھوں نے اپنے رب پر ثناء کی۔ سو ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو مقتدا صاحب قنوت بنایا کہ میرا اقتدا کیا جاتا ہے اور مجھ کو آتش (نمرودی) سے نجات دی اور اس کو میرے حق میں خنک اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ثناء کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھ کو برگزیدہ فرمایا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری اُمت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق عدل

کرتے ہیں۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کر کے یہ تقریر کی کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مسخر فرمایا) اور مجھ کو حکمت اور اوصاف تقریر عنایت فرمائی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کے بعد یہ تقریر کی کہ جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عماراتِ عالیشان اور مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) اور مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی اور میرے لئے شیاطین اور انسان اور جن اور طیر کے لشکروں کو مسخر کیا اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لئے شایاں نہ ہوگی اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو مشابہ آدم (علیہ السلام) کے بنایا کہ ان کو مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو (ذی روح) ہو جا اور وہ (ذی روح) ہو گیا اور مجھ کو لکھنا اور حکمت اور توراۃ و انجیل کا علم دیا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل کا قالب بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکمِ خدا مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا اور مُردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور مجھ کو پاک کیا اور مجھ کو اور میری والدہ کو شیطانِ رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی ثنا کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثنا کی اور میں بھی اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا

اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) اَمر کا بیان ہے (خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً) اور میری اُمت کو بہترین اُمت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری اُمت کو اُمتِ عادلہ بنایا اور میری اُمت کو ایسا بنایا کہ وہ اَوّل بھی ہیں (یعنی رُتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اَوّل اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے فائق ہو گئے۔ پھر آپ کے عروج الی السموات کا ذکر کیا۔

اور ایک اور روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں کا ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مالک داروغہ دوزخ کے ہیں ان کو سلام کیجئے مَیں نے ان کی طرف دیکھا تو اُنہوں نے ہی پہلے مجھ کو سلام کیا (کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ الاسراء میں دَجّال کو بھی دیکھا اور خازن نار کو بھی دیکھا (کذا رواہ مسلم) ظاہراً اس اقتران ذکری سے معلوم ہوتا ہے کہ دَجّال کو بھی بیت المقدس کے موقع پر دیکھا یعنی اس کی صورت مثالیہ کو کیونکہ وہاں اس کا نہ ہونا ظاہر ہے۔

(۹) واقعہ نہم

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے ایک ظرف شراب کا اور ایک دُودھ کا لائے آپ فرماتے ہیں مَیں نے دُودھ کو اختیار کیا جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت (یعنی طریق دین) کو اختیار فرمایا پھر آسمان کی طرف عروج کیا (کذا رواہ مسلم) اور احمد کی

حدیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک ظرف دُودھ کا ایک شہد کا آیا ہے اور بزار کی روایت میں تین ظرف آئے ہیں دُودھ اور شراب اور پانی اور شداد بن اوس کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ بعد نماز کے مجھ کو پیاس لگی اس وقت یہ برتن حاضر کئے گئے اور جب کہ مَیں نے دُودھ کو اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو میرے سامنے تھے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا۔ (ف۔ متعلق واقعہ ہشتم ونہم ۱۲) براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں ان میں ترتیب اس طرح مفہوم ہوتی ہے۔ (۱) فناء مسجد میں پہنچ کر حُوروں سے ملنا بات کرنا۔ (۲) آپ کا اور جبریل علیہ السلام کا دو رکعت پڑھنا غالباً یہ تحیۃ المسجد ہے اس وقت غالباً بعض دوسرے انبیاء علیہما السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ نے مختلف حالتوں میں دیکھا کسی کو راکع کسی کو ساجد غالباً یہ سب تحیۃ المسجد پڑھتے تھے اور ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی حضرات بتامہم اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ کے مقتدی ہو گئے ہوں گے۔ (۳) پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام کا جمع ہو جانا۔

(۴) پھر اذان و تکبیر ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور بعض ملائکہ آپ کے مقتدی تھے ان میں سے بعض کو آپ نہ پہچانتے تھے اسی واسطے جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ جمیع انبیاء مبعوثین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور اس کی تحقیق کہ یہ نماز کون سی تھی واقعہ بست وسوم کے ذیل میں آوے گی اور اذان و اقامت یا تو ایسی ہی ہو گو عام حکم اس کا مدینہ میں پہنچنے کے بعد ہوا اور یا اور طرح کی ہو۔ (۵) پھر ملائکہ سے تعارف ہونا شاید خازن نار سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور نام سُن کر فرشتوں کا پوچھنا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا دلیل اس کی ہے کہ ان فرشتوں کو آپ کے متعلق یہ علم تھا کہ آپ کے لئے ایسا ہونے والا ہے آگے اس میں دو احتمال ہیں یا تو ہنوز اعطاء نبوت ہی کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ ملائکہ کے مشاغل مختلف ہیں دوسرے معاملات کا ہر وقت علم نہیں ہوتا اور یا نبوت کا علم

پہلے سے ہو اور مقصود پوچھنے سے یہ ہو کہ معراج کے لئے ان کے پاس حکم پہنچ چکا اور اسی طرح آگے جو سمٰوات میں سوال ہوا ہے وہاں بھی یہی تقریر ہے۔

(۶) پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔ (۷) پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا۔ (۸) پھر پیالوں کا پیش ہونا جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے دُودھ اور شہد اور خمر اور پانی، کسی نے دو کے ذکر پر اکتفاء کیا کسی نے تین کے ذکر پر یا یہ کہ تین ہوں ایک پیالے میں پانی ہو کہ شیرینی میں شہد جیسا ہو کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو کبھی پانی اور ہر چند کہ شراب اس وقت حرام نہ تھی کیونکہ یہ مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان نشاط ضرور ہے۔

اس لئے مشابہ دُنیا کے ہے شہد بھی اکثر تلذذ کے لئے پیا جاتا ہے غذا کے لئے نہیں تو یہ بھی اَمر زائد اشارہ لذات دنیا کی طرف ہوا اور پانی بھی معینِ غذا ہے غذا نہیں جس طرح دنیا معینِ دین ہے مقصود نہیں اور دین خود غذائے رُوحانی مقصود ہے جیسا دُودھ غذائے جسمانی مقصود ہے اور گو غذائیں اور بھی ہیں مگر دُودھ کو اَوروں پر ترجیح ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے اور ایسے ہی ظروف کا بعد سدرۃ المنتہٰی کے پیش ہونا آیا ہے جیسے آگے آوے گا تو یہ پیشی مکرر ہوئی ہے (صرح بہ الحافظ عماد الدین ابن کثیر) شاید اس میں مصلحت تقویت تنبیہ و تاکید تحذیر ہو۔ (۹) پھر آسمان کا سفر۔ اور اس تقریر سے جس طرح ترتیب واقعات کی معلوم ہوئی اسی طرح روایات مذکورہ کے اشکالات از قبیلِ تعارض بھی رفع ہو گئے اور روایات جمع ہو گئیں و لعل عند غیری احسن من ھٰذا اور شاید یہاں پر انبیاء اور ملائکہ کا جمع ہونا بطور استقبال نبوی کے ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱۰) واقعہ دہم

اس کے بعد آپ کا آسمانوں پر صعود ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے بخاری میں آپ کا اِرشاد ہے کہ بعد قلب دھونے اور اس

ایمان وحکمت بھرنے کے مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس منتہائے نگاہ پر پڑتا ہے اور مجھ کو جبریل لے چلے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا تک پہنچے اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے گو درمیان میں بیت المقدس میں بھی اُترے۔ اور بیہقی میں ابوسعید کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس کے) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی اَرواح (بعد موت کے) چڑھتی ہیں سو اس زینہ سے زیادہ خوب صورت خلائق کی نظر سے نہیں گزرا تم نے (بعض) میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا سو وہ اس زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفٰی میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے داہنے بائیں ملائکہ اُوپر تلے گھیرے ہوئے تھے۔ اور کعب کی روایت میں ہے آپ کے لئے ایک زینہ چاندی کا رکھا گیا اور ایک سونے کا یہاں تک کہ آپ اور جبریل اس پر چڑھے۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ (جبریل) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ دروازہ آسمان تک پہنچا۔ (ف) براق اور زینہ کی روایات میں اس طرح جمع ممکن ہے کہ کچھ ایک پر سفر کیا ہو کچھ دوسرے پر جس طرح مکرم مہمان کے رُوبرو کئی سواریاں حاضر کی جاتی ہیں اس کو اختیار ہوتا ہے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر قطع کرے۔ اور براق ہر چند کہ نہایت تیز رفتار ہے مگر اس کی سرعت اور بطوء راکب کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ براق پر سوار ہونے کے بعد مختلف مواقع ومقامات پر نزول اور مختلف مناظر پر مفصل اطلاع ومرور ظاہراً اعتدال فی السیر کا قرینہ ہے۔

(۱۱) واقعہ یازدہم

حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اوّل آسمان دنیا تک پہنچے۔ جبریل علیہ السلام نے (آسمان کا) دروازہ کھلوایا (ملائکہ بوابین کی طرف سے) پوچھا گیا کون

ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں (رواہ البخاری) اور بیہقی کی حدیث میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچے اس کا نام باب الحفظہ ہے۔ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں اور شریک کی روایت میں حدیث بخاری میں یہ بھی ہے کہ اہل سموات کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا اِرادہ ہے جب تک کہ ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے اھ۔ جیسے یہاں جبریل علیہ السلام کی زبانی معلوم ہوا اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ معلوم ہوگئی کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی پہنچا ہے اور اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کیے گئے تفصیل اس کی واقعہ ہشتم نمبر ۵ میں مذکور ہوئی ہے اور وہاں خود پوچھنے کی وجہ عقلی بھی لکھی گئی ہے اس دلیل نقلی سے اس توجیہ عقلی کی تائید ہوگئی بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا آپ فرماتے ہیں کہ مَیں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ مَیں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو ایک اور روایت میں ہے کہ آسمانِ دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں روتے ہیں مَیں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں اُنہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی رُوحیں ہیں سو داہنی طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں اس لئے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین) اور بزار کی

حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں۔ اور شریک کی روایت بالا میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سماء دنیا میں نیل اور فرات کو دیکھا اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی سماء دنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی کہ اس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہیں اور وہ کوثر ہے۔

(ف) حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سمٰوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی رُوح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صُوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں رُوح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لئے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو بیت المقدس میں دیکھا جیسا واقعہ ہشتم میں مذکور ہے وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرقِ عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں کہ اوّل آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ واللہ اعلم اور آدم علیہ السلام کے داہنے بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمان پر

موجود اور مستقر نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں اور اس ٹھکانے اور مقامِ آدم علیہ السلام کے درمیان دروازہ تھا اس دروازے سے ان صورتوں کا عکس اس مقام پر پڑتا ہوگا یا وہ ہوا جو آتی تھی آخر وہ بھی جسم ہے اس میں خاصیت انطباع و انعکاس کی ہوگی جیسے ہوا شعاعوں سے متکیف ہو کر قابل رویت کے ہو جاتی ہے کیونکہ اس روایت میں دروازہ کا ہونا آیا ہے یہ ظاہراً قرینہ ہے اس کا کہ وہ دروازہ واسطہ تھا یہاں تک ان صورتوں کے اثر پہنچنے کا واللہ اعلم پس اس میں یہ اشکال نہ رہا کہ نصِ قرآنی ''اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی اَرواح آسمان پر نہیں جاسکتیں پھر آسمانِ دنیا پر یہ روحیں کافروں کی جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں۔

اور نیل وفرات کا دوسری روایات میں ساتویں آسمان کے اُوپر سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے دیکھنا ثابت ہوتا ہے سو اس سوال کا جواب کہ یہ نہریں تو دنیا میں ہیں وہاں ہونے کے کیا معنیٰ آگے سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے موقع پر دیا جاوے گا یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی توجیہ سمجھ لی جاوے وہ یہ ہے کہ اصل سرچشمہ ان کا سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ ہو اور پھر نکل کر پانی آسمانِ دنیا پر جمع ہوتا ہو اور پھر وہاں سے زمین میں آتا ہو جیسا آگے مذکور ہوگا۔ اور ایسی ہی تقریر سے یہ اشکال رفع کر لیا جاوے کہ دوسری احادیث سے حوضِ کوثر کا جنت میں ہونا منصوص ہے یعنی اصل وہاں ہو اور یہاں اس کی ایک شاخ ہو جیسا ایک شاخ اس کی میدانِ قیامت میں ہوگی۔

(۱۲) واقعہ دوازدہم

بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغامِ الٰہی بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سُن کر کہا مرحبا

آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب مَیں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام موجود ہیں اور وہ دونوں باہم خلیرے ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ وعیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ مَیں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا کہ مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو (ف) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ کے نواسے ہیں چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قرار دیا گیا اور اگر وہ واقع میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام خلیرے ہوتے اس لئے مجازاً ان کو خلیرا فرما دیا گیا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں ہیں اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں۔ اوران دونوں نے بھائی اس لئے کہا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔

(۱۳) واقعہ سیزدہم

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں اُنہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سُن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب مَیں (وہاں) پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے مَیں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک (بڑا) حصہ عطا کیا گیا ہے (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم) اور بیہقی کی حدیث میں بروایت ابوسعید اور طبرانی کی حدیث میں بروایت ابو ہریرہ

یوسف علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے کہ ایک ایسے شخص کو دیکھا جو خلق اللہ سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں شب کا چاند باقی کواکب پر۔ (ف) اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس عموم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہوں اور قرینہ اس کا ایک حدیث ہے جس کو ترمذی نے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا کہ خوب صورت اور خوش آواز نہ ہو اور تمہارے نبی ان سب سے زیادہ حسین اور سب میں زیادہ خوش آواز تھے۔ دوسرے احتمال یہ ہے کہ عموم اپنے ظاہر پر باقی رہے اور فضلِ جزئی فضل کلی میں قادح نہیں یا یوں کہا جاوے کہ حُسن کے انواع مختلف ہیں ایک نوع میں حضرت یوسف علیہ السلام احسن ہوں اور ایک نوع میں ہمارے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم احسن ہوں اور خود ان دونوں نوعوں میں یوں تفاضل ہو کہ نوع یوسفی ظاہراً و بداہۃً ابہر و اظہر اور واقف عند حد ہو اور نوع محمدی معنیً و امعاناً الطف وادق اور لاتقف الی حد ہو اوّل نوع کا لقب حسن صباحت مناسب ہے اور دوسری نوع کا نام حسن ملاحت گویا یہ شعر اسی کا مصداق ہے ؎

یزیدك وجهه حسناً اذا ما زدته نظرا

والله اعلم بحقائق الامور والمحل محل ادب

(۱۴) واقعہ چہاردہم

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سُن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ادریس ہیں ان کو سلام

کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔
(ف) باوجود یہ کہ ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد میں ہیں پھر ان کا برادر کہنا اخوۃ نبوت کی بناء پر ہے اور ابن پر اس کو ترجیح دینا بوجہ ادب کے ہے برابر کے بیٹے کو یا اپنے سے بھی بڑے درجہ کے بیٹے کو بھائی کے لقب سے پکارنے لگتے ہیں۔ اور ابن المنیر نے کہا ہے کہ ایک طریق شاذ میں مرحبا بالابن الصالح بھی آیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ادریس حضرت الیاس علیہ السلام کا لقب ہے اور یہی ملے ہیں اور یہ اجداد نبویہ میں سے نہیں واللہ اعلم۔

(۱۵) واقعہ پانزدہم

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا گیا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں۔ وہاں سے کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام موجود تھے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

(۱۶) واقعہ شانزدہم

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے انہوں نے فرمایا

میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی اُمت کے جنت میں داخل ہونے والے میری اُمت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے (تو مجھ کو اپنی اُمت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میرا اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آپ کی اطاعت کرے گی اور اس لئے میری اُمت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے)

(ف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کے اتباع تھوڑی ہی مدت میں کہ اس وقت تک آپ سنِ شیخوخت تک بھی نہ پہنچیں گے اتنی کثرت سے ہو جاویں گے کہ اَوروں کے سنِ شیخوخت تک بھی اتنے اتباع نہیں ہوئے و نیز آپ کی کل عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی ہوئی۔ (کذا فی قصص الانبیاء)

(۱۷) واقعہ ہفدہم

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے جدامجد ابراہیم ہیں اِن کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم) اور دلائل بیہقی میں ابوسعید سے روایت ہے کہ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں بہت حسین ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم

کے کچھ لوگ ہیں اور میری اُمت بھی موجود ہے دو قسم کے ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں مَیں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے سو مَیں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی (ف) بعض روایات میں ترتیب منازل انبیاء علیہم السلام کی اور طرح بھی آئی ہے مگر اصح یہی ہے جو مذکور ہوا واللہ اعلم اور بیت المعمور کے متعلق بعد ذکر سدرہ کے کچھ اور بھی آوے گا۔

(۱۸) واقعہ ہشدہم

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں ہیں دو اندر کو جاری ہیں اور دو باہر کو آ رہی ہیں مَیں نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ جو اندر کو جاتی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور باہر جو آ رہی ہیں یہ نیل اور فرات ہے۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا اور دوسرا دُودھ کا تیسرا شہد کا لایا گیا مَیں نے دُودھ کو اختیار کیا جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ اور آپ کی اُمت قائم رہے گی اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں اور مسلم میں یہ ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائے سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے اس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید ہے مَیں نے ایک

برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا اور بیہقی کی حدیث میں ابوسعید کی روایت ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اُوپر اُٹھا لئے جاتے ہیں اور جو احکام اُوپر سے آتے ہیں وہ (اوّل) اسی پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالمِ دنیا میں) لائے جاتے ہیں (اور اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے) اور بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگتوں نے چھالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھیں اور مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھالیا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کو ایک عجیب چیز نے چھالیا تو اس کی ہیئت بدل گئی سو کوئی شخص خلائق میں سے اس کا وصف بیان نہیں کرسکتا۔ اور ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ ہے کہ پھر میرے روبرو بیت المعمور بلند کیا گیا (کذا رواہ مسلم) اور ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر مَیں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور مٹی اس کی مشک ہے (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

(ف) ظاہراً احادیث سے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے میں ہونے کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اس کی جڑ ممکن ہے چھٹے میں ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چار نہریں چھٹے میں ہوں جیسا کہ روایات میں ہے کہ یہ نہریں اس کی جڑ سے نکلتی ہیں اصل یہ ہے کہ جب چھٹے آسمان سے گذر کر ساتویں کے اندر کو نفوذ کرتا ہوا آگے پہنچا تو یہ موقع نفوذ کا اس کے لئے بمنزلہ جڑ کے ہے جو ساتویں میں ہے تو وہ نہریں اس دوسری جڑ سے نکلیں اور یہ جو اندر کو جارہی تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم

ہوتی ہیں کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اوراس کا وہ موقع جہاں سے کوثر ونہر رحمت کا اس سے انشعاب ہوا ہے یہ سب سدرہ کی دوسری جڑ میں ہوں۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے ظاہراً کوثر کا جنت ہونا معلوم ہوتا ہے سو غالباً خارج وہ حصہ ہے جو سدرہ کی جڑ میں ہے باقی زیادہ حصہ اس کا جنت کے اندر ہے جیسا اور حدیثوں میں اس کا جنت کے اندر ہونا وارد ہے اور نیل وفرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ دنیا میں جو نیل وفرات ہیں ظاہر ہے کہ بارش کا پانی جذب ہو کر پتھر سے جاری ہوتا ہے اور بارش آسمان سے ہے سو جو حصہ بارش کا نیل وفرات کا مادّہ ہے ممکن ہے کہ وہ حصہ آسمان سے آتا ہو پس اس طور پر نیل وفرات کی اصل آسمان پر ہوئی اور سدرۃ المنتہٰی کے الوان کی نسبت فراش وجراد کہنا تشبیہاً ہے ورنہ وہ فرشتے تھے۔ اور یہ فرمانا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھے اس کے معنٰی یا تو یہ ہیں کہ اوّلاً معلوم نہ ہوا ہو یا یہ فرمانا تعجباً ہے کہ اس کے حسن کی تعبیر کا طریقہ نہیں معلوم کس طرح بیان کیا جاوے اور مسلم کی روایت سے جو کہ بیت المعمور کے متعلق ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہٰی سے بھی اُوپر ہے جیسا اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے ثم رفع الی البیت المعمور کا اور یہ رفع مؤخر ہے سدرۃ المنتہٰی کے دیکھنے سے جیسے کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے اور خود سدرۃ المنتہٰی کا مقامِ ابراہیم علیہ السلام سے بالاتر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے جیسا اس لفظ کا مدلول ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہٰی کی طرف بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے ثم رفعت الی سدرۃ المنتہٰی کا اور یہ مؤخر ہے ابراہیم علیہ السلام کے ملے سے جیسا کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنٰی کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے تھے جیسا ''واقعہ ہفدہم'' میں ہے سو اس کی توجیہ قریب یہ ہے کہ بنیاد اس کی ساتویں آسمان پر ہو اور ابراہیم علیہ السلام اسفل دیوار سے کمر لگائے ہوں مگر ارتفاع اس کا رفیع سے بھی رفیع ہو کہ سدرۃ المنتہٰی ہے جو کہ ساتویں آسمان سے بلند ہے نیز بلند تر ہو اور ''واقعہ ہفدہم'' میں جو آپ کا نماز پڑھنا ہمراہی ابراہیم علیہ السلام

کے پاس والوں کے مذکور ہے اس میں بھی اشکال نہیں کیونکہ نماز نیچے کے درجے میں ہوگی جیسا اکثر مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے اور طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت معمور ایک مسجد ہے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اُوپر گرے اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔ اور یہ جنت میں داخل ہونا جو اُوپر مذکور ہوا ہے۔

ممکن ہے کہ بیت المعمور دیکھنے سے پہلے ہو اور ممکن ہے کہ بعد میں ہو لیکن اتنا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہٰی کے قریب ہے اور اس میں دونوں احتمال ہیں کہ جنت کا ارتفاع بیت المعمور سے ارفع ہو یا نہ ہو اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گو یہ جنت قریب سدرۃ المنتہٰی کے ہے مگر اس سے ارفع بھی ہے چنانچہ بیہقی نے ابوسعید خدری سے بعد سدرۃ المنتہٰی کی سیر کے یہ روایت کیا ہے کہ ثمّ رفعت الی الجنۃ یعنی پھر مجھ کو جنت کی طرف بلند کیا گیا۔ واللہ اعلم اور بیہقی کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ بعد سیر جنت کے پھر دوزخ کو میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ کا غضب اور عذاب اور انتقام تھا اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جاوے تو اس کو بھی کھالے پھر وہ بند کر دیا گیا اھ۔ اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ رہے درمیان سے حجاب اُٹھا کر آپ کو دِکھلا دیا گیا۔

(۱۹) واقعہ نوزدہم

بخاری میں بعد ذکر بیت المعمور اور دُودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کیے جانے کے روایت ہے کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر یوم میں فرض کی گئیں اور ایک روایت میں بعد لقاء ابراہیم علیہ السلام کے ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ مَیں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں مَیں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی سو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ (کذافی المشکوٰۃ عن الشیخین)

(ف) پہلی روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا سیر بیت المعمور سے متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ پھر کا مقتضا ہے جو مدلول ہے کلمہ ثم کا اور دُوسری روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا اس میدان میں پہنچنے سے متصل یعنی غیر متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ سو کا مقتضا ہے جو ترجمہ ہے فاء کا ثابت ہوتا ہے جس سے دونوں میں غور کرنے سے یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بعد عرض بیت المعمور کے اس میدان میں پہنچنا ہوا اور اس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہوگئیں واللہ اعلم نیز ایک اور قرینہ سے بھی اس محل صریف اقلام کا سدرہ اور بیت المعمور سے ارفع ہونا معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ اقلام تقدیر کے ہیں جو احکام تکوینیہ جزئیہ یومیہ کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں اور سدرہ کی نسبت واقعہ ہشدہم میں آیا ہے کہ اُوپر سے جو اَحکام نازل ہوتے ہیں وہ اَوّل وہاں آتے ہیں تو سدرہ اس کے تحت میں ہوا اِسی طرح بیت المعمور کی اصل ساتویں آسمان میں ہے اور وہاں فرشتے عبادت میں مشغول ہیں اور سمٰوات اس عموم میں داخل ہیں یتنزل الامر بینھن تو بیت المعمور بھی اس کے تحت میں ہوا۔

(۲۰) واقعہ بستم

بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبریل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق دے کر مبعوث فرمایا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں مَیں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا اور حالانکہ مَیں خلائق میں رُتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے مفارقت اختیار کی اور تمام آوازیں مجھ سے منقطع ہوگئیں (کذا فی شرح النووی لمسلم) اور ابوالحسن بن غالب نے ابوالربیع بن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حدیث ابن عباس سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا اے جبریل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا ترجمہ کیا ہے ؎

بدو گفت سالارِ بیت الحرام — کہ اے حاملِ وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغ تجلّی بسوزد پرم

اور اسی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت مجھ کو ایک پکارنے والے نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جایئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ آیت پڑھو ''هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا'' سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے۔ اور ابوبکر کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجہ میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دُور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ کو فہم مقصود سے مانع ہو۔ اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ بعد قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی مسند سبز میرے لئے اُتار دی گئی اور میں اس پر رکھا گیا پھر مجھ کو اُوپر اُٹھایا گیا یہاں تک کہ میں

عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اس کو بیان نہیں کرسکتی مواہب میں ابن غالب کے حوالہ سے ان روایات کو شفاء الصدور سے نقل کر کے کہا ہے والعهدة علیه فی ذٰلك اھ (ف) بزار کی روایت سے ظاہراً معلوم ہوا ہے کہ عروج سمٰوات بھی براق ہی پر ہوا ہے واللہ اعلم اور رحمت الٰہیہ کی توجہ کے لئے جو آپ کو حکم ہوا ٹھہرنے کا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا آگے بڑھنا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو شغل مانع ہو جاوے گا توجہ رحمت سے جس طرح مخلوق کے لئے ایک شغل دوسرے شغل سے مانع ہو جاتا ہے بلکہ معنٰی یہ ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرما رہے ہیں آپ سیر کو منقطع کیجئے اور اس میں مشغول ہو جایئے کیونکہ شغل سیر مانع ہوگا یکسوئی تام سے اس رحمت کے اخذ کرنے میں واللہ اعلم۔

(۲۱) واقعہ بست ویکم

حق تعالیٰ کی رویت اور کلام۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور عبد الرزاق نے بواسطہ معمر کے حسن سے روایت کیا کہ انہوں نے حلف کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے عروہ بن الزبیر سے اس روایت کو ثابت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں اور کعب احبار اور زہری اور معمر سب اس کا جزم کرتے ہیں اور نسائی نے باسناد صحیح بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور رویت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور طبرانی نے اوسط میں بسند ثقات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ بصر سے اور ایک مرتبہ قلب سے۔ اور خلال نے کتاب السنہ میں مروزی سے نقل کیا کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افتراء کیا سو کون سی دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا جواب دیا جائے انہوں نے فرمایا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے رایت ربی یعنی مَیں نے اپنے رب کو دیکھا ہے (تو امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہوگئی اور کلام کرنا صحاح میں ان اُمور کے ساتھ وارد ہے۔ پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورہ بقرہ عنایت ہوئیں اور جو شخص آپ کی اُمت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرادے اس کے گناہ معاف کئے گئے (کذا رواہ مسلم) اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا اِرادہ کرے اور اس کو کرنے نہ پاوے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کرلیا تو (کم از کم) دس حصے کر کے لکھی جاوے گی اور جو شخص بدی کا اِرادہ کرے پھر اس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کرلے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی (کذا رواہ مسلم) اور بیہقی نے ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کا اختصار یہ ہے کہ آپ نے جناب باری تعالیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور ملک عظیم اور موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی اور داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم اور لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا اور سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم اور اِنس و جن وشیاطین وہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دینا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اِنجیل وتورات اور ابراء اکمہ وابرص واحیا موتیٰ کا عطا ہونا اور ان کا اور ان کی والدہ کا شیطان سے پناہ دینا عرض کیا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مَیں نے تم کو حبیب بنایا اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح صدر ووضع وزر ورفع ذکر مرحمت فرمایا سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری اُمت کو خیر اُمت اور اُمت عادلہ بنایا اور اوّل بھی اور آخر بھی بنایا اور ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینے میں

ان کی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اوّل اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا اور مَیں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورۂ بقر بلاشرکت دوسرے انبیاء کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر عطا فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا اس کے اسناد میں ابو جعفر ہیں جن کو ابنِ کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے۔

(ف) بعض صحابہ کا نفی رویت کرنا اپنی رائے ❶ سے ہے جو مستنبط ہے بعض عمومات سے جیسے لا تدرکہ الابصار لیکن بعد اثبات بالنصوص کے ان عمومات کو محمول کیا جاوے گا نفی ادراک بمعنی معرفت کنہ واحاطہ پر اور آپ کا یہ فرمانا کہ نور آنی اراہ محمول اس پر ہے کہ نور جس درجہ میں مانع رویت ہوتا ہے وہ درجہ مرئی نہیں ہوا اور آخرت میں یہ عادۃ مبدل ہو جاوے گی اور ایسا انکشاف ہوگا کہ اس سے فوق استعداد بشری کے لئے متصور نہیں اور مطلق رویت کی نفی کو مستلزم نہیں۔ اور خواتیم سُورہ بقرہ وغیرہ کا نزول مدینہ میں ہونا اس روایت کے منافی نہیں کہ اس وقت اجمالاً وعدہ ہوا ہوگا پھر مدینہ میں نزول تفصیلاً عطا ہو گیا اور پانچ نمازوں کے ملنے سے مراد یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں اور ظاہراً یہ سب کلام مقام رویت میں ہوئے ہیں قرینہ اس کا یہ ہے کہ واقعہ نوزدہم میں مقام صریف الاقلام کے بعد نمازوں کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اور مقام صریف الاقلام کے بعد ظاہراً یہی مقام کلام معلوم ہوتا ہے گو ممکن ہے کہ نماز کی فرضیت قبل از انتقال مقام صریف الاقلام کے ہوئی ہو اور خود یہ اُمور جن کے ساتھ کلام واقع ہوا ظاہراً متحد الوقت ہیں جب فرضیت صلوٰۃ کا یہ وقت ہے تو سب

❶ کذا قال النووی وما اورد علیہ فی فتح الباری بقول عائشہ رضی اللہ عنہا فی قول اللہ تعالیٰ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ انہا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک فقال انما ھو جبریل و فی روایۃ ابن مردویہ فقلت یا رسول اللہ رایت ربک فقال لاانما رایت جبریل منھبطا حیث حکۃ النفی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال و ھو (ای جزم النووی بأن عائشۃ لم تنف الرویۃ بحدیث مرفوع) عجیب فاقول ھٰذا الایراد عجیب لان النفی فی ھٰذا الحدیث المرفوع انما یتعلق بالرویۃ الخاصۃ المذکور فی ھٰذہ الآیۃ لا مطلق الرویۃ والکلام فی مطلقھا فافھم ۱۲ منہ)

مکالمات کا یہی ہوگا واللہ اعلم۔ اور یہ جو حدیثوں میں کعب کا قول ہے ان اللہ قسم رویۃ و کلامہ بین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و موسیٰ علیہ السلام (کذا رواہ الترمذی) اس سے نفی کلام کی لازم نہیں آتی کیونکہ مراد اس سے عادۃ کلام کی ہے جو مرۃً بعد اخریٰ ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام خاص ایک ہی بار واقع ہوا چنانچہ اسی حدیث میں کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے فکلم موسٰی مرتین و راٰہ محمد مرتین اور یہ رویت مرتین جو فرمایا تو ظاہر یہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک بار دل سے دیکھا اور ایک بار بصر سے اور یہ جو حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نسبت آیا ہے کہ ان کے قبل کسی سے مشافہۃً کلام نہیں ہوا مراد اس سے یہ ہے کہ ایسے درجے کے آدمیوں میں پس اس مکالمت نبویہ کی نفی نہیں ہوئی اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور رویت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مراد اس سے بعض آثار خاصہ خلت کے ہیں تو ان کے اختصاص بابراہیم علیہ السلام سے انتفاء نفس خلت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لازم نہیں آتا اور یہ جو ارشاد ہوا کہ نیکی کا اِرادہ لکھا جاتا ہے اور بدی کا نہیں لکھا جاتا مراد اس سے مرتبہ عزم کا نہیں وہ تو خود ایک عمل ہے کہ بدی میں بھی لکھا جاوے گا بلکہ مراد اس سے مرتبہ تمنی ہے جب کہ اِرادہ پختہ نہ ہوا ہو لیکن نیکی کی تمنی کو زائل کرنے کا قصد نہ ہو اور بدی کی تمنی کے ازالہ کا قصد ہو تو اس حالت میں نیکی لکھی جاوے گی اور بدی نہ لکھی جاوے گی۔

(۲۲) واقعہ بست و دوم

واپسی فوق سمٰوات سے سمٰوات کی طرف۔ بخاری میں بعد سیر بیت المعمور اور پیش ہونے ظروف خمر و لبن و عسل کے (جس کا ذکر واقعہ ہشدہم میں ہوا ہے) یہ ہے کہ پھر مجھ پر ہر رات دن پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر مَیں واپس ہوا آپ فرماتے ہیں کہ مَیں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا

مَیں نے کہا کہ پچاس نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا اُنہوں نے فرمایا کہ آپ کی اُمت سے پچاس نمازیں ہرگز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی واللہ مَیں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں اپنے رب کے پاس (یعنی اس مقام کو جہاں یہ حکم ہوا تھا) واپس جایئے اور اپنی اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے مَیں واپس گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں مَیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں مَیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا مَیں پھر لوٹا سو دَس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا مَیں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں دس نمازوں کا حکم ہوا مَیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا مَیں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی اُمت (یعنی سب اُمت) ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی اور مَیں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنے لئے تخفیف مانگئے۔ آپ نے فرمایا مَیں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ مَیں شرما گیا (گو پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور مسلم کی روایت میں پانچ پانچ کا کم ہونا آیا ہے اور اس کے اخیر میں یہ ہے کہ اے محمد یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دَس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہوگئیں۔ اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے اِرشاد فرمایا کہ مَیں نے جس روز آسمان و زمین پیدا کیا تھا آپ پر اور آپ کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں سو آپ اور آپ کی اُمت اس کی پابندی کیجئے۔ اور اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل پر دو

نمازیں فرض ہوئیں تھیں مگر ان سے ادا نہ ہوسکیں اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ یہ پانچ ہیں برابر پچاس کے سوآپ اور آپ کی اُمت اس کی پابندی کریں آپ فرماتے ہیں کہ مَیں پہچان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہے جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے کہا پھر جایئے (اور تخفیف کرایئے) مگر مَیں پھر نہیں گیا۔ اور شیخین کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس ہیں میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لئے اس میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی) (کذا فی المشکوٰۃ)

(ف) فرضیت صلوٰۃ کے بعد واپس ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فوراً واپسی ہوئی یعنی درمیان میں رویت و مکالمت وغیرہ ہو کر پھر واپسی ہوئی اور دس دس کم ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ دو بار میں یہ دس کی کمی ہوئی پس پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے اس کو تعارض نہیں اور نسائی کی روایت سے اور مشکوٰۃ سے جو شیخین کی روایت نقل کی ہے اس سے آپ کے شرما جانے اور پھر درخواست نہ کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا تھا کہ پانچ ہیں برابر پچاس کے اور میرے یہاں بات نہیں بدلتی اس سے آپ اشارہ اس عدد کے مطلوب و مرضی حق ہونے کا سمجھے گو اس میں تصریح نہیں ہے کہ اس سے کمی ممکن نہیں کیونکہ اس کے معنیٰ یہ تھے کہ موجودہ عدد جو پانچ کا ہے یہ بھی پچاس کے برابر ہے ثواب میں کمی نہیں ہوئی اس میں اور کم ہونے کی نہ نفی ہے نہ کم کرانے کی نہی ہے اگر اور بھی کم ہوتی تو ثواب نہ گھٹتا اور وہ عدد پچاس کے برابر ہو جاتا اور پانچ کو جو برابر پچاس کے فرمایا تھا اس سے یہ لازم نہیں آیا تھا کہ اس سے کم عدد اس فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ اس کے معنیٰ صرف یہ تھے کہ یہ عدد اس سے کم فضیلت نہیں رکھتا۔

(۲۳) واقعہ بست وسوم

واپسی سمٰوات سے زمین کی طرف۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ کو اُمّ ہانی بنت

ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ کو جب معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے اُمّ ہانی مَیں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا تم نے دیکھا تھا پھر مَیں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر مَیں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا تم دیکھ رہی ہو پھر آپ باہر جانے کے لئے اُٹھے مَیں نے آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہئے آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذاء دیں گے آپ نے فرمایا واللہ مَیں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا مَیں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جانا تا کہ جو آپ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں اس کو سُنے۔ جب آپ باہر تشریف لے گئے ان کو خبر دی انہوں نے تعجب کیا اور کہا اے محمد اس کی کوئی نشانی ہے (جس سے ہم کو یقین آوے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سُنی آپ نے فرمایا نشانی اس کی یہ ہے کہ مَیں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اُونٹ بھاگ گیا تھا اور مَیں نے ان کو بتلایا تھا اُس وقت تو مَیں شام کو جا رہا تھا (یعنی سفر اسراء آغاز تھا) پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا مَیں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اُتار کر اس میں پانی پیا پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کو آرہا ہے سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اُونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہیں ایک کالا اور دُوسرا دھاری دار لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے سو اس اُونٹ سے پہلے کوئی اور اُونٹ نہیں ملا جیسا آپ نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا تو انہوں نے خبر دی کہ ہم نے

پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا اور ان دوسروں سے بھی پوچھا (جن کا اُونٹ بھاگنا بیان فرمایا تھا) اور یہ لوگ مکہ آ چکے تھے انہوں نے کہا واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اُونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سُنی جو اُونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ ہم نے اُونٹ کو پکڑ لیا (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ آنے کی خبر دی جب وہ دِن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو آفتاب چھُپنے سے رُک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آ گئے۔

(ف) ان روایات سے چند اُمور ثابت ہوئے اوّل عشاء اور فجر کے درمیان درمیان سفر ذہاباً وایاباً ختم ہو گیا اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی مگر آپ پڑھا کرتے ہوں گے اور دوسرے مؤمنین بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے اور فجر کی یہ نماز گو بعد معراج کے تھی مگر احادیث سے اوّل امامت جبریل علیہ السلام کی ظہر کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً اس فرضیت کی ابتداء موقت بہ ظہر ہو گی۔ اور بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کی نسبت بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ سو عشاء کی نماز مراد لینا مشکل ہے کیونکہ عشاء آپ پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہو گی کہ آپ پر وہ ایک زمانہ تک مثل فرائض کے مؤکد رہی اور اذان اسی تہجد کے لئے ہوئی ہو گی جیسا رمضان المبارک میں حضرت بلال کی اذان اس وقت وارد ہے۔ دوسرا اُمر یہ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کی تکذیب کی کیا وجہ اور اس تکذیب میں آپ کے اس جواب نہ دینے کی کیا وجہ کہ وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی و منامی ہے جس میں مستبعد سے مستبعد اُمر کا دعویٰ بھی مقبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔ تیسرا اُمر سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے ظاہراً وہ دونوں الگ الگ ہیں اور بیہقی کی روایت میں جن کا ذکر ہے کہ وہ آئے نہ تھے یہ الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک

تو مکہ آ پہنچا تھا اور دوسرا تنعیم کو آتا ہوا ملا اور اس تیسری کی نسبت شام تک نہ آنا اور حبسِ شمس ہونا مذکور ہے جس سے ظاہراً اس کا متغائر ہونا معلوم ہوتا ہے اور مواہب میں بلا سند دونوں قصے یعنی اُونٹ کے بھاگنے اور خاکستری اُونٹ کے پیشرو ہونے کے ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کیے ہیں تو غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلہ کے ٹکڑے ہیں یہ دو قصے دو جماعتوں میں ہوئے اور تیسرا قصہ وقت پر نہ آنے کا اور حبسِ شمس کا تیسری جماعت سے ہوا اور چونکہ یہ سب ایک ہی مجموع کے احاد ہیں اس لئے دو قصوں کو ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہوسکتا ہے اور حبس شمس میں کوئی اشکال عقلی نہیں ہے اس لئے یہ وجہ انکار کی نہیں ہوسکتی ہے۔ اور عام چرچا اس کا اس لئے نہ ہوا ہو کہ تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور کسی نے التفات نہ کیا ہو اور یہ اَمر باوجود تلاش کے مجھ کو نہ ملا کہ واپسی آپ کی براق پر ہوئی تھی یا کس طرح اگر کسی کو پتہ لگ جاوے اس مقام پر حاشیہ کا نشان بنا کر اس میں ملحق کر دے۔

(۲۴) واقعہ بست وچہارم

معاملہ مخاطبین بعد استماع قصہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شبا شب مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا (اس میں آگے کی نفی نہیں) تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا بعضے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور بعضے مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے یوں کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس میں لے جایا گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ ایسا کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں۔

لوگ کہنے لگے کیا تم اس اَمر میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے (حالانکہ وہ کس قدر دُور ہے) انہوں نے فرمایا ہاں مَیں تو اس سے زیادہ بعید اَمر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان کی خبر

کے بارے میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کر لیتا ہوں اسی لئے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن اسحٰق نے۔

(ف) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ منام کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسا اَمر مستبعد نہ تھا کہ بعضے لوگ مرتد ہو جاتے۔

(۲۵) واقعہ بست و پنجم

مطالبہ حجت از کفار و اقامتش از سید الابرار علیہ صلوٰۃ اللہ العزیز الغفار۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو مَیں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا تھا سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ مَیں اس کو دیکھتا تھا اور وہ جو جو مجھ سے پوچھتے تھے مَیں ان کو بتلاتا جاتا تھا روایت کیا اس کو مسلم نے (کذا فی المشکوٰۃ) اور احمد اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد لائی گئی اور مَیں اس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھی گئی اور آپ نے سب بیان فرمایا اور مَیں اس کو دیکھ رہا تھا اور ابن سعد نے اُمِ ہانی سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس میرے لئے مخیل (و متمثل) کیا گیا اور میں ان لوگوں کو اس کے نشان بتلا رہا تھا اور اُمّ ہانی کی اسی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ان کو (بوجہ غیر ضروری ہونے کے) گنا نہ تھا آپ فرماتے ہیں کہ بس مَیں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا جاتا تھا اور ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم ابن عدی والد جبیر بن مطعم کا تھا۔

(ف) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر بیداری میں مع الجسم ہوا ہے ورنہ یہ اعتراض متوجہ ہی نہ ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا کہ آپ بیان فرمایئے کیونکہ مَیں نے اس کو دیکھا ہے آپ بیان فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تصدیق کرتے جاتے تھے آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم صدیق ہو (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) تو اس میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ آپ کا پوچھنا شک وامتحان کے لئے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ کفار سُن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس اَمر میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ محسوسات میں خلاف واقع کی تصدیق نہ کریں گے اور کفار کا دریافت کرنا تو اسی مجلس میں ہو پھر بادی خواہ وہ ہوں یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں اور دوسرا مؤید سوال کا ہو گو قصد ہر ایک کا مختلف ہو اور یا دو مجلس میں ہو اور بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر ظاہر ہونا یا دارِ عقیل کے پاس آ کر رکھا جانا یا اسکی مثال کا منکشف ہونا ان میں جمع کی صورت سہل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی مثال منکشف ہوئی اور وہ دارِ عقیل کے پاس نمایاں ہوئی جیسا نسائی کی حدیث میں آپ کے سامنے دوزخ جنت کا متمثل ہونا آیا ہے اور غایۃ تشابہ کی وجہ سے اس کو بیت المقدس کا منکشف ہونا فرمایا گیا۔ اب یہ اشکال بھی نہ رہا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب رہتا اور ایسا اَمر عجیب تاریخ میں منقول ہوتا (۱) وھذا آخر ما اردت ایرادہ فی ھذا الخبر ۔ ومضی اللیل و بدا السحر ۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی ھذا النبی خیر الخلائق والبشر و علی آلہٖ واصحابہٖ مصابیح الغرر۔

(۱) اور تین قصے روایات معراج میں اور آئے ہیں ایک یہ کہ آپ نے ایک قوم کو دیکھا کہ تانبے کے ناخنوں سے اپنا منہ نوچتے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ غیبت کرنے والے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت آپ کی اُمت کو سلام فرما کر بھیجا تیسرے یہ کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اپنی اُمت کو پچھنے لگانے کا معالجہ کے لئے مشورہ دیجئے۔ اس وقت مجھ کو یہ حدیثیں نہیں ملیں جس کو مل جاویں حاشیہ میں ملحق کر دیں۔ ۱۲ منہ

فوائد متعلقہ واقعہ معراج

چونکہ ❶ یہ واقعہ نہایت مہتم بالشان ہے اس لئے برخلاف دوسرے فصول کے (کہ ان کے فوائد متعلقہ کو حواشی میں لکھا گیا جیسا کہ مقدمہ رسالہ میں مذکور ہے) اس کے بعض فوائد کو بھی اس کے بعد متن ہی میں لکھنا مستحسن معلوم ہوا مگر اختصار کے ساتھ اور یہ دو قسم کے ہیں ایک فوائد حکمیہ بضم الحاء جس کا لقب مقدمہ میں باب الانوار تجویز کیا گیا تھا دوسرے فوائد حکمیہ بکسر الحاء جس کا لقب مقدمہ میں باب الاسرار تجویز ہوا تھا۔ قسم اوّل عملیات ہیں قسم ثانی علمیات ہیں۔

قسم اوّل فوائد حکمیہ بالضم

(نمبر 1) احادیث اسراء میں مذکور ہے کہ آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے اور گو فرشتے ذکورۃ وانوثۃ سے منزہ ہیں مگر اطلاقات شرعیہ میں ان کا ذکر بصیغ ذکور آیا ہے اس لئے یہ استنباط چسپاں ہو گیا۔

(نمبر 2) اور اس میں یہ ہے کہ بیت المقدس پہنچ کر براق کو حلقہ سے باندھ دیا گیا اس سے احتیاط فی الامور و مباشرت اسباب کا منافی توکل نہ ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ اعتماد حق تعالیٰ پر ہو۔ (نمبر 3) اور اس میں یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام سے جب آسمان کے دروازہ پر پوچھا گیا کہ کون ہے جبریل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتلایا کہ جبریل۔ یوں نہیں کہا کہ مَیں اس سے معلوم ہوا کہ ایسے پوچھنے والے کے

❶ اگر یہ فصل کبھی الگ چھپے تو بعد سرخی فوائد متعلقہ واقعہ معراج یہ عبارت کافی ہے چونکہ یہ واقعہ نہایت مہتم بالشان ہے اس لئے اس کے بعض فوائد متعلقہ کو بھی اس کے بعد لکھنا مناسب معلوم ہوا مگر اختصار کے ساتھ اور یہ فوائد دو قسم کے ہیں ایک فوائد حکمیہ بضم الحاء جس کا حاصل احکام عملیہ ہیں اور دوسرے فوائد حکمیہ بکسر الحاء جس کا حاصل تحقیقات علمیہ ہیں اس کے بعد سرخی قسم اوّل الخ سے لکھا جاوے۔ ۱۲ منہ

جواب میں ادب یہی ہے کہ اپنا نام لے کیونکہ صرف میں کہنا اکثر اوقات معرفت کے لئے کافی نہیں ہوتا ایک حدیث میں اس پر انکار بھی آیا ہے۔ (نمبر 4) اور اسی سے استیذان کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں گو وہ مردانہ ہی ہو بلا اذن داخل نہ ہونا چاہئے۔ (نمبر 5) اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے کمر لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لئے ادب یہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔ (نمبر 6) اور اس میں یہ ہے کہ آدم علیہ السلام داہنی طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے اس سے شفقت والد کی اولاد پر ثابت ہوتی ہے کہ اس کی خوش حالی پر مسرور ہو اور بدحالی پر مغموم ہو۔ (نمبر 7) اور ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر روئے کہ ان کی اُمت کے لوگ جنت میں میری اُمت کے لوگوں سے زیادہ جاویں گے چونکہ یہ رونا اپنی اُمت پر حزن وحسرت اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تابعین پر غبطہ کے طور پر تھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اَمر خیر میں غبطہ محمود ہے اور غبطہ اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی اور دوسرے کے پاس سے زوالِ نعمت کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے اور حرام ہے۔ یہ فوائد نووی شارح مسلم نے لکھے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی جو خیال میں آئے لکھے جاتے ہیں۔ (نمبر 8) ان میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی اس سے یہ ثابت ہوا کہ راکب اگر کسی مصلحت سے اپنے خدم سے ایسا کام لے یا کوئی محب محض اکرام ومحبت سے ایسا کرے تو اس کو گوارا کر لینا جائز ہے البتہ برائے کبر نہ ہو۔ (نمبر 9) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے راہ میں بعض مقامات متبرکہ میں نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑھنا موجب برکت ہے بشرطیکہ اس مقام سے کسی مخلوق کی تعظیم مقصود نہ ہو خوب سمجھ لو نازک بات ہے۔ (نمبر 10)

اوران میں یہ بھی ہے کہ راہ میں آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا جیسا کہ واقعہ ششم میں مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر راکب اور عابر کسی جالس وراجل کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو اس کے لئے افضل ہے کہ راکب وعابر کو سلام کرے۔ (نمبر 11) اوران میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض اعمال پر لوگوں کو جزا ملتے ہوئے اور بعض کو سزا ملتے ہوئے دیکھا اس سے ان اعمال خیر وشر کا قابلِ ارتکاب یا اجتناب ہونا ثابت ہوا جیسا کہ ظاہر ہے۔ (نمبر 12) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔ (نمبر 13) ان میں یہ بھی ہے کہ بیت المقدس میں آپ امام بنائے گئے اس سے ثابت ہوا کہ امامت افضل القوم کی افضل ہے۔ (نمبر 14) اوران میں یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا اس سے ثابت ہوا کہ اگر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو بطور شکر و تحدث بالنعمۃ کے ظاہر کرے تو محمود ہے۔ (نمبر 15) اوران میں یہ بھی ہے کہ آپ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ کے سامنے حاضر کئے گئے اس سے ثابت ہوا کہ توسع تاکل ومشارب میں خصوص ضیف کے لئے جائز ہے۔ (نمبر 16) اور اگر اس پیشی کی غرض پر نظر کی جاوے کہ امتحان تھا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں امتحان لینا جائز ہے۔ (نمبر 17) اوران میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آپ کو دونوں طرف گھیرے ہوئے تھے جیسا واقعہ دہم میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لئے خادم دونوں طرف گھیرے ہوئے ہوں تو مذموم نہیں۔ (نمبر 18) اوران میں یہ بھی ہے کہ آپ جب آسمانوں پر پہنچے تو فرشتوں نے اور انبیاء علیہم السلام نے آپ کو مرحبا کہا اس سے معلوم ہوا کہ ضیف کا اکرام اور اظہار فرحت اس کے آنے پر مطلوب ہے۔ (نمبر 19) اوران میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا

افضل ہو۔ (نمبر 20) اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے فضائل ذکر کر کے اپنے لئے دُعا فرمائی اس سے مقامِ قرب میں پہنچ کر بھی دُعا کی فضیلت معلوم ہوئی۔ (نمبر 21) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو مشورہ دیا کہ تخفیف عدد صلوٰۃ کی درخواست کیجئے اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا اَمر مطلوب ہے گو جس کو مشورہ دیا جاوے وہ اپنے سے رُتبہ میں بڑا ہی ہو۔ (نمبر 22) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے تخفیف صلوٰۃ کی درخواست کی اِس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ کو قبول کر لینا محمود ہے۔ (نمبر 23) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت اُمّ ہانی نے آپ سے عرض کیا کہ اس قصہ کو لوگوں سے نہ فرمایئے جیسا کہ واقعہ 23 میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ ہوتا ہو اس کو ظاہر نہ کیا جائے کیونکہ مبنی ان کے مشورہ کا یہی اصل ہے۔ (نمبر ۲۴) پھر آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ اس اصل میں تفصیل ہے یعنی جو اَمر دین میں ضروری نہ ہو اس کو ظاہر نہ کیا جاوے اور ضروری میں فتنہ کی کچھ پرواہ نہ کی جاوے۔ (نمبر ۲۵) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے حالات پوچھے جس سے غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار وثوق کریں گے جیسا کہ واقعہ ۲۵ میں مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ مکالمت اہلِ حق واہلِ باطل کے وقت تائید حق کے لئے گفتگو میں ظاہراً مخالف کا طرف دار بن جانا بھی جائز ہے۔ یہ کل پچیس ہوئے مطابق عدد واقعات کے واللہ اعلم۔

قسم ثانی فوائد حکمیہ بالکسر

اور یہ بھی پچیس ہیں پندرہ ''تنبیہ'' کے عنوان سے پانچ ''تحقیق'' کے عنوان سے اور پانچ ''دفع اشکال'' کے عنوان سے۔ چنانچہ آگے آتا ہے اور یہ قسم ثانی بصورت تفسیر آیت اسراء لکھی جاتی ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن سے نقل کر دیا ہے۔ وھو ھٰذا۔

تفسیر آیۃ الاسراء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

''وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی و دنیوی) برکتیں کر رکھی ہیں (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں دنیوی برکت یہ کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے غرض اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے) لے گیا تاکہ ہم ان (بندہ) کو اپنی کچھ عجائبات قدرت دِکھلاویں (جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں مثلاً اتنی بڑی مسافت مدت قصیرہ میں طے کرنا سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا ان کی باتیں سننا وغیر ذٰلك اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور عجائبات کثیرہ دیکھنا) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سنتے احوال کو دیکھتے تھے اس لئے ان کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا)۔(ف) اس مقام پر چند تنبیہات اور چند تحقیقات اور چند دفع اشکالات ہیں۔

تنبیہ اوّل

سبحان تنزیہ و تعجیب کے لئے مستعمل ہے چونکہ یہ لے جانا عجیب تھا اور عجیب ہونے کی وجہ سے قدرت عظیمہ پر دال ہے اس لئے اس سے شروع کرنا مناسب ہوا اور اسی لئے احقر نے ترجمہ میں لفظ عجیب طور پر کو ظاہر کر دیا اور یہ جانا براق پر تھا جیسا صحاح میں ہے جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

تنبیہ دوم:۔ اس مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور گاہے دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔

تنبیہ سوم: یہاں بعبدہٖ کہنے سے دو فائدے ہیں ایک تو اظہار آپ کے قرب و قبول کا دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ پر اُلوہیت کا شبہ نہ کر سکے۔

تنبیہ چہارم: ہر چند کہ اسریٰ رات ہی کے لے چلنے کو کہتے ہیں لیکن لیلاً کی تصریح اس لئے ہے تا کہ باعتبار عرف و محاورات کے تبعیض پر دال ہو اور زیادہ دلالت کرے قدرت پر کہ تھوڑی ہی رات میں اتنا دراز کام کر لیا گیا۔

اور دلالت علی التبعیض کی تصریح عبدالقاہر سے اور اس کی توجیہ سیبویہ اور ابن مالک سے صاحب روح نے اس طرح نقل کی ہے اللیل والنھار اذا عرفا کان معیار اللتعمیم و ظرفا محددا بخلاف المنکر فلما عدل عن تعریفہ علم انہ لم یقصد استغراق السریٰ۔

تنبیہ پنجم: مسجد حرام کا اطلاق گاہے مطلق حرم پر بھی آتا ہے اور یہاں دونوں معنٰی صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ اُم ہانی کے گھر میں تھے پس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اور وجہ تطبیق دونوں حدیثوں میں بہت سہل ہے کیونکہ اُم ہانی کے گھر سے حطیم میں آ جانا اور وہاں سے آگے جانا کوئی اَمر مستبعد نہیں۔

تنبیہ ششم: مسجدِ اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنٰی عربی میں ہیں بہت دور چونکہ وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے اس لئے اقصیٰ کہا گیا۔

تنبیہ ہفتم: ہر چند کہ عجائبات کا مشاہدہ بدون آپ کے لے جائے ہوئے بھی ممکن تھا لیکن اس میں اور اسی طرح رکوب میں اور زیادہ اکرام و اظہار شان ہے اس لئے آپ کو اس طرح لے گئے۔

تنبیہ ہشتم: رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ عادۃً وہ وقت خلوت کا ہے

اس میں بلا نا دلیل ہے زیادت اختصاص کی۔

تنبیہ نہم: یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اس مسجد کی زمین ہے کہ حقیقت میں مسجد اصالتاً زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے وجہ اس مراد لینے کی یہ ہے کہ یہ اُمر تاریخ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے درمیان میں اس کی عمارت منہدم کردی گئی تھی۔

چنانچہ عنقریب تفسیر آیات وقضینا الی بنی اسرائیل میں مذکور ہوگا اس لئے ظاہراً اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کا جب اس وقت وجود ہی نہ تھا پھر وہاں تک لے جانے کے کیا معنیٰ پس اس مراد کے تعیین سے وہ شبہ جاتا رہا اور اگر اس حدیث پر شبہ ہو کہ کفار معترضین نے آپ سے بیت المقدس کی ہیئت وکیفیت دریافت کی تھی اس کے کیا معنیٰ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو منہدم عمارت کی ہیئت وکیفیت دریافت کرنا بھی ممکن ہے علاوہ اس کے اس زمین کے قرب میں لوگوں نے کچھ عمارتیں بنام نہاد بیت المقدس کے بنائی تھیں اس سے بھی سوال ممکن ہے۔

تنبیہ دہم: الذی بٰرکنا بطور مدح کے بڑھایا ہے اور اس سے خود اس مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوگیا کیونکہ جب اس کے آس پاس باوجود مسجد نہ ہونے کے برکت ہے تو خود اس میں تو ضرور برکت ہوگی کیونکہ آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں ایک دنیوی سو اس سے تو دینی برکت ضرور زیادہ ہے اور دوسری دینی کہ مدفن انبیاء ہے سو دفن ہونا صرف تلبس جسم کا ہے اور قبلہ ہونا جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا وہ قبلہ رہا ہے تلبس رُوح کا ہے اور یہ زیادہ موجب برکت ہوگا خصوص جب کہ وہاں ہی رہ کر عبادت کریں کہ جسم کا تلبس بھی ہو جاوے گا کیونکہ وہ قبلہ ہونے کے ساتھ اکثر انبیاء کا متعبد اور محل عبادت بھی رہا ہے پس اس طرح خود اس مسجد کے مبارک تر ہونے پر دلالت ہوگئی پس بعض کتب میں جو لکھا ہے کہ موضع جسد شریف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے بھی افضل ہے اس کا فضیلت جزئی پر محمول کرنا مناسب ہے واللہ

اعلم۔ تنبیہ یازدہم: لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا میں آیات کا اطلاق جو کہ عرفاً عظیم اور کمال پر دال ہوتا ہے اور آیات سماویہ خصوصاً جب کہ آسمانوں پر انبیاء بھی تھے جیسا احادیث معراج میں ہے آیاتِ ارضیہ سے اعظم اور اکمل ہیں اس طرح یہ اطلاق مشیر ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آگے بھی آپ کو لے گئے اسی لئے رُوح المعانی میں یوں تفسیر کی ہے لنریہ من اٰیٰتنا اے لنرفعه الی السّماء حتّٰی یری ما یرٰی من العجائب مگر تصریح نہ کرنے میں شاید یہ نکتہ ہو کہ وہ اور زیادہ عجیب ہے اور انکار اس کا قریب ہے اور نص قطعی کا انکار کفر ہے پس تصریح نہ کرنا رحمت ہے ضعفاء کے ساتھ۔ تنبیہ دوازدہم: من کا تبعیضیہ لینا اس وجہ سے ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہوا تھا چنانچہ صحاح میں ہے کہ اسمع صریف الاقلام کہ قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی اور ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم نہیں دیکھے گی وعلیٰ ہذا۔ تنبیہ سیزدہم: اسرٰی میں ضمیر غائب کی ہے اس سے شروع کیا گیا اور انه هو السمیع پر کہ اس میں بھی ضمیر غائب کی ہے ختم کیا گیا اور درمیان میں ضمیر متکلم کہ دال تعظیم پر بھی ہے لائی گئی اس میں یہ نکات ہیں: (اوّل) تجدید کلام وتنشیط سامع (دوم) برکات اور آیات اور اراءت کا عظیم ہونا۔ (سوم) اسراء کے بعد قرب کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ اور قرب کے وقت اصل تکلم ہے۔

تنبیہ چہاردہم: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کے بڑھانے کا فائدہ علاوہ فائدہ مذکور فی المتن کے ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکذبین کو وعید ہے کہ ہم تمہاری تکذیب و مخالفت کو دیکھتے سنتے ہیں خوب سزا دیں گے۔

تنبیہ پانزدہم: لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا کے بعد اس کا بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ گو رویت عجائبات کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی مگر علم میں ہمارے برابر نہیں ہوگئے کیونکہ ان کو تو ہم نے دکھلایا اور ہم بالذات سمیع بصیر ہیں دوسرے انہوں نے بعض آیات کو دیکھا اور ہم علی الاطلاق سمیع بصیر ہیں۔

تحقیقات

تحقیق اوّل: یہاں مسجدِ اقصیٰ تک جانا مذکور ہے اندر جانا احادیث میں مصرح ہے کہ آپ اندر تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام سے ملے اور آپ نماز میں ان کے امام بنے۔ تحقیق دوم: آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں مصرح نہیں ہے گو اس کی طرف اشارہ ہے اور اس سے زیادہ صراحت کے قریب اشارہ سورہ والنجم میں ہے۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی یعنی آپ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے اور پہلی بار کا دیکھنا اس کے قبل وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی میں مذکور ہوا ہے سو اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تھے کیونکہ عند متعلق رَاٰی کے ہے۔

پس رویت عند السدرہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ راءی اور مرءی دونوں سدرہ کے پاس ہوں گے پھر حدیثوں میں تو اس کی اس قدر تصریح ہے کہ مجال انکار ہی نہیں۔ تحقیق سوم: جمہور اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ اُمور ہو سکتے ہیں۔

(اوّل) حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے قصہ اسراء کو بیان فرمایا ہے اس سے اس کا غایت عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے اگر یہ نوم میں یا روحانی طور پر ہوتی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

(دوسری) بعبدہٖ سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حقیقی اور متبادر معنی جاءنی عبد فلاں کے یہی ہیں کہ وہ بیداری میں دھڑ اور جان سمیت آیا پس عبد کا مصداق مجموعہ رُوح و جسد اور اس محل کا صدور مقید بالیقظہ ہوتا ہے الا ان یصرح علیٰ خلاف ذٰلک۔

(تیسری) اگر یہ خواب کی حالت میں یا رُوحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی تھی یا بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات پوچھے تھے جیسا کہ حدیثوں

میں آیا ہے۔ بعضھا فی الصحاح وبعضھا رواہ البیھقی وغیرہ کما فی الدر المنثور تو آپ اس وقت بہت سہولت سے جواب دے دیتے کہ میں بیداری میں اس کے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو اور بیت المقدس کے ہیئت وکیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے جیسا حدیثوں میں ہے کہ آپ کو فکر ہوئی حق تعالیٰ نے منکشف کر دیا اور آپ نے بتلا دیا (رواہ مسلم) اور بعض کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الخ سے شبہ ہوا ہے سو اول تو وہاں احتمال ہے کہ واقعہ بدر یا عمرۂ مکہ کا خواب مراد ہو جیسا بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں جن کا ذکر اجمالاً "إِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ" اور "لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا" میں آیا ہے اور اگر واقعہ معراج ہی مراد ہو تو رؤیا بمعنی رویت ہے کیونکہ رای کے دونوں مصدر ہیں مثل قربیٰ اور قرابت کے یا بقول بعض شب کی رویت کو رویا کہتے ہیں گو بیداری میں ہو یا تشبیہاً رویا کہہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ کی یا عجائب کا دیکھنا ہے اور یا شب کے وقت واقع ہونا ہے (کذا فی روح المعانی) اور بعض کو شریک کی حدیث سے جس کے آخر میں ثم استیقظت ہے شبہ پڑ گیا ہے سو چونکہ شریک محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں اور دوسرے حفاظ کے خلاف کیا اس لئے وہ زیادت غیر مقبول ہے (کذا فی روح المعانی) یا محمول ہے تعدد واقعہ پر کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ عروج روحانی آپ کو کئی بار ہوا ہے یعنی اس معراج سے پہلے خواب میں عروج ہوا ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ تدریجاً اس معراج اعظم کی استعداد اور برداشت ہو سکے اور بعض کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال سے شبہ پڑ گیا ہے سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت تک آپ کے نکاح میں بھی نہ آئی تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک اسلام بھی نہ لائے تھے خدا جانے کسی سے سُن کر کہا ہے یا اجتہاداً کہا ہے یا کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

تحقیق چہارم: بیت المقدس تک جانے کا منکر کافر ہے اور ماؤل مبتدع ہے اور

آگے جانے کا منکر اور ماؤل مبتدع ہے اور ہر چند کہ "سورہ نجم" میں قریبا تصریح ہے لیکن عندہا میں احتمال ہے کہ وہ رَاٰہُ کے مفعول کا حال ہو اس لئے آپ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے میں نص نہیں ہے۔

تحقیق پنجم:۔ اس میں اختلاف ہے کہ حق تعالیٰ کو اس شب میں آپ دیکھا یا نہیں اس میں سلف اور خلف سب کا اختلاف ہے اور روایات محتمل تاویل کو ہیں کیونکہ روایت مثبتہ رویت میں احتمال ہے کہ رویت بالقلب مراد ہو اور نفی رویت سے کسی خاص رویت کی نفی مراد ہو مثلاً قیامت کے روز جنت میں جو انکشاف ہوگا یہ انکشاف اس سے کم ہو گو رویت صادق آوے جیسے بے عینک دیکھنا بھی دیکھنا ہے اور عینک سے اور زیادہ انکشاف ہوتا ہے غرض اس مسئلہ میں توقف بہتر ہے۔

دفع اشکالات

دفع اشکالِ اوّل

بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باب میں فرمایا ہے نُرِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اور آپ کے لئے من تبعیضیہ کیوں فرمایا جواب یہ ہے کہ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کل آیات تو نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بعض جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دِکھلایا گیا اس بعض سے اعظم ہو۔

دفع اشکال دوم

بعض ظاہر پرست شبہ کرتے ہیں کہ خرق والتیام افلاک پر محال ہے جواب یہ ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات باطل ہیں جیسا اپنے محل میں مذکور ہے۔

دفع اشکال سوم

بعض کہتے ہیں کہ اس قدر سیر سریع کیونکر ممکن ہے جواب یہ ہے کہ بعض کواکب

باوجود اس قدر عظیم ہونے کے نہایت سریع ہیں اور سرعت کی عقلاً کوئی حد نہیں ہے۔

دفع اشکال چہارم

بعض کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں اور حرارت شدید ہے جسم عنصری سلامت نہیں رہ سکتا جواب یہ ہے کہ محال ممکن نہیں ہوتا لیکن مستبعد واقع ہوسکتا ہے۔

دفع اشکال پنجم

بعض کہتے ہیں کہ آسمان ہی موجود نہیں جواب یہ ہے کہ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

من القصيدة

سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا اِلٰى حَرَمٍ
كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِيْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ❶ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وَ قَدَّ مَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِيْ مَوْكَبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتّٰى اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِمُسْتَبِقٍ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمِ

❶ (لم يقصد تفسير القراٰن او قصدهٗ على بعض الاقوال ۱۲ منه)

خَفَضْتَ كُلَّ مَكَانٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ
نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
كَيْمَا تَفُوْزُ بِوَصْلٍ أَيِّ مُسْتَتِرٍ
عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ أَيِّ مُكْتَتَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: (۱) آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک (باوجود یکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے) ایسے (ظاہر و باہر تیز رو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ) تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔ ۱۲۔ (۲) اور آپ نے بحالت ترقی رات گذاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بغایت رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا ۱۲۔ (۳) اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے ۱۲۔ (۴) اور (منجملہ) آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ) آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپ کی عظمت وشان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور) جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے ۱۲۔ (۵) (آپ رتبۂ عالی کی طرف برابر ترقی کررہے تھے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے) یہاں تک کہ جب آگے بڑھنے والے کی قرب و منزلت کی نہایت نہ رہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا تو ۱۲

(۶) (جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئیں تو) آپ نے ہر مقام انبیاء کو یا ہر صاحب مقام کو بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کردیا جب کہ آپ اُدْنُ کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نام ور شخص کے پکارے

گئے ۱۲ (۷) (یہ ندا یا محمد کی اس لئے تھی) تا کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی) اور تا کہ آپ کامیاب ہوں اس اچھے بھید سے جو غایت مرتبہ پوشیدہ ہے۔ ۱۲ (عطر الوردہ)

ولنختم الکلام علی وقعة الاسراء
بِالصَّلٰوۃِ عَلٰی سَیِّدِاھل الاصطفاء
وَاٰلِہٖ واصحابہ اھل الاجتباء
ما دامت الارض والسمآء

تیرھویں فصل (ہجرت حبشہ میں)

یہ نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی جس کا سبب یہ ہوا کہ کفار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے اس وقت آپ کی اجازت سے چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح جگہ دی۔ کفار قریش کو اس سے بہت غیظ ہوا اُنہوں نے کئی شخصوں کو تحف وہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں کو اپنے پاس جگہ نہ دے۔ جب انہوں نے جا کر اپنا مطلب عرض کیا نجاشی نے دربار میں مسلمانوں کو بمواجہہ ان لوگوں کے بلا کر گفتگو کی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام ان پر نازل فرمایا تو ہم راست پر آئے وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں نجاشی نے کہا جو کلام ان پر اُترا ہے اس میں سے کچھ پڑھو انہوں نے سورۂ مریم شروع کی وہ بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو تسلی دی اور فرستادگان قریش کو خائب وخاسر رد کر دیا (کذا فی تواریخ حبیب اللہ)

حدیثوں میں تصریح ہے کہ یہ بادشاہ مسلمان ہو گئے تھے اور ''زاد المعاد'' میں ہے کہ پھر جب آپ کے مدینہ کو ہجرت فرمانے کی خبر ان لوگوں کو پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ

سے لوٹ آئے (یعنی مکہ کو تا کہ وہاں سے پھر مدینہ چلے جاویں گے ۱۲ منہ) سات تو مکہ میں روک لئے گئے اور باقی مدینہ پہنچ گئے اور بقیہ نے کشتی کے رستہ سال غزوۂ خیبر میں مدینہ کو ہجرت کی ان صاحبوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے صحاب الہجر تین کہتے ہیں۔

من القصیدة

وَ لَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِرٍ
بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمٖ
اَحَلَّ اُمَّتَهٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ
کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمٖ
کَمْ جَدَّلَتْ کَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدَلٍ
فِیْهِ وَکَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمٖ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

ترجمہ: (۱) اور تو ہرگز نہ دیکھے گا کسی آپ کے دوست کو کہ اس کو آپ کی برکت سے مدد نہ پہنچی ہو اور نہ تو ان کا کوئی ایسا دشمن دیکھے گا کہ اس کو شکست فاش نہ پہنچی ہو۔ ۱۲ منہ (۲) آپ نے اپنی اُمت اجابت کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں اُتارا (ان کو کوئی مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا) جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو لے کر اپنے بیشہ میں فروکش ہوتا ہے (کہ کسی کا مقدور نہیں کہ ان کو وہاں ستا سکے)۔ (۳) اور بہت دفعہ کلام اللہ نے خاک مذلت پر ڈال دیا اس شخص کو جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جھگڑا کیا اور ان کی نبوت کا انکار کیا اور بہت دفعہ غالب ہوئیں دلائل آپ کی اثبات رسالت کی منکر شدید الخصومة پر۔ عطر الوردہ چنانچہ اس موقع پر صحابہ کا غلبہ ہوا اور کلام اللہ نے نجاشی پر اثر کیا ۱۲ منہ۔"

چودھویں فصل ①

زمانہ اقامت مکہ بعد النبوت کے بعض متفرق واقعات میں مختصراً

واقعہ پہلا

جب آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا وہ آپ کو ② ورقہ کے پاس لے گئیں انہوں نے آپ کے صاحب وحی ہونے کی تصدیق کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولتِ ایمان سے مشرف ہوئیں اور عورتوں میں سب سے اوّل حضرت خدیجہ اور جوانانِ احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بعد ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ

جب آپ پر آیت ''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ'' نازل ہوئی آپ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا ابولہب نے آپ کی شان میں سخت الفاظ کہے ''سورۃ تبّت'' تب ہی نازل ہوئی جس میں اس کی اور اس کی جورو کی مذمت ہے وہ بھی آپ کے ساتھ بہت دشمنی

---

① اس پوری فصل کے مضامین تواریخ حبیب اللہ سے لئے ہیں گو الفاظ و ترتیب میں تبدیل ہو ۱۲ منہ

② یہ وہ ہیں جن کا ذکر دسویں فصل کی دوسری روایت میں آیا ہے ۱۲ منہ

رکھتی تھی اس ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور شیبہ آپ کی دو صاحبزادیاں حضرت رُقیہ اور اُم کلثوم ان دونوں کے نکاح میں تھیں (اس وقت اختلاف دین سے نکاح درست تھا) ابولہب نے بیٹوں کو کہا کہ اگر تم ان بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو تم سے علاقہ نہ رکھوں گا ان دونوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ کے سامنے جا کر یہ کلمات کہہ دیئے اس گستاخی پر آپ نے بددُعا کی "اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ" یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔ ایک بار تجارت کے لئے شام جاتا تھا رستہ میں ایک منزل پر جہاں شیر لگتا تھا ٹھہرنا ہوا ابو لہب نے بیٹے کی حفاظت کے واسطے تمام اسباب کا ایک ٹیلا بنا کر عتبہ کو اس پر بٹھلایا اور سب کو اس کے گرداگرد سُلایا رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا مگر یہ شقاوت تھی کہ اس پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے یہ سب قصے قریب زمانہ نبوت کے ہیں۔

تیسرا واقعہ

جب ہجرت حبشہ (جس کا ذکر تیرھویں فصل میں ہے ۱۲ منہ) کی ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اِرادہ ہجرت حبشہ کا کیا مکہ سے نکل کر برک الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے ہے پہنچے تھے کہ مالک بن دغنہ کہ سردار قوم قارہ کا تھا ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ میں لے آیا اور سب کفار قریش سے کہہ دیا کفار نے کہا بایں شرط ہم کو منظور ہے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور باآواز بلند نہ پڑھا کریں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے چندے ایسا ہی کیا پھر ضبط نہ ہو سکا اور باآواز بلند پڑھنا شروع کیا محلہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں کفار نے اس رئیس پناہ دہندہ سے کہا اس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خلافِ عہد کرتے ہو تو میری پناہ نہ رہے گی انہوں نے فرمایا مجھ کو سوائے اللہ کے کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور آپ بامان الٰہی محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانان ہمراہی آپ کے اکثر چھپے رہے

اور اُنتالیس تک شمار اہل اسلام پہنچی تھی آپ ارقم کے گھر میں تھے اس زمانہ میں عمر بن الخطاب اور ابوجہل دو بڑے سردار تھے آپ نے دُعا فرمائی یا اللہ دین اسلام کو عزت دے اسلام عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام سے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ دُعا قبول ہوئی اور دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے (قصہ ان کے اسلام کا ''تواریخ حبیب الٰہ'' میں مبسوط مذکور ہے ۱۲ منہ) یہ سن ۶ نبوت میں ہوا (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ)

پانچواں واقعہ

آپ جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ کے مسجد میں آیا آپ اس پر مطعم کا شکریہ ❶ فرمایا کرتے تھے (کذا فی الشمامۃ عن اسد الغابۃ)

من القصيدة

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ يُنْكِرُهَا
تَجَاهُلًا وَهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ
وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمِ

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: (۱) اگر کوئی حاسد ان آیات (نبوۃ) کا براہ تجاہل انکار کرے حالانکہ وہ اُمور میں پورا ہوشیار اور فہیم ہے تو اس کا تُو ہرگز تعجب مت کر ۱۲۔ (۲) (اس لئے کہ)

❶ بخاری میں حدیث ہے کہ جب آپ کی خدمت میں بدر کے کفار قیدی لائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی اس وقت زندہ ہوتا اور مجھ سے ان سرداروں کے باب میں سفارش کی گفتگو کرتا تو اس کی خاطر سے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیتا۔ اس ارشاد کی وجہ بھی قصہ ہے۔ ۱۲

کبھی آنکھ بہ سبب درد کے آفتاب کی روشنی کو برا سمجھتی ہے اور کبھی دہن بسبب بیماری کے ذائقہ آب شیریں کو ناپسند کرتا ہے۔ ۱۲۔عطر الوردہ

پندرہویں فصل (ہجرت مدینہ طیبہ میں)

جب تیرہویں سال نبوت بیعت عقبہ ثانیہ واقع ہو چکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اجازت ہجرت مدینہ طیبہ کی فرمائی اور اصحاب نے خفیہ روانہ ہونا شروع کیا ایک دن سرداران کفار قریش مثل ابوجہل وغیرہ ''دارالندوہ'' میں کہ قریب خانہ کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع ہوئے اور بعد گفتگوئے بسیار کے سب کی رائے آپ کے باب میں یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمد کے مکان پر جا کر محمد کو قتل کر دیں۔

بنی ہاشم (کہ حامی آپ کے ہیں) سارے قبائل قریش سے طاقت مقاومت کی نہیں رکھ سکتے بالضرور خون بہا پر راضی ہو جاویں گے اور ہم لوگ بے تکلف دیت ادا کر دیں گے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس راز پر مطلع فرمایا اور حکم ہوا کہ آپ مدینہ کو ہجرت کر جاویں آپ شب کو گھر میں تھے کہ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا آپ امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت خداوندی کسی کو نظر نہ آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لے کر نہایت احتیاط سے غارِ ثور میں جا چھپے یہاں کفار نے گھر میں جا کر آپ کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے بعد آپ کے غار میں داخل ہونے کے مکڑی نے جالا غار کے منہ پر پور دیا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آ کے غار میں انڈے دے کر سینے شروع کئے کفار نے جب یہ دیکھا کہنے لگے کہ اگر اس میں کوئی آدمی جاتا یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھہرتا یہ کہہ کر کفار پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محافظت کے لئے تارِ عنکبوت اور

بیضۂ کبوتر سے ایسا کام لیا کہ صدہا زرہ آہنی اور جوانانِ جنگی اور قلعۂ محکم سے نہ نکلتا۔
قصیدہ بردہ کے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّ مِنْ كَرَمٍ
وَ كُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيْ
فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِمَا
وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمٍ
ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ
مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

ترجمہ: "(۱) اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیر و کرم کی جس کو غارِ ثور نے جمع کر رکھا تھا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار کی آپ کے دیکھنے سے اندھی تھی ۱۲۔ (۲) پس آپ کہ سراپا صدق تھے اور حضرت صدیق غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں ۱۲ (۳) انہوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات سے گرد نہیں پھرے (اور انہوں نے انڈے نہیں دیئے) اور مکڑی نے آپ پر جالا نہیں تنا ۱۲) (۴) خداوند تعالیٰ کی حمایت وحفاظت نے آپ کو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اُوپر تلے دو زرہوں کے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پرواہ کر دیا تھا ۱۲ (عطر الوردہ)"

تین دن تک آپ غار میں رہے عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دُودھ بکریوں کا آپ کو اور حضرت ابوبکر کو پلا جاتے اور عبداللہ بیٹے ابوبکر صدیق کے کہ جوان تھے مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر خبریں دریافت کر کے رات کو آپ کے حضور میں آ

کر بیان کر دیتے تھے۔ پہلے سے عبداللہ بن اُریقط دُہلی کو کہ مشرک (اور حفظ راز کا اس پر اطمینان تھا ۱۲ منہ) تھا رہبری کے لئے نوکر رکھ لیا تھا اور اُونٹنیاں اسی کو سپرد کر دی تھیں بعد تین دن کے حسب الحکم وہ اُونٹنیاں درِ غار پر حاضر لایا۔

اور آپ اور حضرت ابو بکر صدیق اور عامر بن فہیرہ سوار ہو کر براہ ساحل مدینہ کو روانہ ہوئے راہ میں عجائب غرائب معاملات واقع ہوئے کہ بیان میں ان کے طول ہے تواریخ حبیب اللہ وغیرہ میں دیکھ لیا جاوے ❶

مدینہ کے لوگ بخیال آپ کی تشریف آوری کے ہر روز استقبال کے لئے مکہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے جس روز آپ پہنچے اس روز بھی انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ ایکبارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلہ پر سے آپ کی سواری دیکھی اور چلّا کر ان پھرنے والوں سے کہا یا معاشر العرب هٰذا جدّكم یعنی اے گروہ عرب یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آ پہنچا وہ لوگ پھرے اور آپ کے ساتھ ہو کے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اہلِ مدینہ کی اس روز کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ترجمہ: (ا) یعنی ہم پر بدر نے طلوع کیا ''ثنیات الوداع'' سے۔ (''ثنیات الوداع'': اس کے معنٰی ہیں گھاٹیاں رخصت کی اہل مدینہ رخصت کرنے کے لئے مسافر کو جو بجانب مکہ جاتا تھا ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ''ثنیات الوداع'' مدینہ سے شام کی جانب ہے اور شعر مذکور بوقتِ معاودت آپ کے

❶ عجیب تو ان میں دو قصہ ہیں ایک قصہ اُم معبد کی بکری کے دُودھ دینے کا یہ ایک عورت تھی شرفائے عرب میں خیمہ اس کا راہ مدینہ میں واقع تھا اور اس کے بعد ام معبد اور اس کا شوہر ابو معبد مشرف باسلام ہوئے دوسرا قصہ سراقہ کا جو بائیسویں فصل کے نمبر ۱۳ میں آوے گا۔ ۱۲

غزوۂ تبوک سے پڑھایا گیا تھا۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر دونوں جانب ایسا موقع ہو اور یہی نام ہو اور دونوں وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں تو کیا استبعاد ہے ۱۲ منہ)

(۲) ہم پر شکر کرنا فرض ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا مانگنے والا رہے۔

(۳) اے نبی جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے۔ ۱۲ منہ)

آپ مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاوّل کے مہینہ میں اور بقول بعض ❶ صفر کے ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دوشنبہ ہی کے دن بارہویں ربیع الاوّل کو مدینہ میں پہنچے اور پہنچ کر محلہ قبا میں کہ کنارہ شہر پر ذرا فاصلہ سے ہے منازل بنی عمرو بن عوف میں چودہ دن ٹھہرے اور تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانتیں ادا کر کے آپ سے آملے پھر آپ نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا اِرادہ کیا ہر ایک کی آرزو تھی کہ ہمارے محلہ میں ٹھہریں جب آپ سوار ہوئے ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ تھے اور وہی آرزو برزبان تھی آپ نے فرمایا میری اُونٹنی مامور ہے جہاں بیٹھ جاوے گی وہاں ہی مقیم ہوں گا اُونٹنی چلتے چلتے وہاں آبیٹھی جہاں اب منبر مسجد شریف ہے متصل اس جگہ کے حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھا وہاں اسباب آپ کا اُتارا گیا اور آپ ان کے گھر ٹھہرے پھر آپ نے وہ زمین جہاں اُونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔ (کذا فی تواریخ حبیب اللہ و زاد المعاد وغیرہما)

من الروض

وَلْيَهْنِهٖ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ مَنْقِبَةٌ
شَرِيْفَةٌ مَّا حَوَاهَا قَبْلَهٗ بَشَرٌ
وَهَاجَرَا مِنْهُ لَمَّا حَاوَلَا سَفَرًا
لِطَيْبَةٍ وَّتَنَاهٰى عِنْدَهَا السَّفَرُ

❶ ممکن ہے کہ مکہ سے تو آخر صفر میں چلے ہوں اور غار سے چلنے کے وقت ربیع الاوّل شروع ہو گیا۔ ۱۲ منہ

فَسَلْ سُرَاقَةَ مِنْهُ اِنْ تُرِدْ خَبَرًا
وَاُمَّ مَعْبَدَ يُجْلَوْا مِنْهُمَا الْخَبَرُ
طَابَتْ بِهٖ طَيْبَةٌ لَمَّا اَقَامَ بِهَا
وَفَاحَ حِيْنَ اَتَاهَا نَشْرُهَا الْعِطْرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: (۱) اورآپ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو کہ آپ کے قبل کسی بشر نے اس کو حاصل نہیں کیا۔ ۱۲ منہ

(۲) اور دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکل کر ہجرت کی جب کہ مدینہ کے سفر کا عزم کیا اور مدینہ پہنچ کر سفر ختم ہو گیا ۱۲ (۳) اور اگر کچھ خبر معلوم کرنا ہو تو سراقہ اور اُم معبد سے آپ کا حال پوچھو ان دونوں سے خبر ظاہر ہوگی ۱۲ منہ۔

(۴) آپ سے مدینہ پاکیزہ ہو گیا جب آپ وہاں مقیم ہوئے اور آپ جس وقت اس میں پہنچے تو اس کی خوشبوئے معطر پھیل گئی ۱۲ منہ۔

سولہویں فصل

قدوم مدینہ طیبہ کے بعض اہم متفرق واقعات میں

پہلا واقعہ

بعد تشریف آوری کے آپ کے مدینہ میں عبداللہ بن سلام کہ ایک بڑے عالم یہود میں تھے آپ کی ملاقات کے لئے آئے اور آپ سے تین سوال ❶ کئے اور جواب صحیح پا کر ایمان لے آئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب اللہ)

❶ جہلاء عوام الناس میں ایک کتاب ہزار مسئلہ کے نام سے مشہور ہے جس میں عبداللہ بن سلام کا آپ سے ہزار مسائل پوچھنا لکھا ہے اس روایت سے اس کا دروغ محض ہونا ثابت ہوا۔ ۱۲ منہ

دوسرا واقعہ

حضرت سلمان فارسی کہ اصل میں مجوسیان فارس سے تھے اور ان کی عمر بہت ہوئی اور دین مجوسی کو چھوڑ کر دین نصاریٰ انہوں نے اختیار کیا تھا اور زبانی علماء یہود اور نصاریٰ کے خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات کہ آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آویں گے سن کر مدینہ میں آرہے تھے کئی جگہ بکے تھے ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے حضور میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو انہوں نے اپنے مالک سے کہا اس نے چالیس اوقیہ سونے (ایک اوقیہ وزن میں سات مثقال کا ہوتا ہے ۱۲ منہ) پر (کہ یہاں کے تول سے سوا سیر سے زیادہ ہوتا ہے) مکاتب کر دیا اور یہ بھی شرط کی کہ تین سو درخت چھوارے کے لگا دیں اور جب وہ بار آور ہوں تب آزاد ہوں۔ آپ نے دست مبارک سے چھوارے کے درخت لگا دیئے وہ سب اسی سال میں بار آور ہوئے اور بقدر ایک بیضہ کے سونا غنیمت میں آیا تھا آپ نے سلمان کو دیا کہ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ چالیس اوقیہ سونا چاہئے یہ کیا کفایت کرے گا آپ نے زبان مبارک اس پر پھیر دی اور دُعائے برکت کی۔ سلمان کہتے ہیں مَیں نے جو تولا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ اور ادا کر کے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس کی خدمت میں رہے (کذا فی تواریخ حبیب اللہ)

تیسرا واقعہ

مدینہ طیبہ میں بئر رومہ کا (کہ ایک کنواں ہے) پانی شیریں تھا اور دوسرے کنوؤں کا پانی کھاری تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا اس سبب سے مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے ڈول اس میں جاری کر دے اس کے لئے جنت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو خالص اپنے مال سے خرید لیا اور وقف کر دیا۔ (کذا فی تواریخ حبیب اللہ)

من القصیدة

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِي الْيُتْمِ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: ”اے مخاطب تجھ کو در باب معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کا علم ایسے زمانہ میں کہ بے علم لوگ تھے اور باوجود یہ کہ آپ اُمی تھے اور نیز یہ کہ آپ بحالت یتیمی نہایت باادب تھے کافی ہے۔ ۱۲۔ عطر الوردہ مع تغیر۔ جیسا عبد اللہ بن سلام نے اسی سے استدلال کیا ۱۲ منہ“۔

سترہویں ❶ فصل

(آپ کے غزوات میں اور ان کے ضمن میں بعض دوسرے مشہور واقعات بہ ترتیب سنین)

آپ کی مدت اقامت مدینہ طیبہ میں وفات تک دس سال دو ماہ ہیں جب جہاد فرض ہوا آپ نے کفار سے قتال شروع کیا اور سپاہ بھیجنے لگے جس جہاد میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے اس کو اہلِ سیر غزوہ کہتے ہیں اور جو لشکر آپ نے بھیج دیا اور خود تشریف فرما نہیں ہوئے اس کو سریہ (بوزن عطیہ) کہتے ہیں۔ بتفصیل ہر غزوہ و سریہ کا حال لکھنا دُشوار ہے اس لئے بعض بعض کا بہت مختصر حال لکھا جاتا ہے اور مقارنت زمانی کی مناسبت سے بعض دوسرے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

❶ اس فصل کے مضامین ان کتب سے لئے گئے ہیں۔ صحیحین، شمامہ، تواریخ حبیب الہٰ، زاد المعاد، سیرۃ ابن ہشام ۱۲

سنہ ❶ اوّل ہجرت

جہاد فرض ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ ماجرا رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع ہے (کذا فی القاموس ۱۲ منہ) قریب جحفہ کے ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ سب سریّے تھے پھر صفر میں غزوۂ ابواء واقع ہوا اس میں خود تشریف فرما ہوئے ''ابواء'' ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے اس کو غزوہ ودّان بھی کہتے ہیں اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین وانصار کے درمیان عقد اخوت مقرر ہوا۔

سنہ ۲ ہجرت

ربیع الاوّل میں ''غزوہ بواط'' واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا۔ پھر غزوہ عُشیرہ (بضم عین) واقع ہوا کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ والاخریٰ میں اور اس میں قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں۔ اور یہی وہ قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ نہیں ملا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا اسی لئے اس غزوہ عُشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی کو بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ اور سب سے عظیم الشان غزوہ بدر ہوا جس کا لقب بدر

❶ ان تمام واقعات میں جو اس فصل میں مذکور ہیں سال ربیع الاوّل سے شروع اور صفر پر ختم ہوا کیونکہ ہجرت ربیع الاوّل کے شروع میں واقع ہوئی ہے زاد المعاد میں بعض علماء کی یہ اصطلاح بھی لکھی ہے۔ اور بعض واقعات کی تقدیم وتاخیر میں اہل سیر کے اقوال مختلف بھی ہیں نقل کے وقت احقر کے خیال میں جس کو کسی وجہ سے ترجیح معلوم ہوئی اس کو اختیار کر لیا اور ان ہی کتابوں میں اور دوسری کتب میں اور بھی سرایا وبعوث ذکر کئے ہیں میں نے اختصار کے لئے ترک کر دیا ۱۲ منہ

کبریٰ ہے رمضان میں آپ نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جارہا ہے آپ صحابہ کو لے کر کہ تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لئے چلے یہ خبر مکہ پہنچی کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسری راہ سے نکل کر مکہ جا پہنچا مگر یہ قریش کے لوگ پھر بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر پر جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تا کہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھا جاوے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے مفت میں نیک نامی ہاتھ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال مقصود تھا باہم مقابلہ ہوا اور اہلِ اسلام مظفر و منصور اور کفار مقتول و اسیر و مخذول ہوئے سورۂ انفال میں یہی قصہ ہے اور اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہو گیا۔ پھر سات روز بعد ہی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے چلے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے پھر ابوسفیان دو سو سوار لے کر بارادۂ جنگ مدینہ کو چلے مدینہ کے قریب پہنچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہو گئی آپ خود مسلمانوں کو لے کر چلے کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستّو جو کہ زادِ راہ تھا پھینک گئے اسی لئے اس کا لقب غزوۂ سویق ہوا یہ واقعہ ذی حجہ میں ہوا پھر بقیہ ذی حجہ مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور ختم صفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی اور اسی سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی قبل فرض ہونے روزہ کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئیں اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہو گیا تھا اور اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ نے اس کے بعد حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی سبب سے ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

سنہ ۳ ہجرت

بعد ربیع الاوّل کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور نجران تک پہنچے اور ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقضِ عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا یہ عبداللہ بن سلام کی برادری ہے اور اسی نقضِ عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا چنانچہ قتل کیا گیا۔ اور اسی سال شوال کی ابتداء میں غزوۂ اُحد واقع ہوا جس کا قصہ چوتھے پارہ کے پاؤ سے شروع ہو کر نصف کے کچھ بعد تک پہنچا ہے۔ پھر غزوہ حمراء الاسد کہ ایک منزل ہے واقع ہوا اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب اُحد سے کفار چلے گئے تو پھر راہ سے مدینہ لوٹنے کا اِرادہ کیا آپ یہ خبر سن کر خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے جب کفار نے یہ سنا ڈر کر پھر لوٹ گئے چونکہ آپ حمراء الاسد تک پہنچے تھے اس کے نام پر اس کا نام مقرر ہوا پھر بقیہ شوال و ذی قعد و ذی الحجہ کوئی واقعہ نہیں ہوا جب محرم کا چاند نظر آیا تو طلحہ بن خویلد و سلمہ بن خویلد کے بغرض مقاتلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابو سلمہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لئے بھیجا لڑائی نہیں ہوئی اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے وہ لے کر مدینہ آ پہنچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن اُنیس کو مقابلہ کے لئے بھیجا وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے اور واپسی ان کی بعد اٹھارہ روز کے تیئس محرم کو ہوئی تھی پھر صفر کے مہینہ میں سریہ رجیع واقع ہوا کفار مکہ کے بہکانے پر کچھ لوگ قبیلہ عضل وقارہ کے براہ فریب آپ کی خدمت میں آ کر بظاہر مسلمان ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجئے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں آپ نے دس آدمی ساتھ کر دیئے جب یہ لوگ رجیع پر کہ ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل کا پہنچے تو ہذیل کو مدد کے لئے بلا لیا اور بد عہدی کی بعضے اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصم رضی اللہ عنہ اور بعضے پکڑ لیے گئے جیسے خبیب رضی اللہ عنہ اور بعد میں

شہید کر دیئے گئے اور اسی صفر کے مہینہ میں واقعہ بیر معونہ کا ہوا یہ ایک جگہ ہے بلاد ہذیل میں درمیان مکہ اور عسفان کے وہ اس طرح ہوا کہ ایک شخص عامر بن مالک رہنے والا نجد کا قوم بنی عامر سے حضور اقدس میں حاضر ہوا اور کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھ کو قوم کا خیال ہے آپ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیں کہ وہ میری قوم کو دعوت اسلام کریں پھر مجھ کو بھی کچھ تامل نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا مجھ کو اہل نجد کا ڈر ہے اس نے کہا کچھ ڈر نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا آپ نے ستر آدمی اصحاب میں سے کہ قراء کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے جب یہ حضرات بیر معونہ میں پہنچے کفار نے کہ ان میں رعل و ذکوان و عصیہ بھی حسب روایت بخاری تھے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا ان میں حسب روایت بخاری حرام بن ملحان بھی تھے اور بانی اس غدر کا عامر بن طفیل تھا جو بھتیجا تھا عامر بن مالک مذکور کا عامر بن مالک کو اس کا بڑا رنج ہوا کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا اور ان ہی دنوں میں وہ مر گیا اسی عامر بن طفیل نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ یا تو مجھ کو ملک بانٹ دیجئے یا اپنے بعد مجھ کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے ورنہ بڑا لشکر لا کر آپ سے لڑوں گا آپ نے بددعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرًا وہ طاعون سے مر گیا آپ نے ایک مہینہ تک ان قراء کے قاتلوں پر قنوت میں بددعا فرمائی پھر وہ مسلمان ہو کر آ گئے تو بددعا ترک فرما دی اور اسی واقعہ بیر معونہ کے ایام میں غزوۂ بنی نضیر ہوا یہ لوگ یہود مدینہ سے تھے قصہ اس کا یوں ہوا کہ واقعہ بیر معونہ میں عمرو بن امیہ ضمری بھی اسیر ہوئے تھے مگر عامر بن طفیل مذکور نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا اس کی ماں کے ذمہ ایک غلام کا آزاد کرنا تھا اس میں چھوڑنا عمرو بن امیہ کا محسوب کیا یہ وہاں سے پھرے راہ میں دو شخص مشرک بنی عامر کے انہیں ملے انہوں نے ان دونوں کو قتل کیا دل میں سمجھے کہ یہ بھی ایک طرح کا انتقام ہے عامر بن طفیل سے جس نے سب اصحاب بیر معونہ کو قتل کرایا تھا اور وہ دونوں مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں تھے اس بات کی عمرو بن اُمیہ کو خبر نہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس قتل کی نسبت کہ بخطا واقع ہوا تھا دیت تجویز کی اور بنی عامر اور یہود بنی نضیر ہم عہد تھے لہٰذا آپ کو منظور ہوا کہ ان کے مشورہ سے اس معاملہ دیت کو طے کریں اور یہ امر سبب غزوہ بنی نضیر کا ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف فرما ہوئے تو یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر نے کہ مکہ کے باہر ایک ایک محلہ میں رہتے تھے آپ سے عہد کیا کہ ہم آپ کے موافق رہیں گے کچھ بدخواہی نہ کریں گے اور آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے جب آپ اس معاملہ دیت میں محلہ بنی نضیر میں تشریف لائے اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی وہ لوگ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ کو قتل کریں آپ کو وحی سے اطلاع ہوگئی آپ اُٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے آپ نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقضِ عہد کیا یا تو دس دِن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہوگی وہ لڑائی کے لئے تیار ہوئے آپ نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوئے آپ نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جاسکو لے جاؤ۔ بعضے خیبر میں جا بسے بعضے شام میں بعضے اور جگہ سورۂ حشر میں یہی قصہ ہے اور اسی سال یا اگلے سال شراب حرام ہوئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۴ ہجرت

ابوسفیان اُحد سے پھرتے وقت کہہ گئے تھے کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی جب وہ زمانہ قریب ہوا اور ابوسفیان کی بدر تک جانے کی ہمت نہ ہوئی اس نے یہ چاہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ آپ بھی بدر نہ جاویں تو ہم کو خجالت نہ ہو ایک شخص کو کہ نعیم بن مسعود نام تھا مدینہ بھیجا کہ مسلمانوں کو ابوسفیان کے بہت لشکر جمع کرنے کی خبر پہنچا کر مرعوب کر دے مسلمانوں نے سُن کر کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور آپ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لے کر بدر تشریف لے گئے اور چند روز مقام کیا کوئی مقابل نہ آیا اور وہاں اصحاب نے تجارت میں خوب نفع حاصل کیا اور خوش وخرم بے جنگ ورنج پھر

آئے۔اس غزوہ کو بدرثانی و بدرصغریٰ اور بدرموعد بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ شعبان میں اور بقول بعض ذیقعدہ میں ہوا اور اسی سال امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۵ھ ہجرت

اس میں غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاوّل میں ہوا یہ مقام دمشق سے پانچ منزل ہے آپ نے سنا تھا کہ وہاں کچھ کفار جمع ہوئے ہیں مدینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں آپ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے وہ خبر سُن کر متفرق ہو گئے آپ چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے اسی سال شعبان میں غزوہ مریسیع ہوا اس کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی مصطلق لڑائی کا اِرادہ رکھتے ہیں آپ خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے اور وہ لوگ مقابل نہیں ہوئے ان کے اموال اور ذریۃ مسلمانوں کے ہاتھ لگے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں لگیں انہوں نے مکاتب بنا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا اور اسی غزوہ میں قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تہمت لگانے کا دردناک واقعہ ہوا اور اسی سال شوال میں غزوۂ خندق جس کا نام غزوۂ احزاب بھی ہے واقع ہوا قصہ اس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر جلاوطن کئے گئے حیَیّ بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا یہ خیبر میں جا رہا تھا چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ کی لڑائی کے واسطے آمادہ کیا اور تدبیر اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا مختلف قبائل مل کر دس ہزار ہو گئے اور مدینہ کو چلے آپ نے یہ سُن کر بہ مشورہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع (پہاڑ ہے مدینہ میں۔کذا فی القاموس ۱۲) کے خندق کھودنے کا حکم دیا دوسری جانب شہر پناہ اور عمارات سے محکم تھیں اور بعد مرتب ہونے خندق کے وہاں اپنا لشکر قائم کیا اور لڑائی کا اہتمام کیا اور جب لشکر کفار کا آ پہنچا خندق دیکھ کر بہت متحیر ہوا اس لئے کہ عرب نے تو یہ صورت کبھی دیکھی نہ تھی متصل خندق کے خیمہ

زن ہو کر تیر و سنگ سے لڑتے رہے اِدھر سے بھی تیر و سنگ سے ان کو جواب دیا جاتا تھا اور حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا آپ نے احزاب میں تفرقہ ڈالنے کے لئے مشورہ کیا ایک شخص نعیم بن مسعود نے کہ قبیلۂ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں کیونکہ میرے اسلام کی ان کو خبر نہیں وہ میرا اعتبار کریں گے آپ نے حسب قاعدہ الحرب خدعۃ اجازت دی وہ بنی قریظہ میں گئے اور کہا کہ تم نے جو قریش اور غطفان سے موافقت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد شکنی کی، بے جا کیا۔ اگر یہ لوگ بے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام تمام کئے ہوئے پھر گئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشی کریں گے اور تم کو تنہا ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی تم کو بطور رہن یعنی اُول کے دے دیں کہ تمہارے پاس رہیں اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا قصد کریں گے تو ان سرداروں کی حفاظت کی ضرورت سے یہ لوگ تمہاری مدد کو ضرور آویں گے اگر وہ لوگ اس کو منظور کر لیں تو سمجھ لو کہ دل سے ان کو تمہارا خیال ہے اور اگر نہ مانیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پیغام دیتے ہیں پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ قریظہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے در پردہ مل گئے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہو جب تم قریش میں سے کچھ اعیان ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو سو اُنہوں نے اس کا وعدہ کر لیا ہے سو اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں ہرگز نہ دیجیو اور وہاں سے اُٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہہ دیا قریظہ کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا قریش نے انکار کر دیا اور پورے طور سے ہر ایک کو

دوسرے سے بدگمانی ہو کر باہم اچھا خاصا بگاڑ ہو گیا جب احزاب کو زیادہ دن گزر گئے ادھر بنی قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ایک پُروا ہوا نہایت تند بھیجی کہ خیمے اُکھڑ گئے گھوڑے بھاگنے لگے ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات لشکر کفار کا چلا گیا سورۂ احزاب میں اسی غزوہ کا ذکر ہے اور غزوۂ خندق کے متصل ہی غزوۂ بنی قریظہ ہوا وہ اس طرح ہوا کہ جب آپ بعد فتح غزوۂ احزاب دولت خانہ میں تشریف لائے آپ نہار ہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے آپ نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور مع لشکر بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس طرح اُترتے ہیں کہ سعد بن معاذ جو ہمارے لئے حکم دیں ہم کو منظور ہے وہ صحابی قبیلۂ (اَوس) میں تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے بنی قریظہ کو خیال تھا کہ حلیف ہونے کے سبب رعایت کریں گے انہوں نے بعد اُترنے کے یہ حکم دیا کہ مرد اُن کے قتل کئے جاویں اور عورتیں لڑکے لونڈی غلام بنائے جاویں اور مال وجائیداد ان کا سب ضبط ہو چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا یہ بڑا مالدار سوداگر تھا اور خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہا کرتا تھا احزاب کو لڑائی کی ترغیب دینے میں یہ بھی شریک تھا آپ نے عبداللہ بن عتیک کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا انہوں نے پہنچ کر رات کو اس کو قتل کیا حدیثوں میں اس کا قصہ مفصل مذکور ہے اور خندق اور قریظہ کے بعد پورے طور سے تاریخ معیّن نہیں پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی صلوٰۃ الخوف نازل ہوئی اور اس کے بعد سریہ خبط ہوا خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو صحابہ نے شدت جوع سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے اس لئے یہ نام ہوا اس میں مدینہ سے پانچ روز کی راہ پر ساحل بحر کے متصل ایک قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کے لئے حضرت ابوعبیدہ کو تین سو مہاجرین کے

ساتھ بھیجا تھا اور عنبر ماہی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارے پر آ گئی تھی جو بہت بڑی تھی اور اس غزوہ کا نام غزوۂ سیف البحر (سیف ساحل ۱۲ قاموس) بھی ہے اور بعض روایات ❶ میں ہے کہ قافلۂ قریش کے تعرض کے لئے یہ لشکر گیا تھا اور اس سال میں اور بقول بعض اس سے پہلے سال میں آیت حجاب نازل ہوئی۔

۶ سنہ ہجرت

بنی قریظہ کے چھ مہینہ بعد آپ بنی لحیان کی طرف غزوہ کے اِرادے سے چلے وہ خبر سُن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے آپ نے وہاں دو روز مقیم رہ کر فوج کے دستے مختلف جوانب بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے آپ چودہ دن کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے پھر سریہ نجد واقع ہوا یعنی آپ نے ایک لشکر نجد کی جانب بھیجا وہ بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہو گئے۔ اسی سال ذی قعدہ میں قصہ حدیبیہ کا واقع ہوا۔ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا آپ نے اصحاب سے یہ خواب بیان کیا اصحاب تو شوق و تمنائے مکہ میں بے قرار تھے خواب سن کر تیاری سفر کی کر دی اور آپ بھی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ متصل مکہ کے پہنچ گئے اور قریش نے سُن کر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے آپ نے وہاں سے پھر کر حدیبیہ پر مقام کیا یہ ایک کنواں ہے اس کے پاس میدان ہے آپ وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے اس پر صلح ہوئی کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری اس عرصہ میں فیما بین لڑائی نہ ہو اور آپ کے حلیفوں سے قریش نہ لڑیں اور قریش کے حلیفوں سے آپ نہ لڑیں حلیف کہتے ہیں عہدِ موافقت باندھنے والے کو اور وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے خزاعہ آپ کے ساتھ ہم عہد ہوئے اور بنی بکر قریش کے ساتھ اس کے بعد آپ مدینہ

❶ اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے کیونکہ حدیبیہ کے بعد زمانہ صلح کا رہا ۱۲ منہ

واپس تشریف لے آئے اور اسی سنہ میں حدیبیہ کے قبل واقدی نے چند سرایا ذکر کئے ہیں مثلاً ربیع الاوّل یا آخر میں عکاشہ بن محصن کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر (ایک موضع ہے کذا فی القاموس ۱۲) کی طرف بھیجا وہ لوگ خبر سن کر بھاگ گئے اور ان کے دوسو اُونٹ ہاتھ آئے جن کو لے کر مدینہ آ گئے اور ابوعبیدہ بن الجراح کو ذی القصہ (ایک موضع ہے کذا فی القاموس ۱۲) کی طرف بھیجا وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا وہ مسلمان ہو گیا اور محمد بن مسلمہ کو دس آدمی لے کر بھیجا غنیم چھپ کر بیٹھ گئے جب مسلمان سو گئے دفعۃً ان پر آ گرے اور سب کو قتل کر دیا صرف محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر لوٹے اور اسی سال زید بن حارثہ کا سریہ جموم ➊ کی طرف روانہ ہوا کچھ قیدی اور مواشی ہاتھ آئے اور جمادی الاولیٰ میں یہی زید بن حارثہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ طرف ➋ کی طرف روانہ کئے گئے اور بیس اُونٹ ہاتھ آئے اور اسی مہینہ میں یہی زید عیص ➌ کی جانب بھیجے گئے اور ابوالعاص بن ربیع آپ کے داماد یعنی حضرت زینب کے شوہر قریش کا مال تجارت لئے ہوئے شام سے آتے تھے وہ سب لے لیا گیا اور ابوالعاص نے مدینہ میں آ کر حضرت زینب کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرا دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کرا دیا انہوں نے مکہ میں آ کر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔ مگر ''زاد المعاد'' میں راجح اس قصہ کا بعد حدیبیہ ہونا بیان کیا ہے اور اس کو ابوبصیر کی طرف منسوب کیا ہے اور انہوں نے ہی آپ کے ارشاد کی خبر سُن کر مال واپس کیا تھا اور اسی میں سریہ عبدالرحمن بن عوف کا شعبان میں دومۃ الجندل کی طرف بھیجا گیا تھا وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسی سال شوال میں عرنیین کے مقابلہ کے لئے سریہ کرز بن خالد فہری کا ہوا بیس آدمی بھیجے تھے وہ لوگ پکڑے گئے اور قتل

➊ ویقال جموح ناحیۃ ببطن نخل من المدینۃ ۱۲ کذا فی المواہب۔
➋ وھو ماءٌ علی ستۃ وثلثین میلاً من المدینۃ ۱۲ کذا فی المواہب۔ وھو ککتف کذا فی القاموس
➌ موضع علی اربع لیال من المدینۃ ۱۲ مواہب

کئے گئے جیسا کہ حدیثوں میں ہے ان سب کے بعد حدیبیہ ❶ ہوا پھر بعد حدیبیہ کے غزوہ غابہ واقع ہوا جس کا نام غزوۂ ذی قرد بھی ہے یہ ایک تالاب ہے اور غابہ ایک مقام ہے مدینہ طیبہ کے قریب ہے یہاں آپ کے کچھ اُونٹ چر رہے تھے کہ عبدالرحمن فزاری راعی کو قتل کر کے اُونٹ ہانک لے گیا آپ کچھ آدمی لے کر تشریف لے چلے سلمہ بن اکوع نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے اور سب اُونٹ چھڑا لئے۔ صحیح مسلم میں یہ قصہ بسط سے مذکور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ واپس آکر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوۂ خیبر واقع ہوا آپ وہاں صبح کو پہنچے وہ لوگ آلات زراعت لے کر صبح کو نکلے تھے کہ آپ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا آپ نے محاصرہ کیا سات قلعے خیبر میں تھے سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے بعد فتح ہونے کے آپ نے یہود خیبر کے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لئے یہود نے عرض کیا کہ آپ کو یہاں کے تردد کے لئے مزدوروں کی حاجت ہوگی اگر آپ ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔

آپ نے یہ بات ان کی قبول فرمائی اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے جب چاہیں نکال دیں گے اور بٹائی پر خدمت کے لئے ان کو رکھا پیداوار میں سے نصف حصہ ان کا مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جب کہ جزیرۂ عرب کو کفار سے خالی کرنا منظور ہوا تو یہود خیبر کو بھی نکال دیا وہ سب شام کو چلے گئے خیبر سے ملحق ایک موضع فدک تھا وہاں کے لوگوں نے آپ سے اس طرح صلح چاہی کہ آدھی زمین فدک کی آپ کو دیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں آپ نے قبول فرمایا منجملہ غنائم خیبر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں آپ نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح

---

❶ حدیبیہ سے ناکام واپس آنے سے آپ کی خواب کا غلط ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ خواب میں کوئی زمانہ معین نہ دیکھا تھا سو اگلے سال وہ خواب واقع ہوا ۱۲ منہ

کرلیا آپ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابوموسیٰ اشعری مع اشعریین کے آئے اور خیبر ہی میں ایک یہودیہ نے دست کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو دیا آپ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہہ دیا کہ مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی اور غزوہ اوطاس میں پھر مباح ہوا تھا پھر حرام ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے پھر آپ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ بھی فتح ہوا اور آپ وادی القریٰ میں چار روز رہے جب یہود تیما کو یہ خبریں پہنچیں انہوں نے آپ سے صلح کر لی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا اور تیماء اور وادی القریٰ والوں کو اس لئے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہیں پھر خیبر سے واپس تشریف لا کر شوال ۷؁ھ ہجری تک آپ کہیں نہیں تشریف لے گئے اور اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے۔(۱) سریہ ابی بکر رضی اللہ عنہ بجانب نجد بنی فزارہ کے مقابلہ میں

(۲) سریہ عمر رضی اللہ عنہ بجانب ہوازن (۳) سریہ عبداللہ بن رواحہ بجانب بشیر بن دارام یہودی (۴) سریہ بشیر بن سعد بجانب بنی مرہ (۵) ایک سریہ بجانب حرقات از قبیلہ جہینہ ❶ (۶) سریہ غالب بن عبداللہ کلبی بجانب بنی الملوح بمقام کدید (۷) سریہ بشیر بن سعد بجانب جماعت عیینہ از یمن وغطفان وحیان۔

(۸) سریہ ابی حدرد اسلمی (۹) ایک سریہ بجانب اضم (۱۰) سریہ ❷ عبداللہ بن حذافہ سہمی اور خیبر کے بعد ایک غزوۂ ذات الرقاع ہوا۔

---

❶ (اور حضرت اُسامہ سے وہ غلطی کہ "لا إِلٰہ الا اللہ" کہنے والے کی نیت کو تقیہ پر محمول کیا اسی واقعہ میں ہوئی ۱۲ منہ)

❷ (اور وہ قصہ اسی میں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک دن غصہ ہو کر آگ جلوائی اور سب کو کہا اس میں گھس جاؤ بعضے آمادہ ہو گئے اور بعض نے ان کو روکا اور آپ نے فرمایا کہ طاعت امر غیر مشروع میں جائز نہیں ۱۲ منہ)

اس میں غطفان سے مقابلہ ہوا اور اس کو غزوۂ نجد اور غزوۂ بنی انمار بھی کہتے ہیں اور اسی سال قحط پڑا آپ کی دُعا سے پانی برسا رمضان میں۔

سنہ ۷ ہجرت

اُوپر کے بعضے سرایا اسی سنہ میں ہوئے مگر تاریخ متمیز نہ ہونے سے مَیں نے سب کو تبعاً خیبر کے ذیل میں ذکر کر دیا اسی سنہ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرۃ القضا واقع ہوا صلح حدیبیہ میں جو شرط ٹھہری تھی اسی کے موافق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ میں آپ واسطے عمرۃ القضاء کے مکہ کو مع اصحاب تشریف لے گئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں جو ساتھ تھے وہ ضرور چلیں مکہ پہنچ کر عمرہ کیا اور وہاں حضرت میمونہ بن حارث سے نکاح کیا اور تیسرے دن حسب شرط مدینہ کو روانہ ہوئے اور اسی روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی بچی آپ کے پیچھے پکارتی ہوئی بولی آپ نے اس کی خالہ کو جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں سپرد کر دی جیسا حدیثوں میں ہے۔

سنہ ۸ ہجرت

غزوہ موتہ ❶ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ کا نامہ مبارک حاکم بصریٰ کے پاس لئے ہوئے جاتا تھا راہ میں حاکم شہر موتہ نے کہ ارضِ شام سے ہے جس کا نام شرجیل بن عمرو غسانی تھا اس کو قتل کر ڈالا آپ نے اس قاتل پر تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جاویں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بنا دیں اور جو وہ بھی شہید ہو جاویں تو عبداللہ بن رواحہ کو اور جو وہ بھی شہید ہو جاویں تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے تب مسلمانوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو امیر کیا اور لڑائی فتح ہوئی اور اسی سال جمادی الاخریٰ میں غزوۂ ذات السلاسل ہوا یہ وادی القریٰ کے آگے ہے اور یہاں سے مدینہ منورہ دَس دِن کی

❶ (کبھی غزوہ سے مراد معنی لغوی ہوتے ہیں قطع نظر اصطلاح مشہور سے کہ جس میں آپ بھی تشریف رکھتے ہوں ۱۲ منہ)

راہ ہے آپ نے سنا تھا کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر آپ کو خبر ملی کہ مجمع اعداء کا زیادہ ہے تو دوسو آدمی دے کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا اور ان میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر بھی تھے یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کچھ غنیم ملے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے لشکر اسلام ایک پانی پر ٹھہرا تھا جس کا نام ''سلسل'' تھا اس لئے اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ سلاسل سلسلہ دار ریگ کو کہتے ہیں وہ زمین ایسی ہی تھی اور بخاری میں غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ نے جریر بن عبداللہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا جو قبیلہ خثعم میں کہ اہلِ یمن میں سے تھے کعبہ کے نام سے مقرر کیا گیا تھا۔

پھر اسی سال رمضان میں فتح مکہ ہوا اور یہ اعظم فتوح اور مدار اعزاز اسلام اور مفتاح شیوع دین ہے سامان اس کا یہ ہوا کہ خزاعہ کہ صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بنی بکر کہ قریش کے عہد میں ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر کی تھی کہ خزاعہ پر شب خون مارا اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی آپ نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پا کر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور معہ لشکر مہاجرین و انصار و دیگر قبائل عرب کوچ فرمایا بارہ ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے موکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور قتال ہوا بہت کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی اور اس روز تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی تھی اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے تواریخ حبیب الٰہ میں دیکھ لیا جاوے یہاں اختصار مد نظر ہے۔

اور آپ نے خانۂ کعبہ کے بتوں کو خود نیست و نابود کیا اور بعضے بت نواح مکہ میں تھے ان کے توڑنے مٹانے کے لئے سرایہ روانہ فرمائے چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ

عنہ کو عزّیٰ کے مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا اور حضرت عمرو بن العاص کو سواع کی طرف کہ ہذیل کا بت تھا اور سعد بن زید اشہلی کو مناۃ کی طرف کہ مشلل میں قدید کے قریب اوس اور خزرج وغسان وغیرہم کا بت تھا روانہ کیا اور یہ سب کارگذاری کر کے آ گئے اور آپ نے اقامت مکہ ہی کے زمانہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا ❶ پھر بعد فتح مکہ کے غزوۂ حنین ہوا اس کو غزوۂ اوطاس بھی کہتے ہیں یہ دونوں موضع ہیں مکہ اور طائف کے درمیان میں اور غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں کیونکہ یہی لوگ آپ کے قتال کو آئے تھے۔ آپ وہاں کے ان کفار پر کہ بقصدِ جنگ جمع ہو کر نکلے تھے بارہ ہزار آدمی کا لشکر لے گئے اور قتال شروع ہوا درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں شروع ہو گئی مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے فتح دی یہ قصہ مقام حنین میں ہوا پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے حملۂ لشکر اسلام سے وہاں بھی شکست پائی اور اس کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے محاصرہ کیا یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف میں قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے تھے مگر علم الٰہی میں اس کی فتح کا وقت نہ آیا تھا آپ وہاں سے اُٹھ آئے اور بعد غزوۂ تبوک کے کہ جس کا ذکر آوے گا وہ لوگ بلا قتال خود حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے اور لات بت ان کے ہاں تھا وہ بھی توڑا گیا پھر اسی سال کے محرم میں عیینہ بن حصن فزاری کو بنی تمیم کی طرف پچاس سواروں کے ساتھ غزوہ کے لئے بھیجا وہ لوگ مقابلہ سے بھاگے اور کچھ مرد و عورتیں گرفتار ہوئے اور مدینہ لائے گئے پھر ان کے چند رؤساء اقرع بن حابس وغیرہ مدینہ میں آئے اور بعد مقابلہ نظم نثر کے مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا پھر صفر میں عتبہ بن عامر کو خثعم کی طرف بھیجا اور قتال بھی ہوا پھر کچھ غنیمت لے مدینہ آ گئے اور اسی سال

❶ (جب یہ وہاں پہنچے وہ لوگ مسلمانوں کو چونکہ صابی کہا کرتے تھے اس لئے بجائے اسلمنا کے صبأنا صبأنا کہنے لگے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ان کو قتل کرنا شروع کیا آپ یہ خبر سُن کر ناخوش ہوئے اور اسی قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ میں کچھ گفتگو ہو گئی تھی آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو فہمائش فرما دی ۱۲ منہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

سنہ ۹ ہجرت

ربیع الاوّل میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی پھر ربیع الآخر میں علقمہ بن مجزز مدلجی کو حبشہ کی طرف بھیجا اور کفار بھاگ گئے پھر ایک لشکر عبیداللہ بن حذافہ سہمی کے ساتھ روانہ کیا اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے کے لئے جو کہ قبیلۂ طے میں تھا بھیجا حاتم طائی اسی قبیلہ سے تھا۔ چنانچہ وہ بُت خانہ منہدم کیا گیا اور کچھ قیدی پکڑے گئے حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے اور ان کی بہن قید کی گئی آپ نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا اور سواری بھی دی اس نے عدی سے جا کر تعریف کی عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر رجب میں غزوۂ تبوک واقع ہوا یہ ایک جگہ کا نام ہے اطراف شام میں اس کو غزوۂ عسرت بھی کہتے ہیں اس لئے کہ تکلیف کے دِنوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کو خبر پہنچی کہ ہرقل بادشاہ رُوم آپ پر لشکر لاتا ہے آپ کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں قبائل عرب کو کہلا بھیجا بہت آدمی جمع ہوئے تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے آپ مع لشکر موضع تبوک میں پہنچے اور متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے کہ آپ کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا اِدھر رُخ نہ کیا آپ نے اطراف وجوانب میں لشکر بھیجے چنانچہ حضرت خالد کو اکیدر حاکم دومۃ الجندل کی طرف بھیجا وہ اس کو گرفتار کر کے لائے بعض نے لکھا ہے کہ اس نے کچھ نذرانہ مقرر کر دیا اور چھوڑ دیا گیا بعض نے کہا ہے کہ مسلمان ہو گیا جب آپ کی اقامت کو دو ماہ ہو گئے آپ صحابہ سے مشورہ کر کے مدینہ کو لوٹ آئے اور اسی زمانہ میں مسجد ضرار کے ہدم کا قصہ ہوا وہ یوں ہوا کہ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا اور کتابیں پڑھ کر نصرانی ہو گیا تھا پہلے تو آپ کی خبر نبوت کی

بیان کرتا تھا جب آپ مدینہ پہنچے مارے حسد کے مسلمان نہ ہوا اور عداوت میں سرگرم رہتا بعد غزوہ بدر کے مدینہ سے بھاگ کر قریش سے جاملا اُحد میں آیا تھا پھر رُوم کو چلا گیا تاکہ بادشاہ رُوم کا لشکر آپ پر چڑھا لاوے جب یہ صورت بھی نہ بنی مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بناویں وہ جگہ مشورہ کی ہوگی وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے اور آپ سے مستدعی ہوئے کہ آپ اس میں چل کر نماز پڑھ لیں مطلب یہ تھا کہ اس سے اس کی رونق ہو جاوے گی آپ نے فرمایا اس وقت جہاد کو جاتا ہوں بعد معاودت دیکھا جاوے گا بعد معاودت پھر استدعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں ''وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الآیۃ'' آپ نے اس کو کُھدوا ڈالا اور جلا دیا اور اسی سال حج فرض ہوا آپ خود بہ سبب شغل تعلیم وہدایت وفود کے یعنی مختلف قبائل ومقامات کے ایلچیوں کے جن کا ذکر بعد میں آتا ہے اور سنہ ۹ ہجری میں یہ لوگ بہت زیادہ آئے تھے اور بسبب اہتمام غزوات کے (کہ ہر وقت احتمال اس کا رہتا تھا) خود تشریف نہ لے جاسکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج مقرر کرکے مکہ کو روانہ کیا کہ لوگوں کو حج موافق شرائع اسلام کے کرادیں اور سورۂ برات واسطے سنانے احکام نقض عہد کے ان کے ساتھ کردی پھر پیچھے سے موافق عادت عرب کے کہ عہد کے متعلق اقارب ہی کا پیغام قبول کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا ان احکام کی تفصیل سورۂ براءۃ میں ہے اور اسی سال حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سنہ ۱۰ ہجرت

اس میں آپ خود حج کو تشریف لے گئے اور آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے لہٰذا حجۃ الوداع کہلاتا ہے آپ کے حج کی خبر سُن کر مسلمان جمع ہونے شروع ہوئے ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہوگئے تھے اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' اور اسی حج سے واپس

ہوتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نام میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمایا کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کی بے جا شکایتیں آپ سے کی تھیں پھر آپ مدینہ پہنچ کر ہدایت وارشاد خلق وعبادتِ خالق میں مشغول ہوئے اور ربیع الاوّل میں سفر آخرت کو آپ نے اختیار فرمایا۔

مِنَ القصيدة

فِيْ غَزَوَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِيْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ
حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمٍ
يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ
تَرْمِيْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمٍ
هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُّصَادِمَهُمْ
مَاذَا رَاٰى مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمٍ
وَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ
وَ مَنْ يَّكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسُدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: (۱) آپ کفار سے ہر میدان جنگ میں لڑتے رہے یہاں تک کہ وہ بسبب نیزہ ہائے مجاہدین کے اس گوشت بے حس وحرکت کے مشابہ ہوگئے جو تختۂ قصاب پر رکھا ہو۔ (۲) دین اسلام دریائے لشکر کو جو گھوڑے تیز ونرم رفتار پر سوار ہے

کھینچ رہا ہے ایسے حال میں کہ وہ دریا دلیروں کی موج کو جو باہم متصادم ہے پھینک رہا ہے (یعنی دلیروں کی صفیں آپس میں متلاطم ہیں) (۳) لشکر اسلام (ثبات قدم میں) پہاڑوں کی مانند ہے (اگر تجھ کو میرے قول کا یقین نہیں آتا تو) ان کا حال (وکیفیت استقلال) ان کے مقابل سے دریافت کرلے کہ اس نے ان کا ہر جنگ گاہ میں کیا حال دیکھا ہے۔ (۴) اور ان کا حال مقامات جنگ سے یعنی حنین سے اور بدر سے اور اُحد سے کفار کے انواع موت کو پوچھ لے جو ان کے حق میں وباء سے بھی زیادہ سخت ہیں ضرر میں (۵) اور جس کی نصرت ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگی اگر اس کو شیر اپنے بیشوں میں ملیں تو وہ دم بخود رہ جاویں۔ ۱۲ عطر الوردہ۔"

اَٹھارہویں فصل.... (وفود کے بیان میں)

عظمت خانہ کعبہ کی عرب کے دل میں بہت تھی اور تھوڑے دن قصہ اصحاب فیل کو گذرے تھے لہٰذا عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ اہلِ باطل کعبہ پر غالب نہ آویں گے بعد فتح مکہ کے سب عرب کو اعتقاد حقیقت اسلام کا ہوا اور فوج فوج اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے اور قریات اور قبائل کے لوگ مسلمان ہوگئے۔

کچھ آدمی حضور اقدس میں واسطے سیکھنے شرائع اسلام ❶ کے بھیج دیتے وہ لوگ جو حضور میں حاضر ہوتے تھے وفد کہلاتے تھے وفود وفد کی جمع ہے جس سال میں وفد بکثرت آئے یعنی ۹ ہجری وہ عام الوفود کہلاتا ہے آپ وفود کی بہت خاطر داری اور توقیر کرتے اور انعام دے کر رخصت کرتے نیز عام اہلِ عرب اس کے بھی منتظر تھے کہ آپ کا معاملہ آپ کی قوم سے کیا ہوتا ہے قریش کے اسلام قبول کرنے سے بھی اور لوگ نرم ہوئے اکثر وفود تبوک کے بعد حاضر ہوئے اب بعض وفود کا ذکر محض فہرست کے طور پر کیا جاتا ہے قصے ان کے کتب سیر میں مذکور ہیں۔

❶ (اور بعض قبیلے نے بجائے اسلام کے استسلام اختیار کیا ہے جیسے وفد نصاریٰ نجران ۱۲ منہ)

(۱) وفد ثقیف جن کا ذکر غزوہ طائف کے ذیل میں آچکا ہے کہ وہ لوگ خود حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے آپ غزوۂ تبوک سے رمضان میں واپس ہوئے تھے اور اسی ماہ میں یہ لوگ حاضر ہوئے تھے۔ (۲) وفد بنی تمیم جن کا ذکر بعد غزوۂ طائف کے گذرا ہے کہ اقرع بن حابس وغیرہ حاضر ہوئے تھے۔ (۳) وفد طے غزوۂ تبوک سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ عدی حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ (۴) وفد عبدالقیس (اشج عبدالقیس جن کی مدح حدیثوں میں آئی ہے انہیں میں آئے تھے ۱۲ منہ)

(۵) وفد بنی حنیفہ ان میں مسیلمہ کذاب بھی آیا تھا اور ان میں بعضے لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے اور یہ لوگ سنہ ۱۰ھ کے اخیر میں آئے تھے۔

(۶) دوسرا وفد طے ان میں زید خیل آئے تھے۔ (۷) وفد کندہ ان میں اشعث بن قیس بھی تھے۔ (۸) وفد اشعریین واہل یمن (۹) وفد ازدان میں صرد بن عبداللہ بھی آئے تھے۔ (۱۰) وفد بنی الحارث بن کعب ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ میں۔

(۱۱) وفد ہمدان (۱۲) وفد مزینہ (۱۳) وفد دوس (۱۴) وفد نجران۔ مباہلہ کا قصہ انہی لوگوں سے ہوا تھا انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر مطیع اور باجگذار ہو گئے ۱۲۔

(۱۵) وفد بنی سعد بن بکر یہ آنے والے ضمام بن ثعلبہ تھے۔ (۱۶) طارق بن عبداللہ مع اپنی قوم کے۔ (۱۷) وفد تجیب (۱۸) وفد بنی سعد ندیم از قبیلہ قضاعہ (۱۹) وفد بنی فزارہ بعد تبوک (۲۰) وفد بنی اسد (۲۱) وفد بھراء (۲۲) وفد عذرہ صفر ۹ میں ❶

(۲۳) وفد بلی ❷ ربیع الاوّل ۹ میں۔ (۲۴) وفد ذی مرہ۔ (۲۵) وفد خولان شعبان سنہ ۱۰ میں۔ (۲۶) وفد محارب سال حجۃ الوداع میں۔ (۲۷) وفد صداء سنہ ۸۔ ❸

(۲۸) وفد غسان رمضان میں۔ (۲۹) وفد سلامان شوال سنہ ۱۰ھ میں۔

(۳۰) وفد بنی عبس ❹ (۳۱) دوسرا وفد ازدان میں سوید بن الحارث آئے

---

❶ (زادالمعاد میں اسی طرح ہے شاید محرم سے ابتداء کے اعتبار سے یہ سنہ لیا ہے ۱۲ منہ) ❷ (بروزن رضی قبیلۃ کذافی القاموس ۱۲ منہ) ❸ (زیاد بن حارث صدائی جن کی اذان کا قصہ حدیث میں آتا ہے وہ اسی قبیلہ سے ہیں ۱۲ منہ) ❹ (آپ نے ان سے حضرت خالد بن سنان کی اولاد کو پوچھا انہوں نے کہا کہ ایک لڑکی تھی اس کی نسل منقطع ہو گئی آپ نے فرمایا نبی تھی ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا یعنی ان کی قدر نہ پہچانی ۱۲ منہ)

تھے۔(۳۲)وفد بنی منتفق (۳۳)وفد نخع اور یہ آخر وفود ہے (کذا فی زاد المعاد) ❶

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

یَا خَیْرَ مَنْ یَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ
سَعْیًا وَّ فَوْقَ مُتُوْنِ الْاَیْنُقِ الرُّسُمِ
وَمَنْ هُوَ الْاٰیَةُ الْکُبْرٰی لِمُعْتَبِرٍ
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰی لِمُغْتَنِمٍ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

ترجمہ:(۱) اے بہترین ان کے کہ سائل دوڑتے ہوئے اور تیز رو اُونٹنیوں کی پشتوں پر سوار ہو کر ان کی درگاہ کا قصد کرتے ہیں (جیسے وفود آتے تھے)۔

(۲) اور اے وہ ذات کہ وہ بڑی نشانی ہے متأمل کے لئے اور وہ بڑی نعمت ہے قدر دان کے لئے (کہ آپ کی قدر سمجھ کر وفود آتے تھے) (عطر الوردہ مع تغیر ما ۱۲ منہ)

فصل اُنیسویں

(حکام اور اہلکاروں کے متعین فرمانے میں)

واسطے انتظام ملکی و تحصیلِ صدقات و جزیہ کے جن بلاد میں اسلام کا تسلط ہو گیا وہاں اس کام کے لئے ان صاحبوں کو مامور فرمایا۔(۱) مہاجر بن ابی امیہ بن المغیرہ کو صنعاء پر (۲) زیاد بن لبید انصاری کو حضر موت پر۔ (۳) عدی کو طے پر اور بنی اسد پر۔ (۴) مالک بن نویرہ یربوعی کو بنی حنظلہ پر۔ (۵) زبرقان بن بدر کو بنی سعد کے

❶ (اور اگر نجران کو بوجہ اسلام نہ لانے کے نکال دیا جاوے اور ازد اور طے کے دونوں وفدوں کے مجموعہ کو ایک کے حکم میں رکھا جاوے تو تیس ہوئے۔ ۱۲ منہ)

بعض علاقوں پر۔(۶) قیس بن عاصم کو بنی سعد کے دوسرے بعض علاقوں پر۔
(۷) علاء بن الحضرمی کو بحرین پر تحصیل کے لئے۔
(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہلِ نجران پر (کذافی سیرۃ ابن ہشام) اور حدیثوں سے
(۹) عتاب بن اسید کا مکہ پر اور (۱۰) معاذ بن جبل اور
(۱۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری کا یمن پر حاکم مقرر ہونا ثابت ہے۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَسْطُوْ بِمُسْتَاصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمٍ
حَتّٰى غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ
مِنْ م بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ:(۱) اصحاب کرام میں ہر ایک مجیب دعوت حق ہے (کہ آپ نے جہاں بھیج دیا چلے گئے) اور اُمیدوار (عطائے حق) ہے (کہ ثواب کے لئے چلے گئے) جو حملہ کرتا ہے بذریعہ ایسے حربہ کے جو کفر کی بیخ اُکھاڑ کر پھینک دے۔(۲) یہاں تک کہ ملتِ اسلام اپنی غربت پر اور کمزوری کے بعد متصل القرابۃ ہوگئی اس حال میں کہ وہ ملت اسلام ان سے ملحق و ملصق ہے (یعنی ایسی حمایت کی جیسے وہ ان کی قرابت دار ہو چنانچہ وہ اسلام کی خدمات بجالائے) ۱۲ (عطر الوردہ بتغیر ما)

فصل بیسویں

(فرمانوں کی روانگی میں ملوک وسلاطین کی طرف)

(۱) ہرقل شاہ روم کو دحیہ بن خلیفہ کے ہاتھ نامۂ مبارک روانہ فرمایا اور وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ (۲) کسریٰ شاہ فارس کو عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ اس نے نامۂ مبارک کو پھاڑ ڈالا آپ نے سُن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۳) نجاشی شاہِ حبشہ کو عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ (کذافی المواہب) اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جن کے زمانہ میں ہجرت حبشہ ہوئی تھی اور جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی یہ اس نجاشی کے بعد ہوا اور اس کے اسلام کا حال معلوم نہیں ہوا (کذافی زادالمعاد)۔ (۴) مقوقس شاہ مصر کو حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ یہ ایمان نہیں لایا مگر ہدایا بھیجے۔ (۵) منذر بن ساوی شاہِ بحرین کو علاء بن الحضرمی کے ہاتھ یہ مسلمان ہوگئے اور بدستور برسرِ حکومت قائم رکھے گئے۔

(۶) دو بادشاہ عمان جیفر بن جلندی وعبد بن جلندی کو عمرو بن العاص کے ہاتھ اور یہ دونوں مسلمان ہوگئے۔ (۷) ہوزہ بن علی حاکم یمامہ کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ وہ مسلمان نہیں ہوا۔ (۸) حارث بن ابی شمر غسانی حاکم غوطہ دمشق کو شجاع بن وہب کے ہاتھ حدیبیہ سے واپس ہونے کے زمانہ میں۔ (کذافی زادالمعاد)

(۹) جبلہ بن ایہم غسانی (یہ آخر ملوک شام ہے۔ کذافی القاموس ۱۲ منہ) کو شجاع بن وہب کے ہاتھ (کذافی سیرۃ ابن ہشام) اور اسی کے ذیل میں ان عرائض کا بھی ذکر مناسب ہے جو سلاطین نے آپ کے حضور میں بھیجیں علاوہ ان سلاطین کے جنہوں نے آپ کے فرمانوں کے جواب عرض کئے جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ جب آپ تبوک سے تشریف لے آئے تو شاہان حمیر نے ملک یمن سے

عرائض مشعراپنے اسلام کے قاصدوں کے ہاتھ بھیجے ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حارث بن عبدکلال (۲) نعیم بن عبدکلال (۳) نعمان حاکم ذورعین و معافروہمدان (۴) زرعہ ذویزن یہ سب ملوکِ یمن ہیں اور (۵) فروہ بن عمرو نے جو کہ سلطنتِ روم کی جانب سے عامل تھا اپنے اسلام کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی اہل روم نے اوّل اس کو قید کیا اور پھر قتل کر دیا۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

(۶) باذان صوبہ دار یمن از جانب کسریٰ مع اپنے دونوں بیٹوں اور ان لوگوں کے جو اہل فارس اور اہل یمن سے اس کے پاس تھے اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ کے پاس بھیج دی (کذافی تواریخ حبیب الٰہ مع قصہ سبب اسلامہ)

یہ سب مکتوب الیہ اور کاتب مل کر پندرہ ہوئے اور سیرۃ ابن ہشام میں رفاعہ بن زید جذامی کے ہاتھ کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے ان کی قوم کی طرف ایک فرمان لکھ دینا اور ان لوگوں کا مسلمان ہو جانا مذکور ہے اور بخاری کی شرح کرمانی میں ملوکِ یمن میں سے ذوالکلاع الحمیری اور ذوعمرو کا مسلمان ہو کر حضور میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہونا مگر آپ کی حیات میں نہ پہنچ سکنا لکھا ہے۔

مِنَ القصیدۃ

اٰیَاتُهُ الْغُرُّ لَا یَخْفٰی عَلٰی اَحَدٍ
بِدُوْنِهَا الْعَدْلُ بَیْنَ النَّاسِ لَمْ یَقُمِ
مُحَکَّمَاتٌ فَمَا یُبْقِیْنَ مِنْ شُبَهٍ
لِذِیْ شِقَاقٍ وَّ لَا یَبْغِیْنَ مِنْ حَکَمِ
مَاحُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ
اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْهَا مُلْقِیَ السَّلَمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

ترجمہ:(۱) آپ کے روشن احکام کسی پر مخفی نہیں (چنانچہ ان سلاطین پر ظاہر ہوگئے کہ قبول کیا یا مغلوب ہوئے) بدون ان احکام کے لوگوں میں عدل قائم نہیں ہوا۔(۲) وہ احکام (اُمور متنازع فیہا میں) حَکَم اور فیصل کنندہ قرار دیئے جاتے ہیں سو وہ شبہات کو باقی نہیں چھوڑتے کسی مخالف کے لئے اور نہ وہ احکام اپنے سوا کسی اور فیصلہ کنندہ کے طالب ہیں (کیونکہ وہ خود اس کے لئے کافی ہیں)۔(۳) ان احکام سے کبھی لڑائی یعنی مقابلہ نہیں کیا گیا مگر اس کا انجام یہی ہوا کہ دشمن سے دشمن بھی لڑائی سے باز آ کر ان کی طرف صلح کی سپر ڈالتا ہوا نظر آیا (جیسا ان سلاطین نے عجز کا اقرار کیا)۔(عطر الوردہ مع تغیر ما)

فصل اِکیسویں

(آپ کے بعض شمائل واخلاق وعادات میں)

اس میں رسالہ ''شیم الحبیب'' مصنفہ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی خاتم مثنوی کے (جس کا ملحقۃ المقدمہ میں ذکر آیا ہے بسبب اس کے کہ شمائل میں کافی مقدار پر مشتمل ہے) ترجمہ مع الاصل کے ایراد کو کافی سمجھا گیا اور نام اس کا ''شم الطیب'' ترجمہ ''شیم الحبیب'' ہے اس فصل کے اجزاء کو بلفظ وصل تعبیر کیا جاوے گا۔ و من اللہ التوفیق۔

شیم الحبیب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡٓ اَرۡسَلَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا عَرَبِیًّا ھَاشِمِیًّا مَّکِّیًّا مَّدَنِیًّا سَیِّدًا اَمِیۡنًا صَادِقًا مَّصۡدُوۡقًا قُرَشِیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا لَہٗ حَفِیًّا نَجِیًّا وَبَعۡدُ فَاِنَّ الۡعُلَمَآءَ قَدۡ جَمَعُوۡا شَمَائِلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَسَلَکُوۡا فِیۡہِ مَسۡلَکًا طَرِیًّا وَّ نَھَجُوۡا مَنۡھَجًا سَوِیًّا وَّلٰکِنَّ بَعۡضَھُمۡ قَدۡ اَطۡنَبُوۡا اِطۡنَابًا مُّمِلًّا وَبَعۡضَھُمۡ اَوۡ جَزُوۡا اِیۡجَازًا مُّخِلًّا فَالنَّاسُ بَیۡنَ ھَارِبٍ وَشَائِقٍ وَطَالِبٍ وَتَائِقٍ فَاَرَدۡتُ اَنۡ اَذۡکُرَ نَبۡذًا مِّنۡ مَّحَاسِنِہٖ وَمَکَارِمِہٖ وَشَطۡرًا مِّنۡ شَمَائِلِہٖ وَخِصَالِہٖ مُخۡتَصَرًا وَافِیًا وَمُوۡجَزًا شَافِیًا فَاِنَّ الۡعَاشِقَ الۡھَائِمَ

الْمَهْجُوْرَ إِذَا فَقَدَ الْوِصَالَ يَتَسَلّٰى بِذِكْرِ الدَّارِ وَالْخَالِ وَ يَتَعَلَّلُ بِوَصْفِ الْجَمَالِ وَ تَذْكَارِ الْخِصَالِ وَمَعَ ذٰلِكَ فَارْجُوْا بِهِ الثَّوَابَ وَالنَّجَاةَ مِنَ الْعَذَابِ وَالشَّفَاعَةَ مِنْ حَبِيْبِ رَبِّ الْاَرْبَابِ وَالدُّعَاءَ مِنَ الطُّلَّابِ وَالْاَحْبَابِ كَيْفَ وَلَا وَسِيْلَةَ لِيْ مِنْ حُسْنِ الْعَمَلِ وَالْعُمْرُ مَصْرُوْفٌ فِي الْمَعَاصِيْ وَالزَّلَلِ فَتَمَسَّكْتُ بِذَيْلِ شَمَآئِلِهٖ وَتَشَبَّثْتُ بِذِكْرِ مَدَآئِحِهٖ وَفَضَآئِلِهٖ تَقَبَّلَ اللهُ عَنِّيْ وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَمَّا كَانَ الْكِتَابُ الْمُسْتَطَابُ الشَّمَآئِلُ لِاَبِيْ عِيْسَى التِّرْمِذِيِّ وَالشِّفَآءُ لِقَاضِيْ عِيَاض رَحِمَهُمَا اللهُ الْفَيَّاضُ اَجْمَعَ وَاَضْبَطَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ فَالْتَقَطْتُ مِنْهُمَا مَا يُغْنِي الطَّالِبَ الْمِفْتَاقَ وَيَسْلُوْبِهِ الْمَهْجُوْرُ الْمُشْتَاقُ فَلْنَبْدَأْ بِحَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عنه عَنْ هِنْدٍ فَاِنَّهٗ فِيْ غَايَةِ الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ وَاَقْصٰى دَرَجَةِ تِبْيَانِ خَصَآئِصِ مَعْدِنِ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ اَتَمُّهُمَا وَاَكْمَلُهُمَا اَقُوْلُ رَوَى الْقَاضِيْ بِاِسْنَادِهِ الْمُعَنْعَنِ الْمُتَّصِلِ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَهُوَ الْاِمَامُ الْهُمَامُ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِنِّيْ سَاَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ (وابو ہالہ زوج خدیجہ ام المومنین ۱۲) صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ وَصَّافًا وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ يَّصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا اَتَعَلَّقُ بِهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُّفَخَّمًا يَتَلَاْلَاُ وَجْهُهٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ ❶ ۝ عَظِيْمُ الْهَامَةِ رَجِلُ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ ❷ عَقِيْقَتُهٗ فَرَقَ وَاِلَّا فَلَا

❶ بميم مضمومة و شين وذال معجمتين مفتوحتين ثم باء موحدة هو البائن الطويل في نحامته ۱۲... ❷ يعني ان انفرق شعر راسه بعد ما جمعه و عقصه فرق اسے تركه مفرقا والا ترك كل شعرة في نبته قال ابن قتيبة كان هذا في اوّل الاسلام ثم فرق شعره بعد هذا ۱۲)

يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنِهٖ اِذَا هُوَ وَفَرَّاَزْهَرُ اللَّوْنِ وَاسِعُ الْجَبِيْنِ (قال الترمذي للمشهور و فره بزيادة الماء في العمل الوفرة الشعر الى اشعمة الاذن) اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغُ مِنْ غَيْرِقَرْنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ اَقْنَى الْعِرْنَيْنِ لَهٗ نُوْرٌ يَّعْلُوْ وَيَحْسَبُهٗ مَنْ لَّمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ ❶ كَثُّ اللِّحْيَةِ اَدْعَجُ سَهْلُ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعُ الْفَمِ اَشْنَبُ مُفْلِجُ الْاَسْنَانِ دَقِيْقُ الْمَسْرُبَةِ ❷ كَاَنَّ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ بَادِنًا مُتَمَاسِكًا سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ مَسِيْحُ الصَّدْرِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرِّدِ مَوْصُوْلُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَّجْرِيْ كَالْخَطِّ عَارِي الثَّدْيَيْنِ مَاسِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَاَعَالِي الصَّدْرِ طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلُ الْاَطْرَافِ اَوْقَالَ شَائِلُ الْاَطْرَافِ سَبْطُ الْعَصَبِ خُمْصَانُ الْاَخْمَصَيْنِ ❸ مَسِيْحُ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ ❹ عَنْهُمَا الْمَآءُ اِذَا زَالَ زَالَ تَقَلُّعًا وَيَخْطُوْ تَكَفُّؤًا وَيَمْشِيْ هَوْنًا وَذَرِيْعُ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَطْوَلُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَى السَّمَآءِ جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ ❺ اَصْحَابَهٗ وَيَبْدَاُ مَنْ لَّقِيَهٗ بِالسَّلَامِ

---

❶ قال الجوهري الشمم ارتفاع قصبة الانف مع استواء اعلاه فان كان فيه احديداب فهو القنى ١٢ ❷ (بفتح الميم و سكون السين المهملة والراء المضمومة الشعر الذى في وسط الصدر الى السرة ١٢) ❸ (في الصحاح الاخمص ما دخل في باطن القدم فلم يصب الارض والمراد اعتداله والا فهو غير محمود ولم يكن خمصه مرتفعا جدا فافهم و في حديث هريرة وليس الاخمص و اذا وطى بقدمه وطى بكلها شفا۔ وهذا يوافق قوله مسيح القدمين۔ ١٢)
❹ (دور میشد از اں قدمہا آب يعنى انهما ملسان ليس فيهما وسخ والاشقاق ولا تكسر فاذا اصابهما لم يتعلق بهما وزال كذا فسره الهروى ١٢ منه) ❺ (اے لم يكن ياذن احدا ان يمشى خلفه ولكن يقدمهم و يمشى خلفهم تواضعًا (كذا قال الهروى ١٢)

قُلْتُ صِفْ لِيْ مَنْطِقَهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ طَوِيْلَ السُّكُوْتِ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ فَصْلًا لَا فُضُوْلَ فِيْهِ وَلَا تَقْصِيْرَ دَمِثًا لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنِ ❶ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا ❷ وَلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا يُقَامُ لِغَضَبِهٖ ❸ اِذَا تُعُرِّضَ لِلْحَقِّ بِشَيْءٍ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ وَلَا يَغْضِبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا وَاِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا ❹ وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَّبَهَا وَاِذَا تَحَدَّثَ اِتَّصَلَ بِهَا ❺ فَضَرَبَ بِاِبْهَامِهِ الْيُمْنٰى رَاحَةَ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ وَيَفْتَرُّ عَنْ مِّثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ قَالَ الْحَسَنُ رضی اللہ عنہ فَكَتَمْتُهَا عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ قَدْ سَبَقَنِيْ اِلَيْهِ ❻ فَسَاَلَ اَبَاهُ عَنْ مَّدْخَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَخْرَجِهٖ وَمَجْلِسِهٖ وَشَكْلِهٖ فَلَمْ يَدَعْ ❼ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہ سَاَلْتُ اَبِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ دُخُوْلُهٗ لِنَفْسِهٖ مَا ذُوْنًا لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ ❽ فَكَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى مَنْزِلِهٖ جَزَّاَ دُخُوْلَهٗ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْءً لِلّٰهِ

---

❶ (۱) بفتح الميم من المهانة اى الحقارة بضم الميم من الاہانۃ اے لا یہین احدا من الناس

❷ (بفتح الذال المعجمة المراد به المذوق المطعوم ۱۲) ❸ (یعنی کے در حالت غصب او بجہت شفاعت نمی استادچوں کسے مادر پیش او بجہت تلف حق تا آنکہ انصاف ادمید اد ۱۲)

❹ (قال ابن الاثير اراد ان اشارته مختلفه فكان للتوحيد والتشهد بالمسبحة و لغيره بالكف ۱۲)

❺ (اشار الى ان الباء فى بها للتعدية والى ان الضمير فى بها مبهم تفسير و قوله بابهامه والى ان اتصل تفسيره ضرب فافهم ۱۲ منه) ❻ (اے الى الحديث المشتمل على الصفات ۱۲)

❼ (اے مما سمعت من شمائله المذكورة يعنى وافق بيان على رضى الله عنه و هند رضى الله عنه ۱۲)

❽ (یعنی اذن پروردگاری طلبید برائے حاجات خود اما برائے حاجات دینی حاجت استیذان الٰہی نبود ۱۲)

تَعَالٰى وَجُزْءً لِاَهْلِهٖ وَ جُزْءً لِنَفْسِهٖ ثُمَّ جَزَّأَ جُزْئَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ
فَيَرُدُّ ❶ ذٰلِكَ عَلَى الْعَامَّةِ بِالْخَاصَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَكَانَتْ مِنْ
سِيْرَتِهٖ فِيْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِيْثَارُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِهٖ و قِسْمَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ
فَضْلِهِمْ فِي الدِّيْنِ فَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَةِ وَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ
ذُوالْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيَشْغَلُهُمْ فِيْمَا اَصْلَحَهُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ
مَّسْأَلَتِهٖ عَنْهُمْ وَاِخْبَارُهُمْ بِالَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَيَقُوْلُ لِيُبَلِّغَ
الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَاَبْلِغُوْنِيْ حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغِيْ
حَاجَتَهٗ فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ
اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الصِّرَاطِ لَا يُذْكَرُ عِنْدَهٗ اِلَّا ذٰلِكَ وَلَا
يَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ وَكِيْعٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُ يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا (طالبین مجتمعین محتاجین لما عندہ ۱۲) وَّلَا يَنْصَرِفُوْنَ عَنْهُ
اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ ❷ وَيَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً يَعْنِيْ فُقَهَاءَ قُلْتُ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ
مَخْرَجِهٖ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَخْزُنُ لِسَانَهٗ اِلَّا مِمَّا يَعْنِيْهِمْ وَ يُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُفَرِّقُهُمْ وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ
كُلِّ قَوْمٍ وَّ يُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ
يَّطْوِيَ عَنْ اَحَدٍ بِشْرَهٗ وَخُلُقَهٗ وَيَتَفَقَّدُ اَصْحَابَهٗ وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي
النَّاسِ وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُصَوِّبُهٗ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّنُهٗ مُعْتَدِلُ
الْاَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ لَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ اَنْ يَّغْفُلُوْا اَوْيَمَلُّوْا لِكُلِّ حَالٍ

❶ (قال ابن الاثير اراد ان العامة لا تصل اليه فی ھذا الوقت فكانت الخاصة تخبر العامة بما سمعت منه فكانه اوصل الفوائد الى العامة بسبب الخاصة و قيل ان الباء بمعنى عن اے جعل وقت العامة بعد وقت الخاصة بدلا منهم ۱۲) ❷ (یعنی در می آمدند صحابہ در مجلس پیغمبر دراں حالت کہ طالب و محتاج علم بودند چوں احتیاج ایشاں بطعام و متفرق نمیشدند مگر از چشیدن علم با گویم کہ با تعلم علم میخوردند شراب با طعام و بیروں می آمدند با فقہ و اسلام ۱۲)

عِنْدَهُ عَتَادٌ (1) لَا يَقْصُرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ إِلَى غَيْرِهِ اَلَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ اَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً وَّ اَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُّوَاسَاةً وَّمُوَازَرَةً فَسَاَلْتُهُ عَنْ مَّجْلِسِهٖ عَمَّا كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِسُ وَلَا يَقُوْمُ اِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ وَلَا يُوَطِّنُ الْاَمَاكِنَ وَ يَنْهٰى (2) عَنْ اِيْطَانِهَا وَ اِذَا انْتَهٰى اِلَى الْقَوْمِ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَ يَاْمُرُ بِذٰلِكَ وَ يُعْطِيْ كُلَّ جُلَسَآئِهٖ نَصِيْبَهٗ حَتّٰى لَا يَحْسِبُ جَلِيْسُهٗ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ اَوْ قَاوَمَهٗ لِحَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفَ مَنْ سَاَلَهٗ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهٗ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِّنَ الْقَوْلِ قَدْ وَسَعَ النَّاسَ بَسْطُهٗ وَ خُلُقُهٗ فَصَارَ لَهُمْ اَبًا وَصَارُوْا عِنْدَهٗ فِي الْحَقِّ مُتَقَارِبِيْنَ مُتَفَاضِلِيْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى وَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى صَارُوْا عِنْدَهٗ فِي الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهٗ مَجْلِسُ حِلْمٍ وَّعِلْمٍ وَّ حَيَاءٍ وَّصَبْرٍ وَّاَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ (3) فِيْهِ الْحُرَمُ وَلَا تُنْثٰى فِيْهِ فَلَتَاتُهٗ (4) يَتَعَاطَفُوْنَ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَيَرْحَمُوْنَ الصَّغِيْرَ وَيَرْفِدُوْنَ ذَا الْحَاجَةِ وَيَرْحَمُوْنَ الْغَرِيْبَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ سِيْرَتِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُلَسَآئِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ

---

(1) (بفتح عین مهمله و تاء مثناة فوقانيه و آخرهٗ دال مهملة اے يصلح كل ما يقع من الامور ١٢۔)

(2) (قال النووی انما ورد النہی عن ایطان موضع فی المسجد لخوف الریاء والافلا بأس بملازمة الصلوٰة فی موضع معین من البیت لحدیث عسان بن مالك ١٢)

(3) (ایبنت الرجل اذا رمیتهٗ بخله سوء مهوما بون اے مفعول فی دبره والمراد لا تذكر فيه الامور المحرمة يقال فلان یوبن بکذا اے یذکر بقبیح ١٢) (4) (اے هفواتهٗ وزلاته والضمير للقائل اے لم یکن فی مجلسهٖ فلتةٌ و ان کان من احد سترت۔)

بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَ لَا صَخَّابٍ وَّلَا فَحَّاشٍ وَّلَا عَيَّابٍ ❶ وَّلَا مَدَّاحٍ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهٗ عَنْ ثَلَاثٍ اَلرِّيَاءِ وَالْاِكْثَارِ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ عَنْ ثَلَاثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ اَحَدًا وَّلَا يُعَيِّرُهٗ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهٗ وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا فِيْمَا يَرْجُوْ ثَوَابَهٗ وَاِذَا تَكَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَائُهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ وَ اِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ مَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهٗ اَنْصَتُوْا لَهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ حَدِيْثُهُمْ حَدِيْثُ اَوَّلِهِمْ يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ وَيَعْجَبُ مِمَّا يَعْجَبُوْنَ وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِي الْمَنْطِقِ وَيَقُوْلُ اِذَا رَاَيْتُمْ صَاحِبَ الْحَاجَةِ يَطْلُبُهَا فَارْفِدُوْهُ وَلَا يَطْلُبُ الثَّنَاءَ اِلَّا مِنْ مُّكَافِئٍ وَلَا يَقْطَعُ عَلٰى اَحَدٍ حَدِيْثَهٗ حَتّٰى يَتَجَوَّزَهٗ فَيَقْطَعُهٗ بِاِنْتِهَاءٍ اَوْ قِيَامٍ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ سُكُوْتُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ سُكُوْتُهٗ عَلٰى اَرْبَعٍ عَلَى الْحِلْمِ وَالْحَذْرِ وَالتَّقْدِيْرِ وَالتَّفَكُّرِ فَاَمَّا تَقْدِيْرُهٗ فَفِيْ تَسْوِيَةِ النَّظْرِ وَ الْاِسْتِمَاعِ بَيْنَ النَّاسِ وَاَمَّا تَفَكُّرُهٗ فَفِيْمَا يَبْقٰى وَيَفْنٰى وَجُمِعَ لَهُ الْحِلْمُ فِي الصَّبْرِ فَكَانَ لَا يُغْضِبُهٗ شَيْءٌ يَسْتَفِزُّهٗ وَجُمِعَ لَهٗ فِي الْحَذْرِ اَرْبَعٌ اَخْذُهٗ بِالْحَسَنِ لِيُقْتَدٰى بِهٖ وَتَرْكُهُ الْقَبِيْحَ لِيُنْتَهٰى عَنْهُ وَاجْتِهَادُ الرَّاْيِ بِمَا اَصْلَحَ اُمَّتَهٗ وَالْقِيَامُ لَهُمْ بِمَا جَمَعَ لَهُمْ اَمْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِعْلَمْ اَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الشَّمَائِلِ وَرَدَ فِيْ اَحَادِيْثَ شَتّٰى عَنْ اَنَسٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَبَرَاءَ بْنِ عَازِبٍ وَعَائِشَةَ وَاَبِيْ جُحَيْفَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَاُمِّ مَعْبَدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُعَرِّضٍ (وقال صاحب القاموس والصواب معيقيب بن معرض ١٢) بْنِ مُعَيْقِيْبٍ وَاَبِي الطُّفَيْلِ وَ عَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ وَخُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ وَحَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ

❶ (من العيب او غياب بالغين المعجمة من الغيبة ١٢)

وَلْنَحْتَسِبْ بِذِكْرِ نُبَذٍ مِّنْهَا اَيْضًا قَالُوْا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ
كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ اَدْعَجَ اَنْجَلَ اَشْكَلَ
اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ اَبْلَجَ اَزَجَّ اَقْنٰى اَفْلَجَ مُدَوَّرَ الْوَجْهِ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ
كَثَّ اللِّحْيَةِ تَمْلَاُ صَدْرَهٗ سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ وَاسِعَ الصَّدْرِ
عَظِيْمَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمَ الْعِظَامِ عَبْلَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْعَضُدَيْنِ
وَالْاَسَافِلِ رَحْبَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ رَبْعَةَ
الْقَدِّ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَلَمْ يَكُنْ
يُمَاشِيْهِ اَحَدٌ يُنْسَبُ اِلَى الطُّوْلِ رَجِلَ الشَّعْرِ وَاِذَا افْتَرَّ ضَاحِكًا افْتَرَّ
عَنْ مِّثْلِ سَنَا الْبَرْقِ وَعَنْ مِّثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ وَاِذَا تَكَلَّمَ رُأِيَ
كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ اَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا لَيْسَ بِمُطَهَّمٍ وَّلَا
مُكَلْثَمٍ مُتَمَاسِكَ الْبَدَنِ ضَرْبَ اللَّحْمِ وَفِيْ رِوَايَاتٍ اُخَرَ سَجَرَ الْعَيْنِ
ضَخْمَ الْمُشَاشِ اِذَا وَطِئَ بِقَدَمِهٖ وَطِئَ بِكُلِّهَا لَيْسَ لَهٗ اَخْمَصُ هٰذَا كُلُّهٗ
خُلَاصَةُ مَا فِي الشِّفَاءِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ رحمه الله فِيْ شَمَائِلِهٖ عَنْ اَنَسٍ كَانَ
حَبِيْبُنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمَ
الرَّأْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ
الْمُتَرَدِّدِ كَانَ فِيْ وَجْهِهٖ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضَ مُشْرَبٌ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبَ
الْاَشْفَارِ جَلِيْلَ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدَ ذُوْ مَسْرُبَةٍ اِذَا الْتَفَتَ
اِلْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَفِيْ
رِوَايَةِ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ كَانَ ضَلِيْعَ الْفَمِ مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ اَشْكَلَ
الْعَيْنَيْنِ اِذَا نَظَرْتَ اِلَيْهِ قُلْتَ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ اَيْ
لَيْسَ بِمُكْتَحِلٍ وَقَالَ اَبُو الطُّفَيْلِ اللَّيْثِيْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ اَبْيَضَ
مَلِيْحًا مُقْتَصِدًا عَنْ اَنَسٍ كَانَ رَبْعَةً حَسَنَ الْجِسْمِ اَسْمَرَ اللَّوْنِ

عَظِيْمَ الْجُمَّةِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ وَرُوِیَ فِی الشَّمَائِلِ
لِلتِّرْمِذِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا
بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ
اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثَلٰثَ
عَشَرَةَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُوُفِّیَ وَ هُوَابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّيْنَ
سَنَةً وَقَالَ الْبُخَارِیُّ رحمہ اللہ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّيْنَ اَكْثَرُ اَیْ فِی الرِّوَايَةِ وَلَيْسَ
فِیْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ وَقَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ اِنَّ الشُّعُوْرَ
الْاَبْيَضَ فِیْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ كَانَ سَبْعَةَ عَشَرَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ
رَاَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدَّةً
حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامِ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ
وَعَنْ عَمْرِوبْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِیِّ شَعَرَاتٍ مُّجْتَمِعَةٍ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ
كَانَ فِیْ ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ نَّاشِرَةٌ وَفِیْ رِوَايَةٍ مِثْلُ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيْلَانٌ كَاَنَّهَا
ثَاٰلِيْلُ قَالَ الْبَرَاءُ مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ
رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا
اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ
وَجْهِهٖ وَاِذَا ضَحِكَ يَتَلَاْلَأُ نُوْرُهٗ فِی الْجُدُرِ وَقِيْلَ لِجَابِرٍ كَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالسَّيْفِ قَالَ لَابَلْ كَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا وَقَالَتْ اُمُّ مَعْبَدٍ كَانَ اَجْمَلَ النَّاسِ مِنْ بَعِيْدٍ
وَاَحْلَاهُ وَاَحْسَنَهٗ مِنْ قَرِيْبٍ وَقَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ مَنْ رَاٰهُ بَدَاهَةً هَابَهٗ وَمَنْ
خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ قَالَ اَنَسٌ مَا شَمِمْتُ

عَنۡبَرًا قَطُّ وَلَا مِسۡكًا وَّلَا شَيۡئًا اَطۡيَبَ مِنۡ رِّيۡحِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُصَافِحُ الۡمُصَافِحَ فَيَظِلُّ يَوۡمَهٗ يَجِدُ رِيۡحَهَا فَيَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى رَأۡسِ الصَّبِيِّ فَيُعۡرَفُ مِنۡ م بَيۡنِ الصِّبۡيَانِ بِرِيۡحِهَا وَنَامَ فِيۡ دَارِ اَنَسٍ فَعَرِقَ فَجَاءَتۡ اُمُّهٗ بِقَارُوۡرَةٍ تَجۡمَعُ فِيۡهَا عَرَقَهٗ فَسَأَلَهَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَنۡ ذٰلِكَ فَقَالَتۡ نَجۡعَلُهٗ فِيۡ طِيۡبِنَا وَهُوَ اَطۡيَبُ الطِّيۡبِ وَذَكَرَ الۡاِمَامُ الۡبُخَارِيُّ فِي التَّارِيۡخِ الۡكَبِيۡرِ عَنۡ جَابِرٍ لَمۡ يَكُنۡ يَمُرُّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِيۡ طَرِيۡقٍ فَيَتۡبَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ سَلَكَهٗ مِنۡ طِيۡبِهٖ قَالَ اِسۡحٰقُ بۡنُ رَاهُوۡيَه اِنَّ تِلۡكَ كَانَتۡ رَائِحَتَهٗ بِلَا طِيۡبٍ وَرَوٰى اِبۡرَاهِيۡمُ بۡنُ اِسۡمٰعِيۡلَ الۡمُزَنِيُّ عَنۡ جَابِرٍ اَنَّهٗ اَرۡدَفَنِيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَالۡتَقَمۡتُ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ بِفِيَّ فَكَانَ يَنِمُّ عَلَيَّ مِسۡكًا وَرُوِيَ اَنَّهٗ اِذَا تَغَوَّطَ اِنۡشَقَّتِ الۡاَرۡضُ فَابۡتَلَعَتۡ غَائِطَهٗ وَبَوۡلَهٗ وَفَاحَتۡ لِذٰلِكَ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ كَذَا رَوَتۡ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهَا وَلِذَا قِيۡلَ بِطَهَارَةِ الۡحَدَثَيۡنِ مِنۡهُ حَكَاهُ اَبُوۡبَكۡرِبۡنِ سَابِقٍ الۡمَالِكِيُّ وَاَبُوۡنَصۡرٍ وَشَرِبَ مَالِكُ بۡنُ سِنَانٍ دَمَهٗ يَوۡمَ اُحُدٍ وَمَصَّهٗ فَقَالَ لَنۡ يُّصِيۡبَهُ النَّارُ وَشَرِبَ عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ زُبَيۡرٍ دَمَ حِجَامَتِهٖ وَشَرِبَتۡ بَرَكَةُ رضی الله عنها بَوۡلَهٗ وَ اُمُّ اَيۡمَنَ خَادِمَةُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَلَمۡ تَجِدَاهُ اِلَّا كَمَاءٍ عَذۡبٍ طَيِّبٍ وَقَدۡ وُلِدَ مَخۡتُوۡنًا مَقۡطُوۡعَ السُّرَّةِ مُكَحَّلًا قَالَتۡ اٰمِنَةُ اُمُّهٗ وَلَدۡتُّهٗ نَظِيۡفًا مَا بِهٖ قَذَرٌ وَكَانَ يَنَامُ حَتّٰى يَكُوۡنَ لَهٗ غَطِيۡطٌ فَيُصَلِّيۡ وَلَا يَتَوَضَّأُ رَوَاهُ عِكۡرِمَةُ وَكَانَ مَحۡرُوۡسًا عَنۡ حَدَثِ الۡمَنَامِ قَالَ وَهۡبُ بۡنُ مُنَبِّهٍ قَرَأۡتُ فِيۡ اَحَدٍ وَّ سَبۡعِيۡنَ كِتَابًا فَوَجَدۡتُّ فِيۡ جَمِيۡعِهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَرۡجَحُ النَّاسِ عَقۡلًا وَاَفۡضَلُهُمۡ رَأۡيًا وَكَانَ يَرٰى فِي الظُّلۡمَةِ كَمَا

يَرٰى فِي الضَّوْءِ كَمَا رَوَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ يَرٰى مِنْ م بَعِيْدٍ كَمَا يَرٰى مِنْ قَرِيْبٍ وَكَانَ يَرٰى مِنْ خَلْفِهٖ كَمَا يَرٰى مِنْ اَمَامِهٖ وَكَانَ رَاٰى جَنَازَةَ النَّجَّاشِيِّ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَرَاٰى بَيْتَ الْمُقَدَّسِ مِنْ مَّكَّةَ حِيْنَ وَصَفَهٗ لِقُرَيْشٍ وَالْكَعْبَةَ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَهٗ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ يَرٰى فِي الثُّرَيَّا اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَصَرَعَ رُكَانَةَ اَشَدَّ اَهْلِ زَمَانِهٖ حِيْنَ دَعَاهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَ صَارَعَ اَبَا رُكَانَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَعَاوَدَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَصْرَعُهٗ وَكَانَ اَسْرَعَ فِي الْمَشْيِ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّا لَنَجْهَدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ غَيْرُ مُكْتَرِثٍ وَكَانَ ضِحْكُهٗ مُتَبَسِّمًا وَ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا وَ اُوْتِيَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَجُعِلَتْ لَهٗ كُلُّ الْاَرْضِ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُحِلَّتْ لَهُ الْغَنَائِمُ وَاُعِدَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ الْكُبْرٰى وَالْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ وَبُعِثَ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَكَافَّةِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَعَلِمَ اَلْسِنَةَ الْعَرَبِ كُلَّهَا اَقُوْلُ بَلِ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا قَالَتْ اُمُّ مَعْبَدٍ كَانَ حُلْوَّ الْمَنْطِقِ فَصِلًا لَا نَذَرَ وَلَاهَذَرَ كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتٌ نُظِمْنَ وَكَانَ قَلِيْلَ الْاَكْلِ وَالنَّوْمِ وَكَانَ لَا يَتَّكِئُ فِي الْاَكْلِ وَمَعْنَاهُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهٗ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا تَحْتَهٗ وَلَا مَائِلًا اِلٰى شِقٍّ اِنَّمَا كَانَ جُلُوْسُهٗ لِلْاَكْلِ جُلُوْسَ الْمُسْتَوْفِزِ مُقْعِيًا وَكَانَ يَقُوْلُ اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ وَكَانَ نَوْمُهٗ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ اِسْتِظْهَارًا عَلٰى قِلَّةِ الْمَنَامِ قَالَ اَنَسٌ اُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَرُوِيَ قُوَّةَ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا فِي الْجِمَاعِ وَرُوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْتُ عَلَى النَّاسِ بِاَرْبَعٍ بِالسَّخَاءِ وَالشَّجَاعَةِ وَكَثْرَةِ الْجِمَاعِ وَقُوَّةِ الْبَطْشِ وَكَانَ ذَا وَجَاهَةٍ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَبَعْدَ هَارُوِيَ عَنْ قَيْلَةَ اَنَّهَا

لَمَّا رَآتْهُ أُرْعِدَتْ مِنَ الْفَرَقِ فَقَالَ يَا مِسْكِينَةُ عَلَيْكِ السَّكِينَةُ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ قَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو فَأُرْعِدَ فَقَالَ هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ جَبَّارٍ وَلَقَدْ أُوتِيَ خَزَائِنَ الْأَرْضِ وَمَفَاتِيحَ الْبِلَادِ وَفُتِحَ عَلَيْهِ فِي حَيٰوتِهٖ بِلَادُ الْحِجَازِ وَالْيَمَنِ وَجَمِيْعُ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَحَوَالِي الشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَجُلِبَتْ إِلَيْهِ الْأَخْمَاسُ وَالصَّدَقَاتُ وَالْأَعْشَارُ وَأُهْدِيَتْ مِنَ الْمُلُوْكِ هَدَايَا فَصَرَفَ كُلَّهَا لِوَجْهِ اللهِ وَأَغْنٰى بِهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ لِيْ أُحُدًا ذَهَبًا يَبِيْتُ عِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ إِلَّا دِيْنَارًا أُرْصِدُهٗ لِدَيْنِيْ وَهٰذَا مِنْ كَمَالِ سَخَائِهٖ وَجُوْدِهٖ وَعَطَائِهٖ فَإِنَّهٗ مَاتَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ فِيْ نَفَقَةِ عِيَالِهٖ وَكَانَ مُقْتَصِرًا فِيْ نَفَقَتِهٖ وَمَلْبَسِهٖ وَمَسْكَنِهٖ عَلٰى مَا تَدْعُوْهُ الضَّرُوْرَةُ إِلَيْهِ وَكَانَ يَلْبَسُ فِي الْغَالِبِ الشَّمْلَةَ وَالْكِسَاءَ الْخَشِنَ وَالْبُرْدَ الْغَلِيْظَ وَيَقْسِمُ عَلٰى أَصْحَابِهٖ أَقْبِيَةَ الدِّيْبَاجِ الْمَنْسُوْجِ بِالذَّهَبِ وَيَرْفَعُ لِمَنْ لَّمْ يَحْضُرْهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ يَرْضٰى بِرِضَاهُ وَيَسْخُطُ بِسَخَطِهٖ حَتّٰى قَالَ اللهُ تَعَالٰى إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ جَبَلَهُ اللهُ تَعَالٰى فِيْ أَصْلِ فِطْرَتِهٖ عَلٰى مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَرَزَانَةِ الطَّبْعِ وَاعْتِدَالِ الْمِزَاجِ وَقَالَتْ اٰمِنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ إِنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ بَاسِطًا يَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ رَافِعًا رَأْسَهٗ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَشَأْتُ بُغِّضَ إِلَيَّ الْأَوْثَانُ وَالشِّعْرُ وَلَمْ أَهُمَّ بِشَيْءٍ مِّنْ أُمُوْرِ الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا مَرَّتَيْنِ فَعَصَمَنِيَ اللهُ تَعَالٰى مِنْهُمَا ثُمَّ لَمْ أَعُدْ وَكَانَ أَصْبَرَ النَّاسِ عَلٰى أَذَاهُمْ وَأَحْلَمَهُمْ يَعْفُوْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهٗ وَيُعْطِيْ مَنْ حَرَمَهٗ وَيَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ وَكَانَ يَخْتَارُ أَيْسَرَ الْأَمْرَيْنِ مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا

وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ حَتّٰى رُوِيَ فِيْ سِيْرَةِ ابْنِ هِشَامٍ اَنَّ عُتْبَةَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَخَا سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَمٰى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَكَسَرَ رُبَاعِيَّتَهُ الْيُمْنَى السُّفْلٰى وَشَجَّ وَجْهَهٗ فَقَالُوْا لَوْ دَعَوْتَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَمَا ضَرَبَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَمَا ضَرَبَ امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا وَرُوِيَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا سُئِلَ شَيْئًا فَقَالَ لَا وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ شعر مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِيْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهٗ نَعَمْ وَكَانَ يَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَكْسِبُ لِلْمَعْدُوْمِ وَيُقْرِى الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ فِيْ نَوَائِبِ الْحَقِّ كَمَا فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ اَنَّهٗ اُتِيَ اِلَيْهِ بِتِسْعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ فَوُضِعَتْ عَلٰى حَصِيْرٍ فَمَا رَدَّ سَائِلًا حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ فَاِذَا جَاءَنَا شَيْءٌ قَضَيْنَا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا كَلَّفَكَ اللهُ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَارَسُوْلَ اللهِ اَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا فَتَبَسَّمَ وَرُاِيَ الْبِشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ وَكَانَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ كَمَا رَوَاهُ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا رَأَيْتُ اَشْجَعَ وَلَا اَنْجَدَ وَلَا اَجْوَدَ وَلَا اَرْضٰى مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ نَلُوْذُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الشُّجَاعُ مَنْ يَّقْرُبُ مِنْهُ اِذَا دَنَى الْعَدُوُّ لِقُرْبِهٖ مِنْهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا وَكَانَ لَطِيْفَ الْبَشْرَةِ رَقِيْقَ الظَّاهِرِ لَا يُشَافِهُ

اَحَدًا بِمَا يَكْرَهُهٗ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا
مُتَفَحِّشًا وَلَا سَخَّابًا بِالْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِي السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ
يَّعْفُوْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو كَانَ مِنْ حَيَائِهٖ لَا يُثْبِتُ بَصَرَهٗ فِيْ وَجْهِ
اَحَدٍ وَّكَانَ يَكْنِيْ عَمَّا اُضْطُرَّ اِلَيْهِ مِنَ الْمَكْرُوْهَاتِ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ كَانَ اَوْسَعَ النَّاسِ صَدْرًا وَ اَصْدَقَهُمْ لَهْجَةً وَ اَلْيَنَهُمْ عَرِيْكَةً
وَّاَكْرَمَهُمْ عَشِيْرَةً وَّكَانَ يُجِيْبُ مَنْ دَعَاهُ وَيَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَوْ كَانَتْ
كُرَاعًا وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالْاَمَةِ وَالْمِسْكِيْنِ وَيَعُوْدُ
الْمَرْضٰى فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَيَقْبَلُ عُذْرَ الْمُعْتَذِرِ وَيَبْدَاُ اَصْحَابَهٗ
بِالْمُصَافَحَةِ وَلَمْ يُرَ قَطُّ مَادًّا رِجْلَيْهِ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ حَتّٰى يَضِيْقَ بِهِمَا عَلٰى
اَحَدٍ وَّيُكْرِمُ مَنْ يَّدْخُلُ عَلَيْهِ وَرُبَّمَا بَسَطَ ثَوْبَهٗ وَيُؤْثِرُهٗ بِالْوِسَادَةِ وَلَا
يَقْطَعُ عَلٰى اَحَدٍ حَدِيْثَهٗ وَكَانَ اَكْثَرَ النَّاسِ تَبَسُّمًا وَّاَطْيَبَهُمْ نَفْسًا
مَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِ اَوْ يَعِظْ اَوْ يَخْطُبْ وَكَانَ يَخْدِمُ الْوُفُوْدَ بِنَفْسِهٖ
اَحْيَانًا كَوُفُوْدِ النَّجَاشِيِّ وَاَنَّهٗ سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ
تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ مُشَفَّعٍ وَكَانَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ
وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ وَيَعُوْدُ الْمَسَاكِيْنَ وَ يُجَالِسُ الْفُقَرَآءَ وَيُفَلِّيْ ثَوْبَهٗ
وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيُرَقِّعُ ثَوْبَهٗ وَيَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخْدِمُ لِنَفْسِهٖ وَاَهْلِهٖ
وَيَقُمُّ الْبَيْتَ وَيَاْكُلُ مَعَ الْخَادِمِ وَ يَعْجِنُ مَعَهٗ وَيَحْمِلُ بِضَاعَتَهٗ مِنَ
السُّوْقِ وَكَانَ مِنْ اٰمَنِ النَّاسِ وَاَعْدَلِ النَّاسِ وَاَعَفِّ النَّاسِ
وَاَصْدَقِهِمْ قَوْلًا حَتّٰى اَنَّ اَبَا جَهْلِ ابْنَ هِشَامٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ مَعَ كَمَالِ عَدَا
وَتِهٖ لَمَّا سَاَلَهٗ اَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبَا الْحَكَمِ لَيْسَ هُنَا
غَيْرِيْ وَغَيْرُكَ يَسْمَعُ كَلَامَنَا تُخْبِرُنِيْ عَنْ مُحَمَّدٍ ﷺ صَادِقٌ اَمْ كَاذِبٌ
فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَاللّٰهِ اَنَّ مُحَمَّدًا لَصَادِقٌ وَمَا كَذَبَ مُحَمَّدٌ قَطُّ عَنْ

خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْقَرَ النَّاسِ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِذَا جَلَسَ فِيْ مَجْلِسٍ اِحْتَبٰى بِيَدِهٖ وَكَانَ اَكْثَرُ جُلُوْسِهٖ مُحْتَبِيًا وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّهٗ تَرَبَّعَ وَرُبَمَا جَلَسَ الْقُرْفُصَاءَ وَكَانَ اِذَا مَشٰى مَشٰى مُجْتَمِعًا يُعْرَفُ فِيْ مَشْيِهٖ اَنَّهٗ غَيْرُ غَرِضٍ وَلَا وَكِلٌ اَيْ غَيْرُ ضَجِرٍ وَلَا كَسْلَانُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ كَانَ فِيْ كَلَامِهٖ تَرْتِيْلٌ اَوْ تَرْسِيْلٌ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ وَ يُحِبُّ الطِّيْبَ وَالرَّائِحَةَ الْحَسَنَةَ وَيَسْتَعْمِلُهَا كَثِيْرًا وَيَحُضُّ عَلَيْهَا وَلَا يَنْفُخُ فِيْ طَعَامٍ وَلَا فِيْ شَرَابٍ وَ يُحِبُّ اِنْقَاءَ الْبَرَاجِمِ وَالرَّوَاجِبِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِّنْ خُبْزٍ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ عَنْ حَفْصَةَ كَانَ فِرَاشُهٗ مِسْحًا وَكَانَ يَنَامُ اَحْيَانًا عَلٰى سَرِيْرٍ مَرْمُوْلٍ بِشَرِيْطٍ حَتّٰى يُوَثِّرَ فِيْ جَنْبِهٖ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَمْ يَبُثَّ الشَّكْوٰى اِلٰى اَحَدٍ وَ كَانَتِ الْفَاقَةُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْغِنٰى وَكَانَ يَظَلُّ جَائِعًا يَلْتَوِيْ طُوْلَ لَيْلَتِهٖ مِنَ الْجُوْعِ وَلَوْشَاءَ سَاَلَ رَبَّهٗ جَمِيْعَ كُنُوْزِ الْاَرْضِ وَثِمَارِهَا وَرَغَدَ عَيْشِهَا وَلٰكِنَّهٗ يَقُوْلُ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا اِخْوَانِيْ مِنْ اُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوْا عَلٰى مَا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا فَمَضَوْا عَلٰى حَالِهِمْ وَكَانَ شَدِيْدَ الرَّهْبَةِ فِيْ ذَاتِ اللهِ حَتّٰى قَالَ لَوَدِدْتُّ اَنِّيْ لَشَجَرَةٌ تُعْضَدُ وَكَانَ يُصَلِّيْ حَتّٰى يَرِمَ قَدَمَاهُ فَقَالَ رَبُّهٗ تَعَالٰى وَتَقَدَّسَ رَحْمَةً لَهٗ طٰهٰ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى اِيْ لِتُتْعِبَ نَفْسَكَ وَكَانَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ كَذَا رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنَ الشِّخِّيْرِ وَكَانَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ لَيْسَ لَهٗ رَاحَةٌ وَيَسْتَغْفِرُ اللهَ تَعَالٰى فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اَوْ مِائَةَ مَرَّةٍ اَقُوْلُ كَانَ تَعْلِيْمًا لِاُمَّتِهٖ

اَوْلِطَلَبِ مَغْفِرَةٍ لِاُمَّتِهٖ اَوْلِاَنَّهٗ كَانَ خَائِضًا فِيْ بَحْرِ الْقُرْبِ وَالْعِرْفَانِ
وَكَانَ يَتَرَقّٰى سَاعَةً فَسَاعَةً لِاَنَّهٗ لَا تَكْرَارَ لِلتَّجَلِّيْ وَالتَّجَلِّيْ عَلٰى حَسْبِ
اِسْتِعْدَادِ الْمُتَجَلّٰى لَهٗ وَ اِسْتِعْدَادُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
مُتَزَائِدًا اٰنًا فَاٰنًا فَاِذَا رَاَى الْمَرْتَبَةَ اللَّاحِقَةَ عَالِيًا يَعُدُّ نَفْسَهٗ فِي
الْتَقْصِيْرِ فِي الْمَرْتَبَةِ السَّابِقَةِ اَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ
سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اللّٰهَ
تَعَالٰى مَا بَعَثَ نَبِيًّا اِلَّا حَسَنَ الصَّوْتِ حَسَنَ الْوَجْهِ وَكَانَ نَبِيُّكُمْ
اَحْسَنُهُمْ وَجْهًا وَ اَحْسَنُهُمْ صَوْتًا اَقُوْلُ وَاَمَّا عَدَمُ تَعَشُّقِ الْعَوَامِّ
عَلَيْهِ كَمَا كَانَ عَلٰى يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلِغَيْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى لَمْ
يُظْهِرْ جَمَالَهٗ كَمَا هُوَا عَلٰى غَيْرِهٖ كَمَا اَنَّهٗ لَمْ يُظْهِرْ جَمَالَ يُوْسُفَ كَمَا
هُوَ اِلَّا عَلٰى يَعْقُوْبَ اَوْ زَلِيْخَا وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلِيْمًا وَلَمْ
يَكُنْ سَابًّا وَّلَا فَحَّاشًا وَلَا لَعَّانًا وَّكَانَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ فِيْ سَيْرٍ قَرِيْبٍ
وَالرَّاحِلَةَ فِيْ بَعِيْدٍ وَ الْبَغْلَةَ فِيْ مَعَارِكِ الْحَرْبِ وَالْخَيْلَ لِاِجَابَةِ
الصَّارِخِ وَكَانَ يَبْسُطُ وَجْهَهٗ لِلْكَافِرِ وَالْعَدُوِّ رِجَاءَ اِئْتِلَافِهٖ وَيَصْبِرُ
لِلْجَاهِلِ وَيَتَوَلّٰى فِيْ مَنْزِلِهٖ مَهْنَةَ اَهْلِهٖ وَيَتَسَمَّتُ فِيْ مَلَائِهٖ حَتّٰى لَا
يَبْدُوَ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنْ اَطْرَافِهٖ وَ قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بِشْرُهٗ وَعَدْلُهٗ وَلَا
يَسْتَفِزُّهُ الْغَضَبُ وَلَا يُبْطِنُ عَلٰى جُلَسَائِهٖ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ فَكَيْفَ بِخَائِنَةِ الْقَلْبِ وَكَانَ حَبِيْبُنَا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْصُوْمًا فِيْ اَحْوَالِهٖ وَاَقْوَالِهٖ وَاَفْعَالِهٖ عَنِ
الْكَبَائِرِ وَالصَّغَائِرِ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ وَلَا يَصِحُّ مِنْهُ خُلْفٌ وَاضْطِرَابٌ
لَا فِيْ عَمْدٍ وَلَا فِيْ سَهْوٍ وَلَا صِحَّةٍ وَلَا مَرَضٍ وَلَا جِدٍّ وَلَا مَزْحٍ وَلَا رِضًى
وَلَا غَضَبٍ وَكَانَ لِحَبِيْبِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قَدِمَ مَكَّةَ

اَرْبَعُ غَدَائِرَ رَوَاهُ اُمُّ هَانِئٍ فَكَانَ يَسْدُلُ شَعْرَهٗ اَوَّلًا ثُمَّ فَرَقَ رَأْسَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا وَسُئِلَ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْئًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْبَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّا وَالْكَتَمِ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ شَيْبُهٗ اَحْمَرَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُقَيْلٍ رَاَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوْبًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ ثَلَاثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ وَكَانَ يُحِبُّ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ وَالْقَمِيْصَ وَكُمُّهٗ اِلَى الرُّسْغِ وَكَانَ يُحِبُّ الْحِبَرَ وَكَانَ يَلْبَسُ مِرْطَ شِعْرٍ اَسْوَدَ وَقَدْ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ وَلَبِسَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا وَكَانَ فِيْ نَعْلَيْهِ قِبَالَانِ مَثْنًى شِرَاكُهُمَا وَكَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْنِ مَخْصُوْفَتَيْنِ وَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ وَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهٗ كَمَا رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَقَالَ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ كَانَ فَصُّهٗ حَبْشِيًّا وَقَدْ ذُكِرَ فِيْ شُرُوْحِ الْبُخَارِيِّ اَنَّهٗ كَانَ حَجَرًا مِّنْ بِلَادِ الْحَبْشَةِ اَوْ عَلٰى لَوْنِ الْحَبْشَةِ وَكَانَ جَزْعًا اَوْ عَقِيْقًا وَرُوِيَ عَنْهُ اَيْضًا اَنَّ خَاتَمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانَ مِنْ فِضَّةٍ وَفَصُّهٗ مِنْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِّنْهُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ كَفِّهٖ اَقُوْلُ اِخْتِلَافُ الرِّوَايَاتِ بِحَسْبِ اِخْتِلَافِ الْحَالَاتِ فَتَدَرَّبْ وَدَعِ الْخِلَافَ وَكَانَ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلُ سَطْرٌ وَاللّٰهِ سَطْرٌ رَوَاهُ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ وَاِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ وَكَانَ يَلْبَسُهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ صَحَّحَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَقَالَ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ وَجَابِرٌ رضی اللہ عنہ وَابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَكَانَ سَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَفِيًّا وَقَبِيْعَتُهٗ

فِضَّةً وَّلَبِسَ دِرْعَيْنِ يَوْمَ اُحُدٍ وَ مِغْفَرًا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَكَانَ
اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ فِيْ كُتُبِ السِّيَرِ
بِرِوَايَاتٍ صَحِيْحَةٍ اَنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْخِيْ عِلَاقَتَهٗ
اَحْيَانًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَاَحْيَانًا يَلْبَسُ الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ عِلَاقَةٍ وَرُوِيَ عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَانَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعِمَامَةِ وَيَلْبَسُ
الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ الْقَلَانِسِ وَكَانَ لَهٗ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ وَ كَانَ يَأْتَزِرُ اِلٰى
اَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَرَخَّصَ اِلٰى اَسْفَلَ وَلٰكِنْ قَالَ لَا حَقَّ لِلْاِزَارِ فِي
الْكَعْبَيْنِ وَاِذَا جَلَسَ اِحْتَبٰى بِيَدَيْهِ وَاسْتَلْقٰى فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا
اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ رَاَيْتُهٗ مُتَّكِئًا عَلٰى
وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ وَرَاٰهُ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قُطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ
فَصَلّٰى بِهِمْ وَعَنْهُ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ
رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا وَكَانَ يَاْكُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ
وَيَلْعَقُهُنَّ وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهٖ خُبْزَ الشَّعِيْرِ وَمَا اَكَلَ عَلٰى خِوَانٍ قَطُّ وَلَا
سُكُرُّجَةٍ بَلْ عَلَى السُّفَرِ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمَا كَانَ يُحِبُّ الْخَلَّ وَالزَّيْتَ وَالْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ وَالدُّبَّاءَ وَاَكَلَ لَحْمَ
الدَّجَاجِ وَالْحُبَارٰى وَالشَّاةِ وَالْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَيُحِبُّ الثَّرِيْدَ وَيَاْكُلُ
الْفِلْفِلَ وَالتَّوَابِلَ وَاَكَلَ الْبُسْرَ وَالرُّطَبَ وَالتَّمْرَ وَالسِّلْقَ وَالْحَيْسَ
وَكَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ يَعْنِيْ مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ وَ قَالَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ
الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ اَيْ غَسْلُ الْاَيْدِيْ اِطْلَاقًا لِلْكُلِّ عَلَى
الْجُزْءِ كَذَا قَالُوْا وَكَانَ يَاْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ كَمَا رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
جَعْفَرٍ وَرَوَتْ عَائِشَةُ اَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ وَيَقُوْلُ يُكْسَرُ
حَرُّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَكَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلَيْهِ الْحُلْوَ الْبَارِدَ وَيَشْرَبُ

النَّبِيْذَ وَاللَّبَنَ وَالْمَاءَ فِيْ قَدَحٍ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَشَبٍ غَلِيْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ وَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبَنِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ شَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ قَائِمًا وَرَوٰى عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا وَ قَائِمًا وَاِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ اَوْثَلَاثًا وَكَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجِعَهٗ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ رَوَاهُ بَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَاِذَا نَامَ نَفَخَ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ وَقَالَتْ حَفْصَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ فِرَاشُهٗ مِسْحًا نَثْنِيْهِ ثِنْتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ وَ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِيْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِّنْ لِّيْفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ مِنْ لِّيْفٍ وَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ كَانَ يَقْعُدُ عَلَى الْاَرْضِ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَقُوْلُ لَوْدُعِيْتُ اِلٰى ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَحَجَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَعَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا تُسَاوِيْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَكَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ م بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ وَمَالِيْ طَعَامٌ يَّاكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ رَوَاهُ

اَنَسٌ رضی اللہ عنہ وَقَالَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهٗ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِّنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ وَ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَالَ كَشْفِ السِّتَارَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهٖ

كَأَنَّهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ بَعْدَ مَامَاتَ فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى سَاعِدَيْهِ وَقَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِبْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثَّلَاثَاءِ وَيَوْمَ الثَّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِيْ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ دُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ قَالَ اَبُوْعِيْسَى التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اَقُوْلُ الصَّحِيْحُ اَنَّهُ دُفِنَ لَيْلَةَ الْاَرْبَعَاءِ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ وَاِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ وَاِنِّيْ لَا اَنْسٰى وَلٰكِنْ اُنَسّٰى وَ اِنِّيْ اَرٰى مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى مِنْ اَمَامِيْ وَاِنَّهُ كَانَ يَقْظَانَ الْقَلْبِ دَائِمًا وَ فَوْتُ الْفَجْرِ لَيْلَةَ التَّعْرِيْسِ لِحِكْمَةٍ اِلٰهِيَّةٍ اِقْتَضَتْ اِظْهَارَ حُكْمِ الْقَضَاءِ عَلٰى اُمَّتِهٖ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا فَكَانَ يُمَازِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحْيَانًا لِتَطْيِيْبِ قُلُوْبِهِمْ كَقَوْلِهٖ لَاَحْمِلَنَّكَ عَلٰى اِبْنِ النَّاقَةِ لِاَعْرَابِيٍّ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ لِاِمْرَأَةٍ وَكَانَ حَبِيْبُنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلَ الْاَنْبِيَاءِ وَخَتْمَ الْمُرْسَلِيْنَ وَمُنْتَهَى النَّبِيِّيْنَ وَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقْتَدِيْ بِهٖ فِي الْاَحْكَامِ وَ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاسٰى مِنَ الشَّدَائِدِ مَا يُقَاسِيْهِ الْاِنْسَانُ لِتَضَاعُفِ ثَوَابِهٖ وَتَصَاعُدِ دَرَجَاتِهٖ فَمَرِضَ وَاشْتَكٰى وَاَصَابَهُ الْحَرُّ وَالْقَرُّ وَاَدْرَكَهُ الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ وَلَحِقَهُ الْغَضَبُ وَالضَّجَرُ وَنَالَهُ الْاِعْيَاءُ وَالتَّعَبُ وَالضَّعْفُ وَالْكِبَرُ وَسَقَطَ فَجُحِشَ وَ شَجَّهُ الْكُفَّارُ يَوْمَ اُحُدٍ وَاَدْمَوْا قَدَمَيْهِ فِي الطَّائِفِ وَ سُقِيَ السَّمَّ وَسُحِرَ وَتَدَاوٰى وَاحْتَجَمَ وَتَنَشَّرَ وَتَعَوَّذَ

وَقَطَعَ نَحْبَهٗ وَلَحِقَ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى وَتَخَلَّصَ مِنْ دَارِ الْاِمْتِحَانِ وَالْبَلْوٰے وَلَقَدْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْاَعْدَاءِ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ حَتّٰى عَنْ بَدْرِ بْنِ قَمِئَةَ يَوْمَ اُحُدٍ حِيْنَ رَمٰى بِحَجَرٍ فَشَجَّ وَجْنَتَهٗ وَدَخَلَتْ حَلْقَتَانِ مِنَ الْمِغْفَرِ فِيْهِمَا وَاَخَذَ عَلٰى اَبْصَارِ قُرَيْشٍ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ اِلَى الثَّوْرِ وَاَمْسَكَ عَنْهُ سَيْفَ غَوْرَثَ وَحَجَرَ اَبِيْ جَهْلٍ وَفَرَسَ سُرَاقَةَ ابْنِ مَالِكٍ وَسِحْرَ لَبِيْدِ بْنِ اَعْصَمَ وَسَمَّ يَهُوْدِيَّةٍ وَفِي الْعِصْمَةِ وَالْاَذِيَّةِ اِظْهَارٌ لِشَرَفِهٖ وَاِيْصَالُ ثَوَابِهٖ وَكَيْلَا يَضِلَّ فِيْهِ النَّاسُ بِاِظْهَارِ الْعَجَائِبِ وَالْمُعْجِزَاتِ كَمَا ضَلُّوْا فِيْ عِيْسٰى وَعُزَيْرَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَلِيَكُوْنَ تَسْلِيَةً لِاُمَّتِهٖ فِي الْمَصَائِبِ وَهٰذِهِ الطَّوَارِئُ اِنَّمَا كَانَتْ عَلٰى جَسَدِهِ الْمُطَهَّرِ الْبَشَرِيِّ لِمُشَاكَلَةِ النَّوْعِ وَاَمَّا قَلْبُهٗ فَمُنَزَّهٌ مُقَدَّسٌ عَنِ التَّعَلُّقِ بِالْخَلْقِ مَشْغُوْلٌ م بِمُشَاهَدَةِ الْحَقِّ فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِاللّٰهِ وَلِلّٰهِ وَفِي اللّٰهِ وَمَعَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ وَاٰنٍ حَتّٰى اَنَّ اَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ وَلُبْسَهٗ وَحَرَكَتَهٗ وَسُكُوْنَهٗ وَ قَوْلَهٗ وَ سُكُوْتَهٗ كُلَّهٗ لِوَجْهِ اللّٰهِ وَ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ هٰذَا مُجْمَلُ مَا فِي الْمُطَوَّلَاتِ فَاحْفَظْهُ فَاِنَّهٗ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اِلَّا الْعُلَمَاءُ الْمُحَقِّقُوْنَ بَعْدَ تَتَبُّعِ الْكُتُبِ وَالدَّفَاتِرِ الْكَثِيْرَةِ وَاِنَّا قَدْ اَعْطَيْنٰكَ عُجَالَةً نَافِعَةً وَعُلَالَةً رَائِعَةً تَسْتَوْعِبُهَا فِي الْمُدَّةِ الْيَسِيْرَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَارِئِهَا وَكَاتِبِهَا وَسَامِعِهَا وَحَافِظِهَا وَ رَاوِيْهَا وَمُؤَلِّفِهَا اٰمِيْن وَلْنَخْتِمْ بِعِدَّةِ اَبْيَاتٍ هِيَ تُحْفَةٌ مُّرْسَلَةٌ اِلٰى جَنَابِهٖ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

شم الطیب....(ترجمہ شیم الحبیب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَیں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے ہماری طرف ایک رسول کو بھیجا جو عربی ہاشمی مکی مدنی سردار امین سچی خبریں دینے والے سچی خبریں دیئے گئے قریشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ آپ کے محب خاص اور رازدار با اختصاص تھے رحمت نازل فرماوے۔..... بعد حمد وصلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ علماء (ہمیشہ سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کو جمع کرتے رہے۔

اور اس باب میں نو بنو مسلک اور اعتدال طریق پر چلتے رہے لیکن بعض نے اس قدر تطویل کی جس سے دل اُکتا جائے اور بعض نے اس قدر اختصار کیا کہ فہم مطلب ہی میں خلل پڑ جائے اور لوگ مختلف ہوتے ہیں بعضے (تطویل یا ایجاز سے) بھاگتے ہیں اور بعضے اس کے شائق اور طالب ہوتے ہیں (سو تطویل و اختصار سے نفع عام نہیں ہوتا بخلاف مقدار اوسط مناسب کے کہ وہ ہر شخص کے مذاق کے موافق ہوتا ہے) اس لئے مَیں نے ارادہ کیا کہ آپ کے محاسن اوصاف و مکارم اخلاق اور شمائل اور خصال میں سے ایک مختصر حصہ مگر کافی شافی قلمبند کروں۔ کیونکہ عاشق سرگشتہ ومہجور جب محروم الوصال ہوتا ہے تو منزل محبوب یا خط و خال ہی کو یاد کر کے اپنے دل کو سمجھاتا ہے اور محبوب کے جمال اور اوصاف کا بیان و تذکرہ کر کے اپنا جی بہلاتا ہے اور اسی کے ساتھ میں اس میں حصول ثواب اور نجات من العذاب اور شفاعۃ محبوب رب الارباب اور دُعائے طالبین واحباب کی بھی اُمید رکھتا ہوں اور یہ اُمید کیسے رکھوں جب کہ حسن

عمل کا کوئی وسیلہ میرے پاس نہیں۔ اور عمر تمام معاصی اور لغزشوں میں صرف ہوئی اس لئے مَیں نے آپ کے شمائل و مدائح وفضائل کے تذکرہ کا دامن پکڑا اللہ تعالیٰ مجھ سے اور سب مسلمانوں سے اس کو قبول فرمادے مستحق جمیع محامد کا وہی رب العالمین ہے۔ اور چونکہ کتاب الشمائل امام ترمذی رحمہ اللہ کی اور کتاب الشفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ کی اس باب میں جامع تر اور ضابط تر تھی اس لئے مَیں نے ان ہی دو کتابوں سے ایسے مضامین منتخب کئے جو طالب راغب کو (دوسری کتابوں سے) بے نیاز کردیں اور جن سے مہجور مشتاق دل کو تسلی دے سکے۔ سو ہم امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو کہ ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شروع کرتے ہیں کیونکہ وہ فصاحت و بلاغت کے منتہی پیمانہ پر ہے اور معدن نبوت و رسالت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ و سلاماً تامین کاملین کے بیان خصوصیات کے اعلیٰ درجہ میں ہے پس مَیں کہتا ہوں (وصل اوّل آپ کے حلیہ شریفہ میں) قاضی ممدوح نے اپنے اسناد معنعن سے جو کہ امام زین العابدین تک پہنچتی ہے۔ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ دریافت کیا اور وہ حضور کا بکثرت ذکر اوصاف کیا کرتے اور مَیں اُمیدوار ہوا کہ ان اوصاف میں سے کچھ میرے سامنے بھی بیان کریں جس کو مَیں اپنے ذہن میں جمالوں۔ پس انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ذات میں) عظیم تھے (نظروں میں) معظم تھے آپ کا چہرہ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا بالکل میانہ قد آدمی سے تو قامت میں قدرے نکلے ہوئے تھے اور دراز قد سے قامت میں کم تھے۔ سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) کلاں تھا موئے سر سیدھے قدرے بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں (کو جمع کرتے وقت ان) میں (اتفاقاً از خود) مانگ نکل آتی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں (یعنی ابتداء اسلام میں ایسا معمول تھا اور بعد میں تو قصداً مانگ نکالتے تھے آپ کے موئے سر نرمہ گوش سے تجاوز کرجاتے

تھے جب کہ آپ بالوں کو بڑھائے ہوئے تھے۔ آپ کا رنگ مبارک چمک دار تھا پیشانی فراخ تھی ابرو خم دار بالوں سے پُر تھی اور باہم پیوستہ نہ تھیں ان دونوں کے درمیان میں ایک رگ تھی کہ وہ غصہ میں اُبھر جاتی تھی بلند بینی تھی بینی مبارک پر ایک نور نمایاں تھا کہ جو شخص تامل نہ کرے آپ کو دراز بینی سمجھے ریش مبارک بھری ہوئی تھی پُتلی خوب سیاہ تھی رخسار مبارک سبک تھے دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا (یعنی تنگ نہ تھا نہ یہ کہ زیادہ فراخ تھا) دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں (ذرا ذرا) ریخیں تھیں سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا گردن مبارک ایسی (خوب صورت) تھی جیسی تصویر کی گردن (خوبصورت تراشی جاتی ہے) صفائی میں چاندی جیسی تھی۔ بدن جسامت میں معتدل اور پر گوشت اور کسا ہوا تھا شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا اور سینہ قدرے اُبھرا ہوا تھا آپ کے شانوں کے درمیان قدرے (اوروں سے زائد) فاصلہ تھا جوڑ پر کی ہڈیاں کلاں تھیں کپڑا اُتارنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن تھا سینہ اور ناف کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی ایک متصل دھاری چلی جاتی تھی اور ان بالوں کے سوا ثدیین (وغیرہ) پر بال نہ تھے (البتہ) دونوں (ارید بالذراعن العضد ان تسمیۃ للجزء باسم اھل ۱۲ منہ) بازو اور شانوں سینہ کے بالائی حصہ پر (مناسب مقدار سے) بال تھے کلائیاں دراز تھیں ہتھیلی فراخ تھی کفین اور قدمین پُر گوشت (ہاتھ پاؤں کی) اُنگلیاں لمبی تھیں یا راوی نے بلند کہا ہے (کہ اس کا بھی وہی حاصل ہے) اعصاب آپ کے برابر تھے آپ کے تلوے (قدرے) گہرے تھے (کہ چلنے میں زمین کو نہ لگتے) قدم مبارک ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان پر سے (بالکل) ڈھل جاتا (یعنی میل کچیل خشونت وغیرہ سے پاک تھے چکنے ہونے سے پانی ان کو ذرا نہ لگا رہتا) جب چلنے کے لئے پاؤں اُٹھاتے تو قوت سے پاؤں اُکھڑتا تھا اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا گویا (کسی بلندی سے)

پستی میں اُتر رہے ہیں جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے (یعنی کن انکھیوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) نگاہ نیچی رکھتے آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ کی نگاہ زیادہ رہتی عموماً عادت آپ کی گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (مطلب یہ کہ غایت حیا سے پورا سر اُٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے) اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے جس سے ملتے خود ابتداء بسلام فرماتے پھر میں نے (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ آپ کی گفتگو کے متعلق مجھ سے بیان کیجئے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت (آخرت کے) غم میں اور ہمیشہ (اُمورِ آخرت کے) سوچ میں رہتے کسی وقت آپ کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے آپ کا سکوت طویل ہوتا تھا۔ کلام کو شروع اور ختم منہ بھر کر فرماتے (یعنی گفتگو اوّل سے آخر تک نہایت صاف ہوتی) کلام جامع فرماتے (جس کے الفاظ مختصر ہوں مگر پُر مغز ہوں) آپ کا کلام (حق و باطل میں) فیصل کن ہوتا جو نہ حشو و زائد ہوتا اور نہ تنگ ہوتا آپ نرم مزاج تھے نہ مزاج میں سختی اور نہ مخاطب کی اہانت فرماتے نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح دونوں نہ فرماتے (مذمت تو اس لئے نہ فرماتے کہ وہ نعمت تھی اور مدح زیادہ اس لئے نہ فرماتے کہ اکثر اس کا سبب حرص اور طلب لذت ہوتی ہے) جب اَمرِ حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جب تک کہ اس حق کو غالب نہ کر لیتے اور اپنے نفس کے لئے غضبناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لئے انتقام لیتے اور (گفتگو کے وقت) جب آپ اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی اَمر پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب آپ بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی سے متصل کرتے یعنی اس پر مارتے اور جب آپ کو غصہ آتا تو آپ

ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے (یہ دونوں امر ناشی حیا سے ہیں) اکثر ہنسنا آپ کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے۔

(وصل دوم)

آپ کے تقسیم اوقات وطرزِ معاشرت میں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک زمانہ تک حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے اس کو چھپائے رکھا پھر جو میں نے ان سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں جانا باہر آنا ہر نشست و برخاست طرز طریق سب پوچھ چکے ہیں اور کوئی بات بھی (بے تحقیق کئے ہوئے) نہیں چھوڑی۔ غرض امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف رکھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ آپ کا گھر میں اپنے ذاتی حوائج (طعام ومنام وغیرہ) کے لئے تشریف لے جانا آپ اس باب میں (منجانب اللہ) ماذون تھے سو آپ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (کے حقوق ادا کرنے) کے لئے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا) اور ایک حصہ اپنے نفس (کی راحت) کے لئے پھر اپنے حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے (یعنی اس میں سے بھی بہت سا وقت اُمت کے کام میں صرف فرماتے) اور اس حصۂ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگا دیتے (یعنی اس حصہ میں عام لوگ تو نہیں آ سکتے تھے مگر خواص حاضر ہوتے اور دین کی باتیں سن کر عوام کو پہنچاتے اس طرح سے عام لوگ بھی ان منافع میں شریک ہو جاتے) اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفاء نہ فرماتے (یعنی نہ احکام

دینیہ کا اور نہ متاع دنیوی کا بلکہ ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے) اور اس حصۂ اُمت میں آپ کا طرز یہ تھا کہ اہلِ فضل (یعنی اہلِ علم وعمل) کو آپ اس اَمر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کے فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں کسی کو زیادہ ضرورتیں ہوتیں سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے اور ان کو ایسے شغل میں لگاتے جس میں ان کی اور بقیہ اُمت کی اصلاح ہو وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال اُمور کی ان کو اطلاع دیتے اور آپ یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں حاضر ہے وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے اور (یہ بھی فرماتے کہ) جو شخص اپنی حاجت مجھ تک (کسی وجہ سے مثلاً پردہ یا ضعف یا بُعد وغیر ذٰلک) نہ پہنچا سکے تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات کو قبول نہ فرماتے (مطلب یہ کہ لوگوں کے حوائج ومنافع کے سوا دوسری لایعنی یا مضر باتوں کی سماعت بھی نہ فرماتے) اور سفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ہے کہ لوگ آپ کے پاس طالب ہو کر آتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس ہوتے (یعنی آپ علاوہ نفع علمی کے کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے اور ہادی یعنی فقیہ ہو کر آپ کے پاس سے باہر نکلتے امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے (والد سے) عرض کیا کہ آپ کے باہر تشریف رکھنے کے حالات بھی مجھ سے بیان کیجئے کہ اس وقت میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے اور لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے اور ہر قوم کے آبرودار آدمی کی آبرو کرتے تھے اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرما دیتے تھے اور لوگوں کو (اُمور مضرہ سے) حذر

رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے اور ان (کے شر) سے اپنا بھی بچاؤ رکھتے تھے مگر کسی شخص سے کشادہ روی اور خوش خوئی میں کمی نہ کرتے تھے اپنے ملنے والوں کی حالت کا استفسار رکھتے تھے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ ان کو پوچھتے رہتے (تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے) اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب اور بری بات کی تقبیح اور تحقیر فرماتے آپ کا ہر معمول نہایت اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی (کہ کبھی کسی طرح کر لیا کبھی کسی طرح کر لیا لوگوں کی تعلیم مصلحت سے) غفلت نہ فرماتے بوجہ اس احتمال کے کہ (اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے تو بعضے تو خود دین سے) غافل ہو جاویں گے یا (بعضے اُمور دین میں اعتدال سے زیادہ مشغول ہو کر دین سے) اُکتا جاویں گے ہر حالت کا آپ کے یہاں ایک خاص انتظام (بندھا ہوا قاعدہ تھا ۱۲) تھا حق سے کبھی کوتاہی نہ کرتے اور ناحق کی طرف کبھی تجاوز کر کے نہ جاتے لوگوں میں سے آپ کے مقرب بہترین لوگ ہوتے سب میں افضل آپ کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غم خواری و اعانت بخوبی کرتا۔ پھر میں نے ان سے آپ کی مجلس کے بارے میں پوچھا کہ اس میں آپ کا کیا معمول تھا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا اور اُٹھنا سب ذکر اللہ کے ساتھ ہوتا اور اپنے لئے کوئی جگہ بیٹھنے کی (ایسی) معین نہ فرماتے (کہ خواہ مخواہ اسی جگہ بیٹھیں اور اگر اور کوئی بیٹھ جاوے تو اس کو اُٹھا دیں) اور دوسروں کو بھی (اس طرح) جگہ معین کرنے سے منع فرماتے اور جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے جلیسوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ (اپنے خطاب و توجہ سے) دیتے (یعنی سب پر جدا جدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے) یہاں تک کہ آپ کا ہر جلیس یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ کو کسی کی خاطر عزیز نہیں۔ جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ کو لے کر بیٹھ جاتا یا

کھڑا رکھتا تو جب تک وہی شخص نہ ہٹ جاتا آپ اس کے ساتھ مقید رہتے۔ جو شخص آپ سے کچھ حاجت چاہتا تو بدون اس کے کہ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دیتے اس کو واپس نہ کرتے آپ کی کشادہ رُوئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لئے عام تھی گویا بجائے ان کے باپ کے ہوگئے تھے اور تمام لوگ آپ کے نزدیک حق میں (فی نفسہٖ) مساوی تھے (البتہ) تقویٰ کی وجہ سے متفاوت تھے (یعنی تقویٰ کی زیادتی سے تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور اُمور میں سب باہم مساوی تھے) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حق میں سب آپ کے نزدیک برابر تھے آپ کی مجلس حلم اور علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے اور صاحبِ حاجت کی اعانت کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے پھر مَیں نے ان سے آپ کی سیرت اپنے اہلِ مجلس کے ساتھ دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت کشادہ رو رہتے۔

نرم اخلاق تھے آسانی سے موافق ہوجاتے تھے نہ سخت خو تھے نہ درشت گو تھے۔ نہ چِلّا کر بولتے اور نہ نامناسب بات فرماتے نہ کسی کا عیب بیان کرتے اور نہ (مبالغہ کے ساتھ) کسی کی مدح فرماتے جو بات (یعنی خواہش کسی شخص کی) آپ کی طبیعت کے خلاف ہوتی اس سے تغافل فرماجاتے (یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے) اور (تصریحاً) اس سے مایوس (بھی) نہ فرماتے بلکہ خاموش ہوجاتے۔ آپ نے تین چیزوں سے تو اپنے کو بچا رکھا تھا ریا سے اور کثرتِ کلام سے اور بے سود بات سے اور تین چیزوں سے دوسرے آدمیوں کو بچا رکھا تھا کسی کی مذمت نہ فرماتے کسی کو عار نہ دلاتے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے اور وہی کلام فرماتے جس میں اُمید ثواب کی ہوتی

اور جب آپ کلام فرماتے تھے آپ کے تمام جلیس اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آکر بیٹھ گئے ہوں اور جب آپ ساکت ہوتے تب وہ لوگ بولتے۔ آپ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے۔ آپ کے پاس جو شخص بولتا اُس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے (یعنی بات کے بیچ میں کوئی نہ بولتا) اہلِ مجلس (میں سے ہر شخص) کی بات (رعب کے ساتھ سے حالے میں ایسی ہی ہوتی جیسے سب میں پہلے شخص کی بات تھی (یعنی کسی کے کلام کی بے قدری نہ کی جاتی) جس بات سے سب ہنستے آپ بھی ہنستے جس سے سب تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے (یعنی حد اباحت تک اپنے جلیسوں کے ساتھ شریک رہتے) اور پردیسی آدمی کی بے تمیزی کی گفتگو پر تحمل فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب کسی صاحب حاجت کو طلبِ حاجت میں دیکھو تو اس کی اعانت کرو اور کوئی آپ کی ثناء کرتا تو آپ اس کو جائز نہ رکھتے البتہ اگر کوئی (احسان کی) مکافات کے طور پر کرتا تو خیر (بوجہ مشروع ہونے اس ثناء کے بشرط عدم تجاوز حد کے اس کو گوارا فرما لیتے) اور کسی کی بات کو نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا اس وقت اس کو ختم کرا دینے سے یا اُٹھ کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ مَیں نے کہا کہ آپ کا سکوت کس کیفیت کا تھا انہوں نے کہا کہ آپ کا سکوت چار اَمر پر مشتمل ہوتا تھا حلم اور بیدار مغزی اور انداز کی رعایت اور فکر (آگے ہر ایک کا بیان ہے) سو اَنداز کی رعایت تو یہ کہ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کی عرض معروض سننے میں برابری فرماتے تھے اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے (یعنی دنیا کے فنا اور عقبیٰ کے بقا کو سوچا کرتے) اور حلم آپ کا صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا (آگے اس ضبط کا بیان ہے) سو آپ کو کوئی چیز ایسا غضبناک نہ کرتی تھی کہ آپ کو از جا رفتہ کر دے اور بیدار مغزی آپ کی چار اَمر کی جامع ہوتی تھی ایک نیک بات کو اختیار کرنا تا کہ اور لوگ آپ کا اقتداء کریں۔ دوسرے بری بات کو ترک کرنا تا کہ اور لوگ بھی باز رہیں۔ تیسرے رائے کو ان اُمور میں صرف

کرنا جو آپ کی اُمت کے لئے مصلحت ہو۔ چوتھے اُمت کے لئے ان اُمور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

(وصل سوم تتمۂ وصل اوّل میں)

جاننا چاہئے کہ اسی طرح کے شمائل متفرق حدیثوں میں ان حضرات سے وارد ہوئے ہیں۔ حضرت اَنس رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معرض (وقال صاحب القاموس والصواب معیقیب بن معرض ۱۲) بن معیقیب رضی اللہ عنہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہم بھی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مختصر سا اس میں سے ذکر کرتے ہیں پس ان سب حضرات نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا آپ کی پتلی نہایت سیاہ تھی بڑی بڑی آنکھیں تھیں آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے مژگانیں آپ کی دراز تھیں دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی ابرو خمدار تھی بینی مبارک بلند تھی دندانِ مبارک میں کچھ ریخیں تھیں (یعنی بالکل اُوپر تلے چڑھے ہوئے نہ تھے) چہرۂ مبارک گول تھا جیسا چاند کا ٹکڑا ریش مبارک گنجان تھی کہ سینۂ مبارک کو بھر دیتی تھی شکم اور سینہ ہموار تھا سینہ چوڑا تھا دونوں شانے کلاں تھے استخواں بھاری تھیں دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن (ساق وغیرہ) بھرے ہوئے تھے دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا قد مبارک میانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز اور نہ بہت کوتاہ کہ اعضاء ایک دوسرے میں دھنسے ہوئے ہوں اور رفتار میں کوئی آپ کے ساتھ نہ رہ سکتا تھا (یعنی رفتار میں ایک گونہ سرعت تھی مگر بے تکلف) آپ کا

قامت قدرے درازی کی طرف نسبت کیا جاتا تھا (یعنی طویل تو نہ تھے مگر دیکھنے میں قد اُونچا معلوم ہوتا تھا) بال قدرے بل دار تھے جب ہنستے میں دندان مبارک ظاہر ہوتے تو جیسے برق کی روشنی نمودار ہوتی ہے اور جیسے اولے بارش کے ہوتے ہیں جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا گردن نہایت خوب صورت تھی چہرۂ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول تھا (بلکہ مائل بتدویر تھا) بدن گٹھا ہوا گوشت ہلکا تھا اور دوسری روایتوں میں ہے کہ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی جوڑ بند کلاں تھے جب زمین پر پاؤں رکھتے تو پورا پاؤں رکھتے تھے تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا یہ تمام کتاب شفا کے مضمون کا خلاصہ ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شمائل میں حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کف دست اور دونوں قدم پُر گوشت تھے۔ سر مبارک کلاں تھے جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھسا ہوا ہو آپ کے چہرۂ مبارک میں ایک گونہ گولائی تھی رنگ گورا تھا اس میں سرخی دمکتی تھی۔ سیاہ آنکھیں تھیں مژگاں دراز تھیں شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے۔ بدن مبارک بے مُو تھا (یعنی بدن بھر پر بال نہ تھے البتہ) سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے تو پورا پھر کر دیکھتے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیّین تھے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا۔ ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے جب آپ کی طرف نظر کرو تو یوں سمجھو کہ آپ کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہے۔ حالانکہ سرمہ پڑا نہ ہوتا تھا اور حضرت ابوالطفیل لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ گورے ملیح میانہ قد تھے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ میانہ قامت خوش اندام

گندمی رنگ تھے، موئے سر دراز تھے بُنِ گوش تک، آپ پر ایک سرخ (دھاری دار) جوڑا تھا اور شمائلِ ترمذی میں حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت دراز تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے اور نہ بالکل گورے بھبوکا تھے اور نہ سانولے تھے اور موئے مبارک آپ کے نہ بالکل خم دار تھے اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ کچھ بل دار تھے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس برس کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ میں دس برس مقیم رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر تیرہ برس رہے کہ آپ پر وحی ہوتی تھی (دس برس کی روایت میں کسر کو حساب میں نہیں لیا پس دونوں روایتیں متطابق ہیں) اور مدینہ میں دس سال رہے پھر ساٹھ سال کی عمر میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں اور (باوجود اتنی عمر کے) آپ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے اور محققین نے کہا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی میں سفید بال کل سترہ تھے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے مہرِ نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سرخ اور اُبھرا ہوا گوشت مثل بیضۂ کبوتر کے دیکھا اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مثل چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کے تھی اور عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت ہے کہ کچھ بال جمع تھے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی کمر پر ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مثل مٹھی کے تھی اس کے گردا گرد تل تھے جیسے مسّے ہوتے ہیں (اور ان روایات میں کچھ تنافی نہیں سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے) حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے کوئی بالوں والا سُرخ جوڑا (یعنی مخطط لنگی چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ

حسین نہیں دیکھا گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک مثل تلوار کے (شفاف) تھا انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ مثل آفتاب اور ماہتاب کے مدور تھا (تلوار کی تشبیہ میں یہ کمی تھی کہ وہ مدور نہیں ہوتی اور حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کو اوّل وہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ سے محبت کرتا تھا میں نے آپ جیسا (صاحب جمال وصاحب کمال) نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔

(وصل چہارم آپ کے طیب ومطیب ہونے میں)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی (خوشبودار) چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی اور آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا اور آپ ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوئے تھے اور آپ کو پسینہ آیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک شیشی لا کر آپ کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارے میں پوچھا انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔ اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس رستہ سے گزرتے اور کوئی شخص آپ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ اس رستہ سے تشریف لے گئے ہیں اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے

کہ یہ خوشبو بدون خوشبو لگائے ہوئے (خود آپ کے بدنِ مبارک میں) تھی اور ابراہیم بن اسمٰعیل مزنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ کو (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھلالیا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا سو اس میں سے مشک کی لپٹ آرہی تھی اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی لئے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔

ابوبکر بن سابق مالکی اور ابونصر نے اس کو نقل کیا ہے اور مالک بن سنان یوم اُحد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت رضی اللہ عنہا اور آپ کی خادمہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کا بول پی لیا تھا سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے اور آپ (قدرتی) مختون آون نال کٹے ہوئے سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے حضرت آمنہ آپ کی والدہ کہتی ہیں کہ مَیں نے آپ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی۔ اور آپ باوجودیکہ ایسا سوتے تھے کہ خراٹے ① بھی لینے لگتے تھے مگر بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے (یعنی سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا) روایت کیا اس کو عکرمہ نے اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) آپ سونے میں حدث سے محفوظ تھے۔

(وصل پنجم آپ کی قوتِ بصر و بصیرت میں)

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اِکہتر (۷۱) کتابوں میں پڑھا ہے اور سب میں یہ مضمون پایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں رائے

① (لیکن وہ ایسے نہ تھے جو سننے والے کو ناگوار ہوں۔ ۱۲)

میں سب سے افضل تھے اور آپ ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ دُور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ (حبشہ میں دیکھ لیا تھا اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ سے دیکھ لیا تھا جب کہ قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ سب معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

(وصل ششم آپ کی قوت بدنیہ وغیرہ میں)

اور آپ (کی قوت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ) نے رکانہ کو جو اپنے اہل زمانہ میں بہت قوی (مشہور) تھے کشتی میں گرا دیا جب کہ ان کو اسلام کی دعوت دی (اور انہوں نے اپنے اسلام کو اس پر معلق کیا کہ مجھ کو کشتی میں گرا دیجئے) اور قبل زمانہ اسلام کے آپ نے ابورکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری، تیسری بار پھر آپ سے مقابل ہوا آپ ہر بار میں اس کو پچھاڑ پچھاڑ دیتے تھے اور آپ تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لپٹی چلی آرہی ہو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بڑی کوشش کرتے تھے (کہ آپ کے ساتھ چل سکیں) اور آپ کچھ اہتمام بھی نہ فرماتے تھے (پھر بھی ہم تھک جاتے تھے) اور آپ کا ہنسا تبسم ہوتا تھا اور جب (گوشہ کی) کسی چیز کو دیکھتے تھے تو پورے اس طرف مڑ کر دیکھتے (یعنی دزدیدہ نظر سے نہ دیکھتے)

(وصل ہفتم آپ کے بعض خصائص میں)

اور آپ کو کلمات جامعہ عطا کئے گئے اور تمام زمین آپ کے لئے مسجد اور آلہ طہارت بنائی گئی (یعنی یہ نہیں کہ خاص مسجد ہی میں نماز درست ہو اور جگہ درست نہ ہو اور اسی طرح ہر

جگہ کی مٹی سے بشرط پاک ہونے کے تیمم درست ہے) اور آپ کے لئے غنیمت کو حلال کیا (اور پہلی شریعتوں میں مال غنیمت کا کھانا حلال نہ تھا اور آپ کے لئے شفاعت کبریٰ اور مقام محمود مخصوص کیا گیا۔ اور آپ جن و انس اور تمام خلائق کی طرف مبعوث ہوئے۔

(وصل ہشتم آپ کے کلام وطعام ومنام وقعود وقیام میں)

اور عرب کی سب زبانیں جانتے تھے میں کہتا ہوں کہ بلکہ تمام زبانیں (یہ بعض کا قول ہے) اُمّ معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ شیریں کلام اور واضح بیان تھے نہ بہت کم گو تھے (کہ ضروری بات میں بھی سکوت فرماویں) اور نہ زیادہ گو تھے (کہ غیر ضروری اُمور میں مشغول ہوں) آپ کی گفتگو ایسی تھی جیسے موتی کے دانے پرو دیئے گئے ہوں اور آپ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ کھاتے ہوئے سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے تھے اور معنی اس کے اہل تحقیق کے نزدیک یہ ہیں کہ نہ ایسی چیز کا سہارا لیتے جو آپ کے نیچے ہوتی (جیسے گدا وغیرہ) اور نہ کسی کروٹ پر (ہاتھ یا تکیہ کے سہارے) بوجھ دے کر بیٹھتے۔ آپ کی نشست کھانے کے لئے ایسی ہوتی جیسے کھڑے ہونے کے لئے کوئی تیار ہو کر بیٹھتا ہے یعنی اوکڑو بیٹھتے تھے اور آپ فرمایا کرتے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں اور آپ کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا تاکہ قلت منام میں معین ہو۔

(وصل نہم آپ کی بعض صفات ومکارم اخلاق شجاعت و سخاوت وہیبت وجاہ و بے نفسی وایثار وغیرہ میں)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو تیس مَردوں کی قوت دی گئی تھی روایت کیا اس کو نسائی نے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ کو ہمبستری میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی۔ سخاوت اور شجاعت اور قوت مردی اور مقابل پر غلبہ اور آپ نبوت کے قبل بھی اور بعد میں بھی صاحب وجاہت تھے حضرت قَیلہ سے

روایت ہے کہ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو ہیبت کے مارے کانپنے لگیں آپ نے فرمایا کہ اے غریب دل کو برقرار رکھ (یعنی ڈرمت) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے روبرو عقبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے آپ نے فرمایا کہ طبیعت پر آسانی کرو میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں اور آپ کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئی تھیں اور آپ کی حیات میں بلادِ حجاز اور یمن اور تمام جزیرۂ عرب اور نواحی شام وعراق فتح ہو گئے تھے اور آپ کے حضور میں خمس اور صدقات اور عشر حاضر کئے جاتے تھے اور سلاطین کی طرف سے ہدایا بھی پیش ہوتے تھے۔ ان سب کو آپ نے لوجہ اللہ صرف فرمایا اور مسلمانوں کو غنی کر دیا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آتی کہ میرے لئے کوہِ اُحد سونا بن جاوے اور پھر رات کو اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہے بجز ایسے دینار کے جس کو کسی واجب مطالبہ کے لئے تھام لوں اور یہ آپ کی کمال سخاوت جود وعطا ہے چنانچہ (اسی کمالِ سخاوت کے سبب آپ مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ) آپ نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی اور آپ اپنے ذاتی خرچ اور پوشاک اور مسکن میں صرف قدر ضرورت پر اکتفا فرماتے تھے اور غالب اوقات آپ کمل اور موٹا کھیس اور گاڑھی چادر پہنتے تھے اور (بعض اوقات) اپنے اصحاب کو دیبا کی قبائیں جس میں سونے کے تار بنے ہوتے تھے تقسیم فرماتے تھے اور جو اُن میں موجود نہ ہوتے ان کے لئے اُٹھا کر رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ آپ کا خلق قرآن تھا اس کی خوشی کی بات سے آپ خوش ہوتے تھے اور اس کی ناخوشی کی بات سے آپ ناخوش ہوتے تھے (یعنی قرآن سے جو بات حق تعالیٰ کے خوش یا ناخوش ہونے کی ثابت ہوتی ہے آپ کی خوشی وناخوشی اسی کے تابع تھی) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آپ خلق عظیم پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصل فطرت میں مکارم

اخلاق اور متانت طبع اور اعتدالِ مزاج پر پیدا کیا تھا۔ اور حضرت آمنہ بنت وہب کہتی ہیں کہ آپ جس وقت پیدا ہوئے تو آپ کے دونوں ہاتھ زمین کی طرف کھلے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔

(وصل دہم آپ کی عصمت میں)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھ کو ہوش آیا بتوں سے اور شعر گوئی سے مجھ کو نفرت تھی اور کبھی کسی اَمرِ جاہلیت (یعنی امرِ غیر مشروع) کا مجھ کو خیال تک بھی نہیں آیا بجز دو بار کے اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو محفوظ رکھا پھر اس (خیال) کی بھی نوبت نہیں آئی۔

(وصل یازدہم تتمہ وصل نہم میں)

اور آپ لوگوں کے ایذاء دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے اور سب سے بڑھ کر حلیم تھے۔ برائی کرنے والے سے درگزر فرماتے تھے اور جو شخص آپ سے بدسلوکی کرتا تھا آپ اس سے سلوک کرتے تھے اور جو شخص آپ کو نہ دیتا آپ اس کو دیتے اور جو شخص آپ پر ظلم کرتا آپ اس سے درگزر فرماتے اور کسی کام کے دو پہلوؤں میں جو آسان ہوتا آپ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اس میں اپنے متبعین کے لئے آسانی کی رعایت فرمائی (نیز تجربہ ہے کہ آسانی پسند طبیعت دوسروں کے لئے بھی آسانی تجویز کرتی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے اُحد کے روز آپ پر پتھر چلایا اس سے آپ کا دندان رباعیہ زیریں جانب راست کا شکستہ ہو گیا (یعنی جھڑ گیا اور رباعیہ کہتے ہیں سامنے کے چار دانتوں کے دونوں کروٹوں کی طرف کے چار دانتوں کو دو اُوپر اور دو نیچے) اور آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان پر بددُعا کیجئے آپ

نے فرمایا کہ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے کیونکہ ان کو خبر نہیں اور آپ نے کبھی کسی چیز کو (یعنی آدمی یا جانور کو) اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ اور بات ہے اور نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ نے انکار فرمادیا ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے (یہ فرزدق کا عربی شعر تھا جس کا ترجمہ فارسی میں یہ ہے) ؎

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر در اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اور آپ درماندوں کا بار اُٹھا لیتے تھے اور نادار آدمی کو مال دے دیتے یا دِلوا دیتے اور مہمان کی مہمانی کرتے اور حق معاملات میں آپ اعانت فرماتے جیسا صحیح بخاری میں ہے اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ آپ کے پاس ایک بار نوّے ہزار درہم آئے (تقریباً پچیس ہزار روپیہ ہوتا ہے) اور ایک بوریے پر رکھے گئے سو آپ نے کسی سائل سے عذر نہیں کیا یہاں تک کہ سب ختم کر کے فارغ ہو گئے پھر آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ مانگا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا (جو تجھ کو دے سکوں) لیکن تو میرے نام سے (ضرورت کی چیز) خرید لے جب ہمارے پاس کچھ آوے گا ہم ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو چیز آپ کی قدرت میں نہ ہو حق تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں فرمایا (پھر آپ اتنی تکلیف کیوں اُٹھاتے ہیں) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات خوش نہیں معلوم ہوئی پھر انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خوب خرچ کیجئے اور مالک عرش (یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ) سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر بشاشت نمایاں ہوئی اور آپ اگلے دن کے لئے کوئی چیز اُٹھا کر نہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر میں ہوائے بارش خیز سے بھی زیادہ فیاض تھے۔

(فصل دوازدہم دوسرے بعض اخلاقِ جمیلہ وطرزِ معاشرت میں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ (دوسرے اخلاق کے اعتبار سے) پسندیدہ دیکھا اور ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو (میدانِ جنگ میں) آپ سے نزدیک رہتا جب آپ غنیم کے قریب ہوتے تھے کیونکہ اس شخص کو بھی (اس صورت میں) غنیم کے قریب رہنا پڑتا تھا اور حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ شرم وحیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے جیسے کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے اور آپ نہایت لطیف الجلد نرم اندام تھے اور کسی شخص کو روبرو نا گوار بات نہ فرماتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ بروئے عادت سخت گو تھے اور نہ بہ تکلف سخت گو بنتے تھے۔ اور نہ بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے اور برائی کا عوض برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ غایت حیاء سے آپ کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ پر نہیں ٹھہرتی تھی (یعنی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے) اور کسی نامناسب چیز کا اگر کسی ضرورت سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو کنایہ میں فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سب سے بڑھ کر دِل کے کشادہ تھے بات کے سچے تھے طبیعت کے نرم تھے معاشرت میں نہایت کریم تھے اور جو شخص آپ کی دعوت کرتا اس کی دعوت منظور فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے اگرچہ وہ (ہدیہ یا طعام دعوت) گائے یا بکری کا پایہ ہی ہوتا اور ہدیہ کا بدل بھی دیتے تھے اور دعوت غلام کی اور آزاد کی اور لونڈی کی اور غریب کی سب کی قبول فرما لیتے اور مدینہ کی انتہا آبادی پر بھی (اگر) مریض (ہوتا اس) کی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے ابتداء مصافحہ کی فرماتے اور کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں

پھیلائے ہوئے نہیں دیکھے گئے جس سے اوروں پر جگہ تنگ ہو جاوے اور جو آپ کے پاس آتا اس کی خاطر کرتے اور بعض اوقات اپنا کپڑا (اس کے بیٹھنے کے لئے) بچھا دیتے اور گدہ تکیہ خود چھوڑ کر اس کو دے دیتے اور کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے اور تبسم فرمانے میں اور خوش مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے جب تک کہ حالت نزول وحی یا وعظ یا خطبہ کی نہ ہوتی (کیونکہ ان حالتوں میں آپ کو ایک جوش ہوتا تھا جس میں تبسم وخوش مزاجی ظاہر نہ ہوتی تھی) اور بعض اوقات فرستادوں کی خود خدمت فرماتے جیسے نجاشی بادشاہ کے فرستادے آئے تھے اور آپ قیامت میں تمام اولادِ آدم کے سردار ہوں گے اور سب سے اوّل آپ ہی کی قبر شریف کی زمین شق ہوگی (اور آپ باہر تشریف لاویں گے) اور سب سے اوّل آپ ہی شفاعت کریں گے اور سب سے اول آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی اور آپ (غایت تواضع سے) دراز گوش پر بھی سوار ہوتے تھے اور (کبھی) اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھلا لیتے اور غریبوں کی عیادت فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور اپنے کپڑے میں (خود) جوں دیکھ لیتے (کسی خادم پر موقوف نہ رکھتے اور یہ دیکھنا اس خیال سے تھا کہ کسی اور کی نہ چڑھ گئی ہو) اور اپنی بکری کا دُودھ نکال لیتے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے اور اپنی پاپوش کو خود (وقت حاجت کے) سی لیا کرتے اور اپنا اور گھر والوں کا کام کر لیا کرتے اور گھر میں جھاڑو دے لیا کرتے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے اپنا سودا بازار سے خود لے آتے اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے اور عدل کرنے والے اور عفیف اور سچ بولنے والے تھے حتیٰ کہ ابوجہل بن ہشام باوجود اس کے کہ آپ کا کامل دشمن تھا مگر اخنس بن شریق نے بدر کے روز جب اس سے پوچھا کہ اے ابوالحکم یہاں تو میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں جو ہماری بات کو سُن لے گا تو مجھ کو یہ بتلا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں جھوٹے ہیں ابوجہل نے کہا کہ واللہ محمد سچے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں۔

(وصل سیزدہم تتمہ وصل ہشتم میں)

حضرت خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ملا کر ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھتے اور ویسے بھی اکثر نشست آپ کی اسی ہیئت سے ہوتی (اس کو احتباء کہتے ہیں اور یہ تواضع اور سادگی کی وضع ہے) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ چار زانو بھی بیٹھے ہیں اور بعض اوقات اوکڑو ❶ بغل میں ہاتھ دے کر بیٹھ جاتے اور جب آپ چلتے تو جمعیت خاطر (یعنی طمانینت کے ساتھ چلتے آپ کی چال سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ نہ آپ کے دِل میں تنگی ہے (کہ گھبرائے ہوئے چلیں) اور نہ طبیعت میں سُستی ہے (کہ پاؤں نہ اُٹھتا ہو غرض نہ بہت تیز چلتے تھے نہ سُست رفتار تھے) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے کلمات میں نہایت وضاحت ہوتی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا (الفاظ کو) شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا اور آپ خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہیں مارتے تھے اور اُنگلیوں اور ہڈیوں کے جوڑوں کے صاف رکھنے کو پسند فرماتے تھے (کیونکہ یہ موقع میل جمع ہونے کے ہیں) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین روز بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آخرت کو روانہ ہو گئے۔

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کا بستر ایک ٹاٹ تھا اور کبھی کبھی آپ چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بُنی ہوئی ہوتی حتیٰ کہ آپ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔

❶(السر فی القاموس القرفصاء بھذا و بالاحتباء و اخترت الاوّل بقرینۃ مقابلۃ الاحتباء ۱۲ منہ)

(وصل چہاردہم آپ کے تنگی معیشت کو اختیار کرنے میں)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم کبھی پیٹ بھر ای غذا سے پُر نہیں ہوا اور کسی سے شکوہ کا اظہار نہیں کیا اور فاقہ آپ کو بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا اور دن دن بھر بھوکے گذار دیتے اور رات رات بھر بھوکے گذار دیتے اور رات رات بھر بھوک سے کروٹیں بدلتے رہتے اور اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے تمام روئے زمین کے خزائن اور اس کی پیداوار اور اس کی فراخ عیشی کا سامان مانگ لیتے لیکن آپ یہی فرمایا کرتے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے اُولو العزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اپنی اسی حالت پر گذر گئے۔

(وصل پانزدہم آپ کی خشیت ومجاہدہ میں)

اور آپ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ❶ کہ کاش میں ایک درخت ہوجاتا جو کاٹ دیا جاتا اور آپ اس قدر (نفل) نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک وَرم کرجاتے اس پر حق تعالیٰ وتقدس نے براہ ترحم فرمایا طٰہٰ الخ یعنی ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑیں اور آپ نماز پڑھتے اور آپ کے سینہ میں ہنڈیا کا سا جوش (مسموع) ہوتا تھا اسی طرح عبداللہ بن شخیر نے روایت کیا ہے اور آپ برابر مغموم رہتے تھے کسی وقت آپ کو چین نہ تھا (یہ کیفیت فکر آخرت سے تھی) اور دن بھر میں ستر بار یا سو بار استغفار فرماتے تھے میں کہتا ہوں کہ یہ یا تو تعلیم اُمت کے لئے تھا یا خود اُمت کے لئے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا یا یہ وجہ تھی کہ آپ دریائے قرب وعرفان میں مستغرق تھے اور آناً فاناً ترقی فرماتے رہتے تھے کیونکہ تجلیات متجدد ہوتی رہتی ہیں اور تجلی حسب استعداد محل تجلی کے ہوتی ہے اور آپ کی استعداد برابر متزاید ہوتی جاتی تھی (اس لئے تجلیات بھی لاتقف

---

❶ (راجح یہ ہے کہ یہ قول ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے مگر مدعا کچھ اسی روایت پر موقوف نہیں دوسری احادیث میں نص ہے انی اخشاکم للہ واتقاکم للہ ونحو ذلک ۱۲ منہ)

عندحد فائض ہوتی تھیں) پس جب مرتبہ مابعد کو عالی دیکھتے تھے تو اپنے کو مرتبہ ماقبل کے اعتبار سے تقصیر کی طرف منسوب فرماتے تھے کیا تم نے سنا نہیں کہ نیکوں کے حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

(وصل شانزدہم آپ کے حسن و جمال میں)

اور ترمذی نے قتادہ رحمہ اللہ سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوشرو نہ ہو اور تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صورت شکل میں بھی اور آواز میں ان سب سے احسن تھے میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حُسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بہ سبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔

(وصل ہفدہم آپ کے رفق و تواضع و پاکیزگی طبیعت میں)

اور آپ نہایت حلیم تھے اور نہ کسی کو دشنام دیتے تھے نہ سخت بات فرماتے تھے نہ لعنت کی بدُعا دیتے تھے اور نزدیک جگہ جانے میں دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور دُور جانے میں ناقہ پر اور معرکۂ حرب میں خچر پر اور کسی مدد چاہنے والے کی پکار پر گھوڑے پر سوار ہوتے (تا کہ جلدی پہنچ جاویں اور معرکہ میں کمال ہے ثابت قدم رہنا اس لئے گھوڑے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ ایسا جانور اختیار کیا کہ وہ بھاگنے میں کم ہو یعنی خچر اور باقی معمولی حالات میں تواضع کی صورت اختیار فرمائی یعنی دراز گوش کی سواری اور سفر دراز میں جفاکش جانور کی ضرورت تھی (وہ شتر ہے) اور آپ کافر اور دشمن سے بھی اس کی تالیف قلب کی توقع پر کشادہ روئی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور جاہل کی (بے تمیزی کی) بات پر صبر فرماتے اور اپنے گھر میں آ کر گھر والوں کے

کام کا انتظام فرماتے اور چادر اوڑھنے میں بہت اہتمام فرماتے کہ اس میں سے ہاتھ پاؤں کچھ ظاہر نہ ہو (غالباً بیٹھنے کی حالت میں ایسا ہوتا ہوگا) اور آپ کی کشادہ روئی اور انصاف سب کے لئے عام تھا اور غصہ آپ کو بے تاب نہیں کرتا تھا اور اپنے جلیسوں سے کوئی بات (خلاف ظاہر) دل میں نہ رکھتے تھے اور آنکھوں کی خیانت (یعنی دزدیدہ نظر) آپ میں نہ تھی تو قلب کی خیانت کا تو کیا احتمال ہے اور آپ تمام احوال و اقوال و افعال میں کبائر سے اور محققین کے نزدیک صغائر سے بھی معصوم تھے اور آپ سے کسی قسم کی وعدہ خلافی یا حق سے جنبش کا صدور ممکن ہی نہ تھا نہ قصداً نہ سہواً نہ صحت میں نہ مرض مین نہ واقعی مراد لینے میں نہ خوش طبعی میں نہ خوشی میں نہ غضب میں۔

(وصل ہشدہم آپ کے اعتدال تزئین میں)

اور آپ جس روز مکہ معظمہ میں تشریف لائے ہیں (یعنی یوم فتح مکہ میں) اس روز آپ کے سر کے بال چار حصے ہو رہے تھے روایت کیا اس کو اُمّ ہانی نے اور آپ شروع میں اپنے بالوں کو بے مانگ نکالے جمع کرلیا کرتے تھے پھر آپ مانگ نکالنے لگے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ایک روز ناغہ کر کے کنگھا کیا کرتے تھے اور حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے آپ کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ آپ حد خضاب تک ہی نہ پہنچے تھے (یعنی آپ کے اتنے بال سفید ہی نہ ہوئے تھے) بس تھوڑی سی سفیدی دونوں کنپٹیوں (یعنی ہر دو جانب راس ۱۲ منہ) میں ہوئی تھی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور نیل کا خضاب کیا ہے (یعنی ایسی ترکیب سے کہ بال سیاہ نہ ہوں) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے بالوں کا پکنا سرخ رنگ کا تھا (یعنی سیاہ سے سرخ ہوگئے تھے سفید نہ ہوئے تھے)۔

اور عبداللہ بن عقیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کے پاس خضاب کیا ہوا دیکھا (محققین کے نزدیک ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ آپ کے بال پکنے تو لگے تھے مگر بہت کم پکے

تھے سو بعضے سرخ ہوں گے اور بعضے سفید لیکن آپ نے قصداً ان کو خضاب نہیں لگایا لیکن آپ کی عادت اکثر اوجاع وغیرہ میں مہندی رکھ دینے کی تھی ایسا اتفاق ہوا ہوگا اس سے وہ سفید بال رنگین ہو گئے اب سب روایات جمع ہو گئیں واللہ اعلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ سونے کے قبل ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ کی ڈالتے تھے اور آپ سفید کپڑے کو اور کرتہ کو پسند کرتے تھے اور آپ کی آستین گٹہ تک ہوتی تھی اور آپ چادر یمانی کو پسند فرماتے تھے اور (کبھی) بالوں کی سیاہ چادر (بھی) پہنتے تھے اور (ایک بار) رُومی جُبہ تنگ آستین کا (بھی) پہنا ہے (اس سے تشبہ ممنوع لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ وہ لباس اہلِ روم کا خاص تھا رومی ہونا باعتبار ساخت کے ہے) اور آپ نے سیاہ سادہ چرمی موزے (بھی) پہنے ہیں اور ان پر (وضو میں) مسح فرمایا ہے اور آپ کے نعلین شریفین میں اُنگلیوں میں پہننے کے دو دو تسمے تھے (ایک انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان میں اور ایک وسطی اور اس کی پاس والی کے درمیان میں) اور ایک پشت پر کا تسمہ بھی دُوہرا تھا اور آپ بالوں سے صاف کئے ہوئے چمڑے کے نعلین پہنتے تھے اور وضو کر کے ان میں پاؤں بھی رکھ لیتے۔ روایت کیا اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (گاہ گاہ) گٹھے ہوئے نعلین میں نماز (بھی) پڑھ لیتے (کیونکہ وہ پاک ہوتے تھے اور اس وقت عرف میں یہ خلاف ادب نہ ہوگا) اور آپ نے چاندی کی انگشتری بنوائی تھی اور اس سے مہر لگاتے تھے۔ اور (التزام و دوام کے ساتھ) پہنتے نہ تھے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور حضرت اَنس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا نگین حبشہ کا تھا شروع بخاری میں مذکور ہے کہ ملک حبشہ کا ایک پتھر تھا یا اس کا رنگ حبشیوں کا سا (یعنی سیاہ) تھا اور وہ مہرہ یمانی یا عقیق تھا اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کا نگین اسی کا تھا (میرے نزدیک نگین سے مراد خانۂ نگین ہے یعنی نگین رکھنے کا حلقہ اور کسی چیز سونے وغیرہ کا نہ تھا جیسا

کہ بعضے بنوا لیتے ہیں) اور ان ہی سے ایک روایت میں ہے گویا اس کی سفیدی (اور چمک) آپ کے ہاتھ میں اس وقت میری نظر میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان روایات کا اختلاف باعتبار اختلاف حالات کے ہے خوب بصیرت حاصل کرلو اور خلاف کو چھوڑ دو اور اس انگشتری پر یہ منقوش تھا ''محمد رسول اللہ'' اس طرح سے کہ محمد ایک سطر اور رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر، روایت کیا اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور جب آپ بیت الخلا میں جاتے تو انگشتری نکال دیتے اور اس کو (جب پہنتے تو) داہنے ہاتھ میں پہنتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر ابی طالب سے نقل کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ آپ داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنتے تھے اور آپ کی تلوار قبیلہ بنی حنیفہ کی ساخت کی تھی اور اس کی موٹھ کی گھنڈی (یعنی تلوار پکڑنے میں جس جگہ پر ہاتھ رہتا ہے اس کے سرے پر جو روک ہوتی ہے وہ) چاندی کی تھی (چونکہ وہ ہاتھ سے جدا رہتی ہے اس لئے چاندی کی درست ہے) اور جنگ اُحد میں آپ دو زرہیں اور فتح مکہ کے روز آپ خود (یعنی آہنی کلاہ) پہنے ہوئے تھے اور آپ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کو دونوں شانوں کے درمیان میں چھوڑ لیتے تھے اور کتب سیر میں بروایاتِ صحیحہ ثابت ہے کہ آپ کبھی شملہ دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے تھے اور کبھی بے شملہ عمامہ باندھتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کبھی کلاہ بدون عمامہ کے اور کبھی عمامہ بدون کلاہ [1] کے پہن لیتے اور آپ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا اور آپ نصف ساق تک لنگی باندھتے تھے اور اجازت اس سے نیچے بھی دی ہے مگر یہ فرما دیا ہے کہ ازار کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں (یعنی ٹخنے سے نہ لگنا چاہئے) اور آپ جب بیٹھتے تھے تو زانو کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا لیتے اور آپ مسجد میں ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت لیٹے

[1] (اور چونکہ ایک روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے اس لئے اس کو کسی خاص حالت عذر وغیرہ پر محمول کیا جاوے گا۔ ۱۲ منہ)

تھے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو بائیں کروٹ پر ایک تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے بیٹھا دیکھا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ پر ایک کپڑا قطری تھا کہ اس کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا اور لوگوں کو (اسی طرح) نماز پڑھائی (قطر ایک قریہ ہے بحرین کے علاقہ میں وہاں سے چادریں آتی ہیں کپڑا ان کا موٹا ہوتا ہے)

وصل نوزدہم تتمہ وصل ہشتم وسیزدہم میں

اور انہیں سے روایت ہے کہ جب آپ کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تو تکیہ لگا کر نہیں کھاتا اور آپ تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ان کو (کھانے کے بعد) چاٹ لیتے تھے اور اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا جَو کی روٹی ہوتی تھی اور آپ نے چوکی (میز) پر کبھی کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی تشتری میں کھایا بلکہ دستر خوان پر کھاتے تھے اور کبھی آپ کے لئے چپاتی نہیں پکائی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سرکہ کو اور روغنِ زیتون کو اور شیریں چیز کو اور شہد کو اور کدو کو پسند کرتے تھے اور آپ نے مرغ کا اور سرخاب کا اور بکری کا اور اُونٹ کا اور گائے کا گوشت کھایا ہے اور آپ ثرید کو (یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کو) پسند کرتے تھے اور آپ فلفل اور مصالح بھی کھاتے تھے اور آپ نے خرمائے نیم پختہ تازہ اور خرمائے خشک اور چقندر اور حیس (یعنی کھجور اور گھی اور پنیر کا مالیدہ بھی) کھایا ہے اور آپ کو کُھرچن خوش معلوم ہوتی تھی اور آپ نے فرمایا ہے کہ برکت طعام کی اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور کھانے کے بعد بھی دھوئے اور آپ ککڑی خرما کے ساتھ کھاتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن جعفر نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ تربوز خرمے کے ساتھ کھاتے۔

اور فرماتے کہ اس کی گرمی کا اس کی سردی سے تدارک ہو جاتا ہے اور پانی آپ کو وہ پسند تھا جو شیریں ہو اور سرد ہو اور آپ خرما تر کر کے اس کا زلال اور دُودھ اور پانی سب ایک ہی پیالہ میں پیا کرتے تھے جو لکڑی کا موٹا سا بنا ہوا تھا اور اس میں لوہے کے پترے لگے تھے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دُودھ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دے سکے اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ آپ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کیا ہے کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے اور جب آپ پانی پیتے تھے تو (درمیان میں) دوبار سانس لیتے تھے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ یا تین بار سانس لیتے تھے اور آپ جب اپنی خواب گاہ پر جاتے اپنا داہنا ہاتھ اپنے داہنے رخسار کے نیچے رکھتے روایت کیا اس کو براء بن عازب نے اور جب آپ سوتے تو آواز سے سوتے روایت کیا اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ کا بستر ایک کمبل تھا ہم اس کو دوہرا کر دیا کرتے اور آپ اس پر سویا کرتے اور حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مریضوں کی عیادت فرماتے تھے اور جنازہ میں شریک ہوتے تھے اور دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور غلام تک کی دعوت قبول کر لیتے تھے اور غزوہ بنی قریظہ میں آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کا لگام پوست خرما کی رسّی کا تھا اور پوست خرما ہی کا بنا ہوا اس کا پالان تھا اور ان سے ایک روایت ہے کہ آپ زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اور اپنی بکری کا دُودھ نکال لیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر بکری کا دست کھلانے کے لئے میری دعوت کی جاوے تو منظور کر لوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک پرانے پالان پر حج کیا ہے۔ اور اس پالان پر ایک کملی تھی جو چار درم (ایک روپیہ) کی بھی نہ تھی اس پر یہ دُعا کرتے تھے کہ اے اللہ اس کو ایسا حج (مبرور) بنایئے جس میں نمائش اور قصدِ شہرت نہ ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر عوض بھی دیتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر (ایک بار) تیس رات دن اس حالت میں گزرے ہیں کہ میرے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اتنی مقدار قلیل کے جو بلال رضی اللہ عنہ کی بغل میں آجاتا تھا روایت کیا اس کو حضرت اَنس رضی اللہ عنہ نے اور حضرت اَنس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ آپ کے پاس کبھی گوشت روٹی کی قسم سے صبح کا یا شام کا کھانا جمع نہیں ہوا بجز اس کے کہ کھانے سے کھانے والے ہی زیادہ ہوئے۔

(وصل بستم آپ کی وفات شریف میں)

اور حضرت اَنس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آخری زیارت جو مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی وہ اس طرح کہ آپ نے (مرض وفات میں) دوشنبہ کے دن پردہ اُٹھا کر دیکھا اس وقت مَیں نے آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا جیسے قرآن مجید کا ورق (پاک صاف) ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا بوسہ لیا اپنا منہ تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ کی کلائیوں پر رکھا اور یہ الفاظ کہے ہائے نبی ہائے صفی ہائے خلیل اور سفیان بن عیینہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ کے روز وفات فرمائی سوا اس دن اور سہ شنبہ کی شب اور سہ شنبہ کے دن آپ کے دفن میں (بوجہ غلبۂ غم و حیرت در بعضے اُمور و انتظام اجتماع مسلمین) توقف ہوا پھر شب کو آپ دفن کیے گئے کہ آخر شب میں پھاوڑوں کی آوازیں کھودنے کی حالت میں سُنی جاتی تھیں اور عبدالرحمن بن عوف نے کہا ہے کہ دوشنبہ کو

وفات ہوئی اور شب سہ شنبہ میں دفن کئے گئے ابو عیسیٰ ترمذی نے اس روایت کو غریب (یعنی متفرد) کہا ہے مَیں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ شب چار شنبہ میں دفن ہوئے۔

وصل بست و یکم تتمہ وصل ہفتم میں

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور یہ بھی فرمایا کہ مَیں شب اس حالت میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو نسیان نہیں ہوتا لیکن نسیان کرا دیا جاتا ہے (تاکہ اس کے متعلق احکام سنت قرار پاویں) اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مَیں اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے سے دیکھتا ہوں اور آپ ہمیشہ دل سے بیدار رہتے تھے اور (باوجود اس بیدار دِلی کے) آپ کی نماز فجر کا قضا ہو جانا ایک حکمت الٰہی کے سبب سے تھا جو اس اَمر کو مقتضی ہوئی کہ قضا کا حکم اُمت پر ظاہر ہو جاوے۔

وصل بست و دوم آپ کے مزاح میں

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مَیں خوش طبعی تو کرتا ہوں مگر (اس میں بھی) بات سچ ہی کہتا ہوں سو آپ مؤمنین سے ان کا دِل خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے جیسے آپ نے ایک اعرابی سے (جس نے سواری کے لئے جانور مانگا تھا) فرمایا تھا کہ میں تجھ کو اُونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا (وہ یہ سمجھا کہ تکلم کے وقت جو بچہ ہے اس پر سوار کرنا مراد ہے اسی لئے کہا کہ مَیں بچہ کو کیا کروں گا آپ کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ اعتبار ماضی کے جو بچہ تھا وہ مراد ہے) اور جیسے آپ نے ایک (بڑھیا) عورت سے فرمایا تھا کہ جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی (اور وہ جب گھبرائی تب آپ کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ مطلب یہ ہے کہ جانے کے وقت کوئی بڑھیا نہ رہے گی سب جوان ہوں گی۔

وصل بست وسوم تتمہ وصل ہفتم وبست ودوم میں

اورآپ افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین اور منتہی النبیین تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام احکام شرعیہ میں آپ کا اقتدا کریں گے۔

وصل بست وچہارم آپ کے بعض عوارضِ بشریت کے ظہور اور اس کی حکمت میں

اورآپ کو بھی مثل دوسرے اِنسانوں کے شدائد جھیلنے کا اتفاق ہوا ہے تاکہ آپ کا ثواب مضاعف ہو اور درجات بلند ہوں پس آپ کو مرض بھی ہوا اور درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوئی اورآپ کو گرمی اور سردی کا بھی اثر ہوا اور بھوک پیاس بھی لگی اورآپ کو (موقع پر) غصہ اور انقباض بھی ہوا اورآپ کو ماندگی اور خستگی بھی ہوتی تھی اور کمزوری اور پیری بھی ہوئی اور سواری پر سے گر کر آپ کے خراش بھی ہوگیا اور جنگِ اُحد کے دن کفار کے ہاتھ سے آپ کے چہرہ اور سر میں زخم بھی ہوا اور کفار طائف نے آپ کے قدم مبارک کو خون آلود بھی کیا اورآپ کو زہر بھی کھلایا گیا اورآپ پر جادو بھی کیا گیا اورآپ نے دوا بھی کی پچھنے بھی لگوائے جھاڑ پھونک کا بھی استعمال کیا اور اپنا وقت پورا کر کے عالم بالا میں ملحق ہوگئے اور اس دارالامتحان والبلا سے آزاد ہوگئے اورآپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع میں دشمنوں (کے قتل وہلاک کی تدبیر کرنے) سے محفوظ رکھا حتّٰی کہ یوم اُحد میں جب بدر بن قمہ نے آپ پر پتھر چلایا اور اس سے آپ کا رخسارۂ مبارک زخمی ہوگیا اور خود آہنی کے دو حلقے رخسارہ میں گھس گئے۔

اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے بچایا اور جب آپ جبلِ ثور کی طرف (پوشیدہ) تشریف لے گئے اس وقت قریش کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور غورث (بن حارث) کی تلوار کو اور ابوجہل کے پتھر کو اور سراقہ بن مالک کے گھوڑے کو اور لبید

بن اعصم کے سحر (کے اثر مقصود) کو اور (اسی طرح) یہودی عورت کے زہر (کے اثر مقصود) کو آپ سے دُور رکھا اور (ہلاکت سے) آپ کے محفوظ رہنے میں اور (معمولی) تکلیف ہوجانے میں آپ کے شرف کا اظہار ہے۔

(یہ حکمت تو محفوظ رہنے کی ہے) اور آپ کو ثواب دینا ہے (یہ حکمت تکلیف ہونے میں ہے) اور (نیز اس لئے بھی تکلیف ہوئی) تاکہ آپ کے بارے میں معجزات وعجائب کے ظاہر فرمانے کے سبب لوگ ضلالت میں نہ پڑ جاویں (یعنی اگر جسمانی تکلیف نہ ہوتی تو شاید کسی کو آپ پر الوہیت کا شبہ ہوجاتا) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں (خاص عجائب کے سبب ضلالت میں پڑ گئے) اور تاکہ مصائب میں آپ کی اُمت کے لئے تسلی کا سبب ہو (کہ جب سید الانبیاء کو بھی تکالیف پہنچی ہیں تو ہم کیا چیز ہیں)

وصل بست وپنجم آپ کی رُوح پر ان عوارض کے اثر نہ ہونے میں

اور یہ عوارض مذکورہ صرف آپ کے عنصری جسد شریف پر بوجہ مشارکت نوعی کے طاری ہوتے تھے رہا آپ کا قلب مبارک سو وہ تعلق بالخلق سے منزہ مقدس اور مشاہدۂ حق میں مشغول تھا۔ کیونکہ آپ ہر آن ہر لحظہ اللہ ہی کے ساتھ اللہ ہی کے واسطے اللہ ہی میں مستغرق اور اللہ ہی کی معیت میں تھے حتیٰ کہ آپ کا کھانا پینا پہننا حرکت سکون بولنا خاموش رہنا سب اللہ ہی کے واسطے اور اللہ ہی کے حکم سے تھا (چنانچہ ارشاد خداوندی ہے) اور آپ نفسانی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ سب وحی ہی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر قیامت تک رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے یہ (جو کچھ لکھا گیا) مطولات کا اجمالی مضمون ہے اس کو یاد رکھو کیونکہ اس پر بجز علماء محققین کے اور وہ بھی کتب اور دفاتر کثیرہ کے تتبع کے بعد ہر شخص مطلع نہیں ہوسکتا اور ہم نے ایسا نافع فوری اور دل پسند سیری بخش مجموعہ تم کو دے دیا جس کو بہت قلیل مدت میں ضبط کرسکتے ہو اے اللہ! اس کے پڑھنے والے کو اور لکھنے

والے کو اور سننے والے کو اور یاد کرنے والے کو اور کسی کے سامنے نقل کرنے والے کو اور تالیف کرنے والے کو (اور ترجمہ کرنے والے کو) بخش دیجئے۔ آمین۔ اور ہم چند ابیات پر اس کو ختم کرتے ہیں جو آپ کے دربار شریف میں بطور تحفہ کے (مبلغین صلوٰۃ وسلام کے واسطے سے) بھیجے جاتے ہیں۔

لِمُؤَلِّفِه

یہ اشعار مؤلف کے ہیں

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِيْ — اَنْتَ فِي الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِيْ
دستگیری کیجئے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

لَيْسَ لِيْ مَلْجَاٌ سِوَاكَ اَغِثْ — مَسَّنِي الضُّرُّ سَيِّدِيْ سَنَدِيْ
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوجِ کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

غَشَّنِي الدَّهْرُ يَاابْنَ عَبْدِ اللهِ — كُنْ مُغِيْثًا فَاَنْتَ لِيْ مَدَدِيْ
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف — اے مرے مولا خبر لیجئے مری

لَيْسَ لِيْ طَاعَةٌ وَّلَا عَمَلٌ — بَيْدَ حُبِّيْكَ فَهُوَ لِيْ عَتَدِيْ
کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس — ہے مگر دل میں محبت آپ کی

يَا رَسُوْلَ الْاِلٰهِ بَابُكَ لِيْ — مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِيْ
میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول — ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جُدْ بِلُقْيَاكَ فِي الْمَنَامِ وَكُنْ — سَاتِرًا لِلذُّنُوْبِ وَالْفَنَدِ
خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے — اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

اَنْتَ عَافٍ اَبَرُّ خَلْقِ اللهِ — وَمُقِيْلُ الْعِثَارِ وَاللَّدَدِ
درگذر کرنا خطاء و عیب سے — سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی

رَحْمَةً لِّلْعِبَادِ قَاطِبَةً بَلْ خُصُوصًا لِكُلِّ ذِي أَوَدٍ
سب خلائق کیلئے رحمت ہیں آپ خاص کر جو ہیں گنہگار وغوی
لَيْتَنِي كُنْتُ تُرْبَ طَيْبَتِكُمْ فَالْتَثَمْتُ النِّعَالَ ذَاكَ قَدِي
کاش ہوجاتا مدینہ کی مَیں خاک نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی
فَأُصَلِّي عَلَيْكَ بِالتَّسْلِيمِ مُتْحِفًا عِنْدَ حَضْرَةِ الصَّمَدِ
آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا حضرت حق کی طرف سے دائمی
بِعِدَادِ الرِّمَالِ وَالْأَنْفَاسِ وَالنَّبَاتِ الْكَثِيرِ مُنْتَضِدٍ
جس قدر دنیا میں ہیں ریت اور سانس اور بھی ہے جس قدر روئیدگی
وَعَلَى الْآلِ كُلِّهِمْ أَبَدًا بَالِغًا عِنْدَ مُنْتَهَى الْأَمَدِ
اور تمہاری آل پر اصحاب پر تابقائے عمر دارِ اُخروی

تمت الرسالة المسماة بشيم الحبيب

في بلدة بهوپال ۱۲۰۹ھ شهر ذي الحجة اٰخر السنة۔

یہ رسالہ مسمی بہ شیم الحبیب شہر بھوپال ماہ ذی الحجہ آخر سال ۱۲۰۹ھ میں تمام ہوا۔
(اور ترجمہ اس کا مسمی بہ شم الطیب قصبہ تھانہ بھون ماہ رمضان عشرہ اخیرہ ۱۳۲۸ھ میں تمام ہوا والحمد للہ)۔

من الروض

فَانْظُرْ لِأَوْصَافِ خَيْرِ الْخَلْقِ فِي مَدْحِي كَأَنَّهَا الْوَشْيُ إِذْ تَزْهُو بِهِ الْحِبَرُ
بَرٌّ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ زَانَهُ خُلُقٌ مِثْلُ النَّسِيمِ فَلَا فَظٌّ وَلَا ضَجَرُ
يُلْفَى أَشَدَّ حَيَاءً مِّنْ مُّخَدَّرَةٍ عَذْرَاءَ فِي خِدْرِهَا قَدْ زَانَهَا الْخَفَرُ
فَاقَ النَّبِيِّينَ أَخْلَاقًا وَّ مُعْجِزَةً وَ رُتْبَةً فَلَهُ التَّقْدِيمُ إِنْ حَضَرُوا
مُكَمَّلُ الْخَلْقِ لَا خَلْقٌ يُّشَابِهُهُ لَهُ اعْتِدَالٌ فَلَا طُولٌ وَلَا قِصَرُ

مُشْرَبٌ لَوْنُهُ الْمُبْيَضُّ مَنْظَرُهٗ بِحُمْرَةٍ وَ مُحَيَّاهُ هُوَ الْقَمَرُ
صَلْتُ الْجَبِيْنِ اَزَجُّ الْحَاجِبَيْنِ كَحِيْلُ الْعَيْنِ مِنْ حُسْنِهٖ لَا يَشْبَعُ النَّظَرُ
اَسِيْلُ خَدٍّ مَلِيْحُ الثَّغْرِ بَاسِمُهٗ مُفَلَّجٌ اَبْيَضُ الْاَسْنَانِ مَا الدُّرَرُ
اَقْنٰى اَشَمُّ طَوِيْلُ الْجِيْدِ مُشْرِقُهٗ مِثْلَ اللُّجَيْنِ الْمُصَفّٰى مَا بِهٖ عَكَرُ
ذُوْلِحْيَةٍ كَثَّةٍ زَانَتْ مَحَاسِنَهٗ كَمَا يَزِيْنُ عُيُوْنَ الْغَادَةِ الْحَوَرُ
وَلِمَّةٍ تَبْلُغُ الْاُذُنَيْنِ عَاطِرَةٍ كَالْمِسْكِ لَوْنًا وَعَرْفًا حِيْنَ يَنْتَشِرُ
ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ رَحْبُ الصَّدْرِ وَاسِعَةٌ تُرٰى بِهٖ شَعَرَاتٌ خَطَّهَا الْقَدَرُ
شَثْنُ الْاَكُفِّ خَمِيْصُ الْبَطْنِ ذُوْعُكَنٍ مَطْوِيَّةٍ طَالَ مَا يَطْوِيْ بِهَا الْحَجَرُ
عَبْلُ الذِّرَاعَيْنِ وَالسَّاقَيْنِ مُمْتَلِأً اِزَارُهٗ لِنِصْفِ السَّاقِ يَتَّزِرُ
سَجِيَّةٌ عِنْدَ مَا يَمْشِيْ تَمَايُلُهٗ تُخَالُ عَنْ صَبَبٍ اِنْ سَارَ يَنْحَدِرُ
يَفُوْحُ مِنْ عَرَقٍ مِثْلُ الْجُمَانِ لَهٗ شَذًا تَظَلُّ الْغَوَانِيْ مِنْهُ تَعْتَطِرُ
قَطُّ وَلَمْ يَكُ يَوْمًا مُدْرِكًا شِبَعًا مِنَ الشَّعِيْرِ وَكَانَتْ فَرْشُهُ الْحُصُرُ
هٰذَا وَقَدْ مُلِّكَ الدُّنْيَا بِاَجْمَعِهَا فَرَدَّهُ الزُّهْدُ عَنْهَا وَهُوَ مُقْتَدِرُ
فَالثَّوْبَ يَرْقَعُهٗ وَالشَّاةَ يَحْلِبُهَا وَمَا رَاٰیْ لِاَخِی الْاِعْدَامِ يَحْتَقِرُ
وَالْبَيْتَ يَكْنُسُهٗ وَالنَّعْلَ يَخْصِفُهَا وَاِنْ دُعِيْ اَسْعَفَ الدَّاعِيْ وَلَا يَذَرُ
كَانَ الْبُرَاقُ لَهٗ وَالْخَيْلُ يَرْكَبُهَا وَالْاِبْلُ اَيْضًا كَذَاكَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ
مَا عَابَ قَطُّ طَعَامًا اَحْضَرُوْهُ لَهٗ وَلَا لِسَائِلِهِ اللَّحَّاجِ يَنْتَهِرُ
يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ عَنْ جَانٍ جَنٰى كَرَمًا وَيَقْبَلُ الْعُذْرَ مِمَّنْ جَاءَ يَعْتَذِرُ
وَلَيْسَ يَغْضَبُ اِلَّا اَنْ تُرٰى حُرُمٌ لِلّٰهِ مَنْهُوْكَةً اَوْ هُتِّكَتْ سُتُرُ
مَا اَمَّهٗ سَائِلٌ يَرْجُوْ انْدَا يَدِهٖ اِلَّا انْثَنٰى وَهُوَ مُثْرِی الْكَفِّ مُشْتَهِرُ

ترجمہ: (۱) تم خیر الخلق کے اوصاف کو میرے مدائح میں دیکھو گویا وہ نقش و نگار ہیں جب کہ اس پر دھاری دار کپڑا فخر کرتا ہے (یعنی جس طرح اس کپڑے کی

زینت نقش و نگار سے ہوتی ہے اسی طرح کلام مدحی کی زینت آپ کے اوصاف سے ہے)(۲) آپ محسن ہیں شفیق ہیں رحیم ہیں زینت دی ہے آپ کو ایسے اخلاق نے جو کہ مثل باد بہاری کے (مفرح) ہیں نہ آپ درشت خو ہیں اور نہ تنگ اخلاق ہیں۔

(۳) آپ حیا میں اس پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں جو اپنے پردہ میں رہتی ہو اس کو حیا نے زینت دی ہو۔ (۴) تمام انبیاء علیہم السلام سے اخلاق اور معجزہ میں اور رُتبہ میں فائق ہو گئے ہیں تو اگر سب موجود ہوں تو حق تقدیم آپ ہی کے لئے ہو۔ (۵) آپ صورتِ جسمانیہ میں بھی مکمل ہیں کہ کوئی خلق آپ کے مشابہ نہیں آپ میں اعتدال تھا نہ طول تھا نہ کوتاہ قامتی تھی۔ (۶) آپ کے سفید منظر رنگ میں سرخی دمکتی تھی اور آپ کا چہرہ (مثل) چاند (کے) تھا۔ (۷) آپ کشادہ پیشانی تھے اور باریک ابرو سرمگیں چشم کہ آپ کے حُسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

(۸) سبک رخسار تھے خوش نما اور خندان دندان تھے دانتوں کے درمیان ریخین تھیں اور وہ دانت روشن تھے ان کے روبرو موتی کی کیا حقیقت تھی۔ (۹) بلند بینی اور باریک بینی دراز گردن اور روشن گردن اُس چاندی کے مثل تھی جو صاف کی ہوئی ہو جس میں میل نہ رہا ہو۔ (۱۰) گنجان ڈاڑھی والے تھے جس نے آپ کے حسن کو اور زینت دے دی جیسا نازک اندام عورت کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی رونق دیتی ہے۔ (۱۱) سر پر بال رکھتے تھے جو کانوں تک پہنچتے تھے اور معطر تھے مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں جب وہ خوشبو پھیلتی تھی۔ (۱۲) آپ کے جوڑ بند بڑے تھے اور سینہ فراخ اور وسیع تھا اس پر چند بال نظر آتے تھے جن کو قدرت الہیہ نے خط کے طور پر بنایا تھا۔ (۱۳) آپ کی ہتھیلیاں پر گوشت تھیں اور شکم پتلا اور خالی تھا اس میں گرسنگی سے شکن پڑی رہتی تھی اور اکثر اوقات اس سے پتھر باندھا جاتا تھا۔

(۱۴) دونوں دست اور ساقین بڑے تھے اور بدن پر گوشت ہونے سے تہہ پُر رہتا تھا اور آپ نصف ساق تک تہہ باندھتے تھے۔ (۱۵) آپ کی عادت چلنے کے وقت

جھکاؤ کے ساتھ چلنے کی تھی یہ خیال ہوتا تھا کہ گویا چلنے کے وقت کسی نشیب کی طرف اُتر رہے ہیں۔(۱۶) آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا خوشبوئے مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اس کو بجائے عطر لگاتی تھیں۔(۱۷) آپ نے عمر ختم کردی اور ایک دن بھی جَو سے شکم سیر ہونے کا موقع آپ نے نہ پایا اور آپ کا فرش چٹائی کا تھا۔ (۱۸) یہ کیفیت اس حالت میں تھی کہ آپ تمام دنیا کے مالک ہو چکے تھے (یعنی وسیع سلطنت قبضہ میں تھی) پس آپ کو اس دنیا سے زہد نے ہٹا دیا باوجودیکہ آپ قادر تھے۔ (۱۹) آپ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے اور بکری کا دُودھ نکال لیتے تھے اور صاحب افلاس کو کبھی آپ نے حقیر نہیں سمجھا۔(۲۰) اور گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے اور (اپنا) جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو منظور فرما لیتے تھے اور پہلو تہی نہیں فرماتے تھے۔(۲۱) آپ کے لئے براق تھا اور گھوڑے تھے کہ ان پر آپ سوار ہوتے تھے اور شتر پر بھی اسی طرح خچر اور دراز گوش پر بھی۔(۲۲) کسی کھانے میں آپ نے عیب نہیں نکالا جو کچھ آپ کے سامنے لے آئے اور نہ کسی لپٹنے والے سائل کو آپ جھڑکتے تھے۔(۲۳) آپ اپنے کرم سے خطاوار کی خطا کو معاف فرما دیتے اور درگذر فرماتے اور جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا آپ اس کا عذر قبول فرماتے۔(۲۴) اور آپ غصہ نہ کرتے تھے مگر (دو حالتوں میں) یا تو اللہ تعالیٰ کی ممنوع کی ہوئی چیزیں ارتکاب میں آتے ہوئے نظر آتیں (اور) یا کسی کی پردہ دَری کی جاتی۔(۲۵) آپ کے پاس کوئی ایسا سائل نہیں آیا جو آپ کے دستِ مبارک کی عطا کی اُمید رکھتا ہو مگر وہ ایسی حالت میں واپس گیا کہ اس کے ہاتھ میں ثروت ہوتی اور وہ ثروت میں مشہور ہوتا (یعنی اس لئے کہ خوب دیتے تھے جس سے اس کی ثروت ظاہر ہو جاتی) ۱۲ منہ۔

تمام شد فصل ۲۱

(عجیب لطیفہ ہے کہ اس فصل کے اجزاء بھی کہ ملقب بہ وصل ہیں پچیس ہی ہیں اور روض نطیف کے اشعار بھی اوّل مضامین کے مناسب پچیس ہی ہیں۔ ۱۲)

فصل بائیسویں

آپ کے بعض معجزات میں

اگر نظر صحیح سے کام لیا جاوے تو آپ کے معجزات ضبط و احصار سے متجاوز ہیں کیونکہ آپ کا ہر قول ہر فعل ہر حال باعتبار تضمن حکم و مصالح و اسرار کے خارق عادت ہے اور ظاہر ہے کہ اقوال و افعال واحوال کے تمام جزئیات کا حصر عادۃً نہ ممکن ہے اور نہ واقع ہوا اور ان حکمتوں کا علم تفصیلاً عرفاء وحکماء الٰہی کے صدور و قلوب میں القاء ہوتا ہے اور اجمالاً کتب اسرار شریعت میں مثل تصنیفات امام غزالی و امام شعرانی و شاہ ولی اللہ و حسین جسر رحمہم اللہ تعالیٰ جستہ جستہ پائے جاتے ہیں تو اس بناء پر آپ کے معجزات فوق الحد والعد ہوئے لیکن چونکہ اس کا ادراک عوام کا حصہ نہیں ہے اس لئے اس سے قطع نظر کر کے اگر ان ہی خوارق پر اکتفاء کیا جاوے جو نظر ظاہر و عامی میں بھی خارق ہیں وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں چنانچہ سات ہزار سات سو معجزہ پر تو صرف قرآن مجید اپنی بلاغت کے اعتبار سے قطع نظر اس کے اخبار عن المغیبات سے مشتمل ہے تقریر اس کی جیسا کہ قاضی ❶ عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ کلام اللہ میں جس قدر کلام کہ برابر سورۂ انا اعطینا کے ہے معجزہ ہے اور سورۂ انا اعطینا میں دس کلمے ہیں اور سارے کلام اللہ میں کچھ اوپر ستتر (۷۷) ہزار کلمے ہیں سو جب ستتر ہزار کو دس پر تقسیم کریں سات ہزار سات سو حاصل ہوتے ہیں پس کلام اللہ میں سات ہزار سات سو معجزہ ہیں اور اگر اس کی پیشین گوئیوں کو لیا جاوے جن میں سے تیرہ الکلام المبین میں

❶ (کذا فی الکلام المبین ۱۲ منہ)

جمع کی ہیں اور نیز ستتر ہزار سے جس قدر بیشی ہے اس کو بھی دس پر تقسیم کر کے حاصل قسمت کو ملا لیا جاوے تو اس عدد میں اور اضافہ ہوتا ہے یہ تو قرآن مجید کے معجزات ہوئے اور محدثین واہل سیر نے جو معجزات آپ کے موافق اپنے علم کے لکھے ہیں وہ بقول محدثین تین ہزار ہیں جن میں سے ایک ہزار معجزے امام سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں اور تین سو سے زائد الکلام المبین میں مذکور ہیں تو اس حساب سے دس ہزار سے زائد ہوتے ہیں اگر خصائص کبریٰ دستیاب نہ ہو یا عربی نہ جاننے والوں کی سمجھ میں نہ آوے تو کتاب الکلام المبین کا بھی مطالعہ اس باب میں کافی وموجب تقویتِ ایمان ہے۔ اس کتاب میں اوّل ایک تقریر بطور تمہید کے لکھی ہے جس میں آپ کے معجزات کا عالم کے تمام اقسام سے متعلق ہونا بیان کیا ہے پھر اس کے اثبات کے لئے ہر قسم کے معجزات کو جدا جدا ذکر کیا ہے چونکہ یہ میرا رسالہ بہت مختصر ہے اس لئے اس میں صرف اس تقریر کو بوجہ اس کے دل پذیر ودلچسپ ہونے کے نقل کر کے تمام اقسام کے معجزات میں سے دو سے چار تک پر اقتصار کرتا ہوں اور وہ تقریر ملخصاً یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین یعنی نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر رحمت واسطے تمام عالموں کے صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت تب آوے گی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا (اور ظاہر ہے کہ اللہ اللہ کہنے والے آپ ہی کی رسالت کے ماننے والے ہیں) پس رسالت آپ کی باعث بقاوامن سب عالموں کا ہے۔

اور نہ صرف نوع انسان بلکہ سب اقسام عالم کے آپ کی رسالت سے نفع یاب ہیں اور اسی لئے اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو جمیع اقسام عالم میں معجزات عنایت فرمائے (اور معجزہ چونکہ دلیلِ ثبوت نبوت ہے اور دلیل شاہد ہوتی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام اقسام عالم باعتبار تعلق معجزات کے آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والے اور شہادت دینے والے ہیں پس آپ کی شان کیسی عظیم ہے کہ جس طرح توحید

پر تمام عالم گواہ ہے اسی طرح آپ کی رسالت پر تمام ❶ عالم گواہ ہے۔)

چنانچہ بیان اس کا یہ ہے کہ عالم دو قسم ہے (۱) عالم معانی اور (۲) عالم اعیان۔ عالمِ معانی عبارت ہے ان چیزوں سے کہ دوسری چیز میں ہو کے پائے جاتے ہیں بذاتِ خود قائم نہیں اور انہیں عرض بھی کہتے ہیں جیسے کلام اور علم اور رنگ اور بو اور عالمِ اعیان عبارت ہے ان چیزوں سے جو بذاتِ خود قائم ہیں اور انہیں جوہر بھی کہتے ہیں جیسے زمین آسمان آدمی درخت۔ پھر عالمِ اعیان دو قسم ہے عالم ذوی العقول یعنی وہ لوگ جو عقل رکھتے ہیں جیسے انسان اور جن اور عالم غیر ذوی العقول یعنی وہ جو عقل نہیں رکھتے جیسے جمادات وحیوانات عالم ذوالعقول تین قسم ہے عالم ملائکہ اور عالم انسان اور عالم جنات اور عالم غیر ذوی العقول یا علوی ہے یعنی آسمان اور ستارے یا سفلی یعنی وہ اجسام جو آسمان کے تلے ہیں اور عالمِ سفلی دو قسم ہے عالم بسائط اور عالمِ مرکبات عالم بسائط عبارت ہے عناصر اربعہ یعنی آب وآتش و باد و خاک سے اور عالم مرکبات تین قسم ہے جمادات ونباتات وحیوانات اور انہیں موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔

پس اقسام تفصیلی عالم کے نو ہوئے ((۱) عالم معانی (۲) ملائکہ (۳) انسان (۴) جن (۵) عالم علوی افلاک وکواکب (۶) بسائط یعنی عناصر (۷) جمادات (۸) نباتات (۹) حیوانات اور یہ عاجز مرکبات کی اس طرح تقسیم کرتا ہے ایک وہ جس میں ایسا مزاج ہو کہ مرکب کی ترکیب کو چندے محفوظ رکھ سکے ایک وہ جو محفوظ نہ رکھ سکے ثانی کو کائنات الجو کہتے ہیں جیسے سحاب وغیرہ اور اوّل کی

❶ (بدلالۃ اضطرار یہ تو سب اور بشہادت اختیار یہ بجز عصاۃ کے جیسا کہ توحید کے باب میں ارشاد حق ہے سورہ حج میں الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت و من فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب و کثیر من الناس و کثیر حق علیہ العذاب اور رسالت کے باب میں وہ ارشادِ نبوی ہے جو آگے متن میں معجزات کے سلسلہ میں عالمِ حیوانات کے بیان میں اوّل حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ جتنی چیزیں آسمان زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسول اللہ ہوں سوا نافرمان جن وانس کے اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: ''فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین السماء والارض الا یعلم انی رسول اللہ الا عاص الجن والانس رواہ احمد والدارمی عن جابر کذا فی الرحمۃ المھداۃ'' پس اس آیت کا جو حاصل توحید کے باب میں ہے بالکل اسی کے مطابق اس حدیث کا حاصل رسالت کے باب میں ہے۔ ۱۲)

وہی تین قسم ہیں جو موالید ثلاثہ کہلاتی ہیں اس طرح سے کل اقسام دس ہوئے تو وہ جو مذکور ہوئے۔ دسویں کائنات الجو) اور ہر قسم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہر ہوئے ہیں (اس کے بعد نو باب لائے ہیں اور ہر باب میں معجزات کثیرہ ذکر کئے ہیں۔ احقر نے ہر باب میں سے دو❶ سے چار تک معجزات لئے ہیں جس کو بہ ترتیب اقسام نقل کرتا ہوں)۔ ❷.... عالم معانی (نمبر ۱) قرآن مجید باعتبار اپنی بلاغت و اخبار عن الغیبات کے (نمبر ۲) وہ خبریں جو آپ نے قبل الوقوع بیان فرمائیں جیسے صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے اُمور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اسے یاد رہے اور بھول گئے جو بھول گئے۔

اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے اور بعض شئ اس میں سے ہوتی ہے کہ مَیں اسے بھول گیا تھا پھر مَیں جب دیکھتا ہوں اُسے تب مجھے یاد آ جاتی ہے یعنی بعد وقوع خبر کے پہچان جاتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی جس طرح سے کہ کسی شخص کی صورت آدمی کو یاد ہو اور وہ شخص غائب ہو جاوے پھر جب اسے دیکھتا ہے پہچان جاتا ہے اھ۔

(نمبر ۳) وہ واقعات حالی جو آپ نے بے دیکھے بیان فرما دیئے جیسے بخاری نے اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ موتہ کے قصہ میں) خبر شہادت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی لوگوں کو سنا دی قبل اس کے کہ خبر آوے اور آپ نے فرمایا کہ نشان لیا زید نے پس شہید ہوا، پھر نشان لیا جعفر نے پس شہید ہوا پھر نشان لیا ابن رواحہ نے پس شہید ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا آپ نے کہ آخر کو ایک اللہ کی تلوار (یعنی حضرت خالد رضی اللہ

❶ (کہیں کہیں لفظی تغیر کا یا کہیں دوسری کتاب سے نقل کا بھی بضرورت اتفاق ہوا ہے۔ ۱۲ منہ)
❷ (اور اس ترتیب میں کائنات الجو کو بعد بسائط کے ذکر کیا جاوے گا۔ ۱۲ منہ)

عنہ) نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)۔

عالم ملائکہ (نمبر ۴) صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روزِ بدر ایک شخص مسلمانوں میں سے پیچھے ایک شخص کے مشرکوں میں سے دوڑتا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے کوڑے کے مارسے اور یہ سب جگہ سبز ہوگئی ہے۔ وہ شخص مسلمان انصاری تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے یہ آسمان سوم کی مدد میں کا فرشتہ تھا۔

(ف) حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے۔ (ف) اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا چنانچہ بدر میں اور اُحد میں اور حنین میں فرشتوں نے مدد کی۔

(نمبر ۵) بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابنِ سعد نے طبقات میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دِکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے انہوں نے کہا آپ دِکھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ پر اُترے آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نگاہ اُٹھاؤ انہوں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا حضرت جبریل علیہ السلام کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا سو غش کھا کر گر گئے۔

عالم انسان (نمبر ۶) ظہورِ ہدایت جیسے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مَیں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت کرتا تھا اور وہ مشرک تھی۔ ایک دن میں نے اس سے اسلام کے لئے کہا اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلمۂ بے ادبی کہا مجھے ناگوار ہوا اور میں روتا ہوا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا اور میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت کرے آپ نے فرمایا اللّٰھم اھد ام ابی ھریرۃ ''یا اللہ ہدایت کر ابو ہریرہ کی ماں کو'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سُن کر خوش ہوتا ہوا اپنے گھر آیا دیکھا دروازہ بند ہے اور میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سُن کر کہا کہ وہیں ٹھہر واے ابو ہریرہ، اور میں نے پانی کی آواز سنی سو میری ماں نے نہا کے اور کپڑے پہن کے دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ'' میں خوش ہو کر شدتِ خوشی سے روتا ہوا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا اور اپنی ماں کے اسلام کی خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمدِ الٰہی بجالائے۔

(نمبر ۷) ظہور برکت جیسے بیہقی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہ بن حذیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دُعائے برکت کی سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا یا بکری کے تھن میں وَرم ہوتا اور وہ وَرم والا محل ورم کو حنظلہ کے سر میں موضع مس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا دیتا تو صاف ورم جاتا رہتا۔

(نمبر ۸) شفائے مرضی جیسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حبیب بن فدیک کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دَم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اَسّی (۸۰) برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے دیکھا۔

(نمبر ۹) قہر بے ادباں جیسے مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا آپ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھا اس نے کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے کھا نہیں سکتا حالانکہ ہاتھ اس کا اچھا تھا یہ بات اس نے غلط بے باکی سے براہِ استنکاف کہی تھی تب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا اس کا ایسا ہی حال ہو گیا کہ سیدھا ہاتھ اس کا کام سے جاتا رہا منہ تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔

عالم جن (نمبر ۱۰) خطیب نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے راہ میں ایک گاؤں میں پہنچے اس گاؤں کے آدمی خبر آپ کی آمد کی سُن کر باہر گاؤں کے منتظر تھے جب آپ وہاں پہنچے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس گاؤں میں ایک عورت نوجوان ہے اس پر ایک جن عاشق ہوا ہے اور اس پر آ چڑھا ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے قریب ہے کہ ہلاک ہو جاوے، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس عورت کو دیکھا بہت خوب صورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بُلا کر فرمایا کہ اے جن تو جانتا ہے کہ مَیں کون ہوں محمد رسول خدا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا آپ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہو گئی اور نقاب منہ پر کھینچ لیا اور مردوں سے شرم کرنے لگی اور بالکل صحیح ہو گئی۔

(نمبر ۱۱) ترمذی (یہ خود ترمذی سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ) نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کیا ہے۔ کہ ان کے ایک نجاری میں خرما بھرے تھے سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال لے جاتی انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا جاؤ اور اب کے جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آوں گی چھوڑ دیا تھا الیٰ آخر الحدیث۔ (ف) یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مؤمن نہ ہونے کے محض آپ کے نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔ عالم علوی افلاک و کواکب (نمبر ۱۲، نمبر ۱۳) چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا کواکب کے متعلق اور معراج میں سمٰوات کو طے کرنا افلاک کے متعلق صریح اور عظیم معجزے ہیں۔

عالم بسائط یعنی عناصر (نمبر ۱۴) متعلق خاک جیسے صحیحین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ ہمیں ایک شخص نے آلیا آپ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا یعنی غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے سراقہ کے لئے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا اور اس نے کہا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لئے بددعا کی ہے اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کیلئے دعا کی سو اس نے نجات پائی اور پھر گیا اور جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔ اھ

(نمبر ۱۵) متعلق آب جیسے صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا کہ اس سے آپ نے وضو کیا سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے نہ وضو کے لئے مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹے میں ہے (کیونکہ چاہ حدیبیہ میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا تھا سب کھینچ لیا تھا رواہ البخاری) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا (یعنی پانی اتنا کثیر تھا مگر) ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

(نمبر ۱۶) متعلق آتش جیسے صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایام غزوۂ خندق میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لئے بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع (یعنی تین سیر سے کچھ زائد) جو کا آٹا تیار کیا اور حضور میں آکے چپکے سے اس کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپ مع چند آدمیوں کے

تشریف لے چلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہلِ خندق کو کہ ایک ہزار تھے پکار کر جمع کر لیا اور ساتھ لے چلے اور جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہانڈی مت اُتاریو اور آٹے کو مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں، بعد اس کے آپ تشریف لائے اور آب دہن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور دُعائے برکت کی اور آپ نے فرمایا کہ ایک پکانے والی اور بلوالو اور شوربا نکال نکال کر ہانڈی میں سے دو اسے چولہے پر سے اُتارو نہیں جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے اللہ کی سبھوں نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسی ہی جوش میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا (ف) اس سے عالم آتش میں بھی ایک اَمر خارق ظاہر ہوا کہ آگ کا اثر شوربے میں کہ کم کر دینا ہے واقع نہیں ہوا (بلکہ بالعکس وہ افزونی کا سبب بن گئی جیسا چولہے پر سے اُتارنے کی ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افزونی میں آگ کو بھی دخل ہے)

(نمبر ۱۷) متعلق ہوا جیسے اسی غزوۂ خندق میں واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر پُروائی ہوا ٹھنڈی بھیجی کہ خوب کڑاکے کا جاڑا پڑا اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز و تنگ کیا غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا اور آگ ان کی بجھا دی اور ہانڈیاں ان کی اُلٹ دیں اور میخیں ان کی اُکھاڑ دیں کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے کُھل کر آپس میں لڑنے لگے اور چھوٹ کر لشکر میں دند مچا دیا۔

اس وقت آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لئے مامور فرمایا اور شدت سردی سے محفوظی کے لئے دُعا فرمائی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ برکت آپ کی دُعا کے مجھے جانے آنے میں مطلق سردی نہ معلوم ہوئی بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں (بعضہ من تواریخ حبیب الله)

(ف): ایسی سخت ہوا کا ان پر اثر نہ کرنا صریح خارج ہے عالم کائنات الجو۔

(نمبر ۱۸) جیسے صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بار قحط ہوا سو ایک بار آپ خطبہ جمعہ کا فرما رہے

تھے ایک اعرابی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! مال ہلاک ہوگیا اور عیال بھوکوں مرتے ہیں آپ مینہ کے واسطے دُعا کیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس وقت آسمان پر کوئی ٹکڑا بھی اَبر کا نہ تھا قسم اللہ کی ہنوز آپ ہاتھ رکھنے نہیں پائے کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا آپ منبر پر سے اُترنے نہیں پائے تھے کہ ریش مبارک سے قطرات مینہ کے گرنے لگے۔

سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک مینہ برسا پھر جمعہ کے دن اسی اعرابی نے یا اور کسی شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے اور مال ڈوب گیا آپ دُعا فرمایئے کہ مینہ تھم جاوے آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اے اللہ گرد ہمارے برسے اور ہم پر نہ برسے اور جدھر ابر کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہیں کھل گیا سو مدینہ پر تو بالکل پانی کا برسنا موقوف ہوگیا اور گرد مدینہ کے پرستار ہا اطراف سے جو لوگ آتے تھے کثرت مینہ کی بیان کرتے تھے۔ (ف) آپ کی دُعا سے اَبر کا فوراً اُٹھ آنا اور اشارہ سے اَبر کا ہٹ جانا ان دونوں میں ظہور ہے معجزے کا سحاب میں۔

(۱۹) اور جیسے جلالین میں جس کو کمالین نے نسائی و ابن جریر و بزار کی طرف منسوب کیا ہے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس دعوت اسلام کے لئے آپ نے کسی کو بھیجا اس نے آپ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کہا کہ رسول اللہ کون ہوتے ہیں اللہ کیسا ہوتا ہے سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا معاً اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اُڑا دی۔ (ف) اس واقعہ میں آپ کی شان میں گستاخی کرنے کو بھی ظاہر ہے کہ دخل ہے اس اعتبار سے ظہور ہے معجزہ کا صاعقہ میں کہ کائنات جو سے ہے۔

عالمِ جمادات و عالم نباتات (نمبر ۲۰) ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور مَیں بھی آپ کے ساتھ تھا سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ۔ (ف) پہاڑ جمادات سے ہیں

اور درخت نباتات سے سو دونوں میں ظہور معجزہ کا ہوا۔

(نمبر ۲۱) صحیح بخاری جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بنا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا یکبارگی وہ ستون چھوارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اُترے اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چُپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ تھم گیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔

(ف) یہ ستون باعتبار اصلی حالت کے نباتات سے ہے اور باعتبار موجودہ حالت کے جمادات سے پس اس معجزہ کو دونوں قسموں سے تعلق ہوا اور اس گریہ میں جس طرح مفارقت ذکر کو دخل ہے اسی طرح مفارقت ذاکر یعنی ذات مقدسہ نبویہ کو ورنہ سینہ سے لگانے سے خاموش نہ ہو جاتا پس اس حیثیت سے یہ آپ کا معجزہ ہے۔

(نمبر ۲۲) ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مَیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑے چھوارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھواروں کے لئے دُعائے برکت کر دیجئے آپ نے ان چھواروں کو اکٹھا کر کے ان میں دُعائے برکت کی اور مجھ سے فرمایا کہ انہیں لے کے اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لو مگر اسے جھاڑنا مت۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھواروں میں ایسی برکت ہوئی کہ مَیں نے اتنے اتنے وسق (کہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع وہ ظرف ہے جس میں ساڑھے تین سیر گندم سما سکیں) اللہ کی راہ میں خرچ کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر میں لگا رہتا تھا یہاں تک کہ بروز شہادت حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کے (کہ قریب تیس برس کے زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کے کہیں گر پڑا اور جاتا رہا۔ (ف) یہ معجزہ ایسی چیز میں ظاہر ہوا جو اصل میں نباتات کا ثمرہ ہے اور فی الحال جماد ہے اس کو بھی دونوں سے تعلق ہوا۔)

عالمِ حیوانات (نمبر ۲۳) احمد ❶ اور دارمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اُونٹ تھا بڑا شریر جو کوئی باغ میں جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لئے جھپٹتا آپ نے اسے بلایا اور وہ آیا اور اس نے آپ کے سامنے سجدہ کیا آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ مَیں رسولِ خدا ہوں سوا نافرمان جن اور اِنس کے۔

(نمبر ۲۴) بیہقی نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مَیں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک تختہ پر بیٹھ لیا بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا وہاں مجھ سے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا مَیں نے کہا کہ مَیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا۔

اور تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک کچھ آواز کرتا رہا اور میرے ہاتھ سے اپنی دُم چھوا دی مَیں سمجھا کہ مجھے رخصت کرتا ہے۔ (ف) پہلا قصہ ماکول جانور کا تھا یہ غیر ماکول کا اور وہ حیات میں تھا اور یہ بعد وفات جس میں وجہ اعجاز قوی تر ہے کیونکہ وفات کے بعد اور قویٰ کی فاعلیت کا بھی احتمال نہیں ہو سکتا)۔

(۲۵) بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک قدح دودھ کا گھر میں پایا حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا لو یہ بھوکے تھے اُنہوں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھی کو دے دیتے تو مَیں سیر ہو کر پیتا بعد اس کے مَیں نے ان سب

❶ (الکلام المبین میں اس کو مسلم اور ابوداؤد کی طرف بروایت عبداللہ بن جعفر منسوب کیا ہے مگر اس میں نہ ملنا اور رحمۃ مہداۃ میں احمد اور دارمی سے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرنا سبب میرے اس تصرف کا ہوا۔ ۱۲ منہ)

کو بلایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں دُودھ پلاؤ میں نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سبھوں نے سیر ہو کر پیا پھر مجھ سے کہا کہ تم پیو میں نے پیا۔

آپ نے فرمایا اور پیو میں پیتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب پیٹ میں جگہ نہیں پھر باقی آپ نے پیا۔ (ف) یہ اجزائے حیوان میں معجزے کا ظہور ہوا یہاں تک الکلام المبین میں حدیثیں لا کر پھر اقسام نہ گانہ عالم کے متعلق معجزات کو قرآن مجید سے بھی ثابت کیا ہے جس کو شوق ہو مطالعہ فرمالے۔ فقط

من الروض

يَدُلُّ بِهَا النَّفْعُ وَالضَّرُّ لِمُعْتَرِفٍ
وَجَاحِدٍ فَهِيَ الْاَدْوَاءُ وَالْوَطَرُ
كَمْ اَبْرَءَتْ اَلَمًا كَمْ اَذْهَبَتْ لَمَمًا
كَمْ اَظْهَرَتْ لِمَمًا يَنْمُوْ لَهَا شَعَرُ
وَكَمْ شَفَتْ سَقَمًا كَمْ اَظْهَرَتْ مَدَدًا
كَمْ فَرَّجَتْ كَمَدًا عَمَّنْ م بِهٖ عَوَرُ
وَدَرَّتِ الشَّاةُ مِنْهَا وَالْحَصَا نَطَقَتْ
فِيْهَا وَ اَوْرَقَتِ الْاَغْصَانُ وَالشَّجَرُ
وَالْقَوْمُ مِنْ رَمِيْهَا يَوْمَ اللِّقَاءِ عَمُوْا
وَمِنْ اَصَابِعِهَا الْاَمْوَاهُ تَنْفَجِرُ
وَالْمَاءُ مِنْ رِيْقِهٖ زَادَتْ حَلَاوَتُهٗ
وَالنَّخْلُ مِنْ عَامِهٖ اَضْحٰى لَهٗ ثَمَرُ
وَالْجِذْعُ حَنَّ اِلَيْهِ حِيْنَ فَارَقَهٗ
حَتّٰى عَلَا مِنْهُ مَا بَيْنَ الْمَلَاخُوْرُ

وَالذِّئْبُ وَالضَّبُّ كُلٌّ مِّنْهُمَا شَهِدَا
شَهَادَةَ الْحَقِّ يَرْوِيْهَا لَكَ الْخَبَرُ
وَرَاحَ يَشْكُوْا اِلَيْهِ جَوْرَ صَاحِبِهِ
الْبَعِيْرُ وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ مُنْحَدِرُ
وَاَطْعَمَ الْجَيْشَ مِنْ صَاعٍ فَاَشْبَعَهُ
وَمِنْهُ اَرْوَاهُ لَمَّا مَسَّهُ الْعَسَرُ
فَلَا تَرُمْ حَصْرَ اٰيَاتٍ لَّهُ ظَهَرَتْ
اِلَّا اِذَا كَانَ يُحْصَى الرَّمْلُ وَالْمَدَرُ
كَفٰى بِمُعْجِزَةِ الْقُرْاٰنِ مُعْجِزَةً
طُوْلَ الزَّمَانِ غَدَا يُتْلٰى وَ يُسْتَطَرُ
فِيْهِ تَجَمَّعَتِ الْاَشْيَا فَلَا صُحُفٌ
اِلَّا وَحَازَ مَعَانِيْهَا وَلَا زُبُرُ
فَهُوَ الشِّفَاءُ الَّذِيْ تَحْيَ النُّفُوْسُ بِهٖ
قَدْ فَازَ مُتَّعِظٌ مِّنْهُ وَمُدَّكِرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: (۱) آپ کا ایسا ہاتھ ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور ضرر بھی ہے معترف کے لئے (نفع ہے) اور منکر کے لئے (ضرر ہے) سو وہ بیماری کا بھی سبب ہے اور حاجت روائی کا بھی سبب ہے۔

(۲) اس ہاتھ نے بہت سے الموں کو اچھا کیا اور بہت سے آسیب کو دُور کیا بہت سے موئے سر کو ظاہر کیا کہ اس کے سبب (سر بے مو میں) بال جم آئے۔

(۳) اور بہت سے بیماروں کو شفا دی اور بہت سی مدد کو ظاہر کیا بہت سے

رَنجوں کو دُور کیا ایسے لوگوں سے جن میں کوئی خلل تھا۔

(۴) اور اس ہاتھ سے بکری نے دودھ دیا اور اس میں سنگ ریزے بولے اور شاخیں اور درخت برگ دار ہو گئے۔

(۵) اور قوم کفار اُس ہاتھ کے خاک پھینک دینے سے اندھے ہو گئے اور اس ہاتھ کی اُنگلیوں سے پانی جاری ہوتے تھے۔

(۶) اور پانی کی شیرینی آپ کے لعاب مبارک کے سبب بڑھ گئی اور کھجور کا درخت اسی سال بارآور ہو گیا۔

(۷) اور تنا درخت کا آپ کی جدائی سے گریہ وزاری کرنے لگا یہاں تک کہ مجمع میں اس میں سے آواز نکل کر بلند ہوگئی۔

(۸) اور بھیڑیے اور سوسمار نے دونوں نے سچی شہادت (آپ کی رسالت کی) دی اس کو حدیث روایت کرتی ہے۔

(۹) اور اُونٹ آپ سے اپنے مالک کی بے راہی کی شکایت کرتا تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔

(۱۰) اور ایک بڑے لشکر کو ایک صاع سے کھانا کھلا کر شکم سیر کر دیا اور اس سے آسودہ کر دیا جب کہ اس لشکر کو تنگی نے مس کیا۔

(۱۱) اے مخاطب آپ کے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے شمار کرنے کا قصد مت کرو مگر جس وقت کہ ریگ اور سنگ پاروں کا شمار کیا جاوے۔

(۱۲) قرآن مجید کا معجزہ کافی معجزہ ہے کہ زمان طویل تک تلاوت کیا جاوے گا اور لکھا جاوے گا۔

(۱۳) اس میں بہت سے مضامین جمع ہیں سو نہ کوئی صحیفے ایسے ہیں جس کے معانی پر قرآن مشتمل نہ ہو اور نہ کتابیں ہیں۔(۱۴) سو وہ قرآن شفاء ہے جس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں اُس سے وعظ و پند کا قبول کرنے والا فائز المرام ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

فصل تیئسویں

آپ کے بعض اسماء شریفہ میں مع ان کی مختصر تفسیر کے

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ کا علم یعنی خاص نام ہے۔ احمد عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام سے بشارت دی ہے۔ متوکل معنیٰ ظاہر ہیں۔ ماحی آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو محو فرمایا۔ حاشر یعنی آپ چونکہ سب سے اوّل قیامت میں محشور ہوں گے اور سب آپ کے بعد تو گویا ان کے حشر کے سبب آپ ہوئے۔ عاقب یعنی سب انبیاء علیہ السلام کے عقب میں اور آخر میں تشریف لائے۔ مقفی (اسم فاعل از تفعل ۱۲ منہ) اس کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ نبی التوبہ یعنی آپ کی شریعت میں عفو ذنوب کے لئے محض توبہ اپنی شرائط سے کافی ہے۔ بخلاف بعضی پہلی اُمتوں کے کہ قتلِ نفس اس میں شرط تھا۔ نبی الملحمۃ یعنی قتال کے نبی کیونکہ آپ کی شریعۃ میں جہاد مشروع ہوا ہے۔ نبی الرحمہ آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے مسلمانوں کے لئے تو آخرت میں بھی اور کفار کے لئے دنیا میں کہ پہلی اُمتوں کے سے عذاب نہیں آتے اور باقی اجزاء عالم کے لئے بھی کہ بقاء عالم کا آپ کے بقاء دین کے ساتھ مربوط ہے جب آپ کے دین کا کوئی اثر نہ رہے گا حتیٰ کہ اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا قیامت قائم ہو کر تمام عالم درہم برہم ہو جاوے گا۔ فاتح یعنی کشائندہ آپ کی بدولت دروازہ ہدایت مفتوح ہوا امصار و دیار کفار کے فتح ہوئے۔ جنت کے دروازے آپ کی اتباع سے کشادہ ہوں گے۔ امین معنیٰ ظاہر ہیں۔ شاہد قیامت میں آپ اپنی اُمت کے شاہد ہوں گے۔ مبشر یعنی مؤمنین کو خوش خبری دینے والے۔ نذیر یعنی کفار کو عذاب سے ڈرانے والے۔

قاسم یعنی فیوض اور اموال کے تقسیم کرنے والے۔ ضحوک وقتال ان دونوں کا استعمال جدا جدا نہیں ہوتا یعنی اہلِ ایمان سے ہنسنے بولنے والے اور کفار سے قتال کرنے والے۔ عبداللہ معنٰی ظاہر ہیں۔ سراج منیر یعنی ہدایت کے چراغ روشن۔

سید ولد آدم یعنی سب بنی آدم کے سردار۔ صاحب لواء الحمد یعنی قیامت میں آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور سب اوّلین وآخرین اس کے تلے ہوں گے۔ صاحب مقام یعنی مقام شفاعت میں آپ کھڑے کئے جاویں گے۔ صادق یعنی سچی خبر دینے والے مصدوق یعنی آپ کو سب خبریں وحی سے سچی ملتی ہیں۔ رؤف رحیم دونوں کے معنٰی مہربان اور بہت مہربان ہیں۔ بعض ان میں سے آپ کے ساتھ خاص ہیں اور بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہیں اور اکثر ان اسماء مذکورہ میں وہ ہیں جو کسی وصف خاص یا وصف غالب پر دلالت کرتے ہیں اور عرف میں لقب ونام ایسے ہی اسماء کو کہتے ہیں اسی اعتبار سے پچیس تیس کے درمیان تک شمار کئے گئے ہیں ورنہ آپ کے اوصاف میں سے اگر ہر وصف سے ایک اسم مشتق کیا جاوے تو دو سو سے زائد بلکہ بقولِ بعض علماء ایک ہزار تک پہنچتے ہیں۔ (کذا فی زاد المعاد)

من الروض

مُحَمَّدٌ اَحْمَدُ الْمَنْسُوْبُ مَادِحُهٗ
اِلَيْهِ فَهُوَ بِهٰذَا الْفَخْرِ يَفْتَخِرُ
اَلْفَاتِحُ الْخَاتِمُ الْهَادِيْ بِدَعْوَتِهٖ
اِلَى الْهُدٰى وَلِدِيْنِ اللّٰهِ يَنْتَصِرُ
اَلْحَاشِرُ الْعَاقِبُ الْمَاحِيْ بِبِعْثَتِهٖ
عَنَّا الظَّلَامَ وَلَيْلُ الشِّرْكِ مُنْدَمِرٌ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: (۱) محمد ہیں احمد ہیں آپ کا مادح آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے سو وہ اس فخر پر فخر کرتا ہے۔ (۲) آپ افتتاح والے ہیں (کہ آپ کے نور سے خلق کا افتتاح ہوا) اور آپ اختتام والے ہیں (کہ آپ پر نبوت ختم ہوئی) اپنی دعوت سے راہِ حق کی طرف ہادی ہیں اور دین الٰہی کی نصرت فرماتے ہیں۔ (۳) آپ کے بعد سب کا حشر ہوگا آپ سب انبیاء کے بعد آئے ہیں آپ اپنی بعثت سے تاریکیوں کو ہم سے محو کرنے والے ہیں اور شرک کی رات مٹ جانے والی ہے۔ ۱۲)

فصل چوبیسویں

آپ کے بعض خصائص میں

یعنی ان اُمور کے بیان میں جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو عطا فرمائے اور وہ چند قسم کے ہیں ایک قسم وہ اُمور جو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کی ذات مقدسہ میں پائے گئے۔ مثلاً (۱) سب سے اوّل آپ کے نور پاک کا پیدا ہونا۔ (۲) سب سے پہلے آپ کو نبوت عطا ہونا۔

(۳) یوم میثاق میں سب سے اوّل الست بربکم کے جواب میں آپ کا بلٰی فرمانا۔ آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا جانا۔ (۵) خلق عالم سے آپ کا مقصود ہونا۔ (۶) پہلی سب کتب میں آپ کی بشارت وفضیلت ہونا۔ (۷) حضرت آدم علیہ السلام وحضرت نوح علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کی برکات حاصل ہونا ان کی روایات فصل اوّل ودوم میں گذری ہیں وغیر ذٰلک۔

دوسری قسم وہ اُمور جو دنیا میں تشریف آوری کے وقت قبل نبوت ظاہر ہوئے مثلاً مہر نبوت کا شانہ پر ہونا اس کی روایت چھٹی فصل میں مذکور ہے وغیر ذٰلک۔

تیسری قسم وہ اُمور جو بعد نبوت ظاہر ہوئے اور مختص ہیں ذات مبارک کے ساتھ مثلاً (۱) معراج اور اس میں عجائب ملکوت وجنت ونار پر مطلع ہونا (۲) اور حق تعالیٰ کو

دیکھنا۔ (۳) کہانت کا منقطع ہوجانا۔ (۴) اذان واقامت میں نام مبارک ہونا۔

(۵) ایسی کتاب عطا ہونا جو ہر طرح معجز ہے لفظاً بھی معنًی بھی تغیر سے محفوظ رہنے میں بھی زبانی یاد ہونے میں بھی۔ (۶) صدقہ کا حرام ہونا۔ (۷) نوم سے وضو کا واجب نہ ہونا۔ (۸) ازواج مطہرات کا اُمت پر ابداً حرام ہونا۔ (۹) آپ کی صاحبزادی سے بھی نسب اولاد کا ثابت ہونا۔ (۱۰) آگے پیچھے سے برابر دیکھنا۔

(۱۱) دُور دُور تک آپ کا رُعب پہنچنا۔ آپ کو جوامع الکلم عطاء ہونا۔

(۱۲) تمام خلائق کی طرف مبعوث ہونا۔ (۱۴) آپ پر نبوت کا ختم ہونا۔

(۱۵) آپ کے متبعین کا سب انبیاء کے تابعین سے زیادہ ہونا۔

(۱۶) سب مخلوق سے آپ کا افضل ہونا۔

چوتھی قسم وہ اُمور جو آپ کی برکت سے منجملہ تمام اُمم کے خاص آپ کی اُمت کو عطاء ہوئے۔ مثلاً (۱) غنائم کا حلال ہونا۔ (۲) تمام زمین پر نماز کا جائز ہونا۔

(۳) تیمم کا مشروع ہونا۔ (۴) اذان واقامت کا مقرر ہونا۔ (۵) نماز میں ان کی صفوف کا بطرز صفوف ملائکہ ہونا۔ (۶) جمعہ کا ایک خاص عبادت و (۷) ساعت اجابت کے لئے مقرر ہونا۔ (۸) روزہ کے لئے سحری کی اجازت۔ (۹) رمضان میں شب قدر (۱۰) ایک نیکی کریں تو ادنیٰ درجہ دس حصہ اور زیادہ بھی ثواب ملنا۔

(۱۱) وسوسہ وخطا ونسیان کا گناہ نہ ہونا (شاید پہلی اُمتوں میں ان کے اسباب کا انسداد بھی واجب ہوگا اور اسی اعتبار سے یہ خاص ہوا اس اُمت کے ساتھ)

(۱۲) احکام شاقہ کا مرتفع ہوجانا۔ (۱۳) تصویر و (۱۴) مسکرات کا ناجائز ہونا (کہ یہ سد باب ہے مفاسد بے شمار کا اور مفاسد سے بچانا رحمت ہے جیسا کہ بعض جگہ تسہیل حکم بھی رحمت ہے)۔ (۱۵) اجماع اُمت کا حجت ہونا اور اس میں ضلالت کا احتمال نہ ہونا۔

(۱۶) اختلاف فرعی کا رحمت ہونا۔ (۱۷) اُمم سابقہ کے سے عذاب نہ آنا۔

(۱۸) طاعون کا شہادت ہونا۔ (۱۹) علماء سے وہ کام دین کا لیا جانا جو انبیاء کیا

کرتے تھے۔(۲۰) قرب قیامت تک جماعت اہلِ حق کا مؤید من اللہ ہوکر پایا جانا وغیر ذلک۔ پانچویں قسم وہ اُمور جو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد برزخ یا قیامت میں ظاہر ہوئے یا ہوں گے ان کا بیان وفات کے بعد کی تین فصلوں ❶ میں آوے گا۔

(ھذا کلہ من الشمامہ بتصرف فی الالفاظ و الترتیب و بعضہ من المشکوٰۃ)

من القصیدۃ

فَهُوَ الَّذِيْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: ”(۱) پس آپ فضائلِ باطنی وظاہری میں کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں پھر خداوند تعالیٰ شانہٗ نے جو خالق تمام مخلوقات ہے آپ کو اپنا حبیب بنا لیا۔ (عطر الوردہ)....(۲) آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں اور کوئی آپ کا شریک ہو (پس جوہر حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے بلکہ مخصوص آپ ہی کے ساتھ ہے)۱۲ (عطر الوردہ)

❶ (یعنی ان تینوں فصلوں میں ایسے خصائص بھی ہیں یہ نہیں کہ سب خصائص ہی ہیں چنانچہ حیات انبیاء و تحریم جسد وصلوٰۃ فی القبر سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے ۱۲۔ منہ)

فصل پچیسویں

آپ کے ماکولات ومشروبات ومرکوبات وغیرہ میں

ان چیزوں کو آپ کی ذات بابرکات سے دو تعلق ہیں ایک تشریح کہ ان میں کیا جائز ہے کیا ناجائز اس کے متعلق روایات کو جمع کرنا اور ان سے احکام کو اخذ کرنا یہ منصب فقیہ کا ہے۔ دوسرا تعلق ان کا استعمال کرنا حاجت اور مصلحت کے لئے اس حیثیت سے یہ شعبہ سیَر کا ہے یہاں اسی اعتبار سے زاد المعاد سے مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

ماکولات ومشروبات غذاءً یا دواءً

ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن کا خود آپ سے استعمال ثابت ہے اور بعض وہ ہیں کہ ان کا وصف فرمایا ہے چنانچہ احادیث ❶ مقام سے سب بالتعیین معلوم ہو جاوے گا۔ اثمد: ❷ یعنی سرمہ سیاہ اصفہانی (حدیث) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم ''اثمد'' کو استعمال میں رکھو وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال کو جماتا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور آپ کی عادت شریفہ بھی دونوں آنکھوں میں ابن ماجہ کی روایت پر تین تین سلائی اور ترمذی کی روایت پر داہنے میں تین اور بائیں میں دو لگانے کی تھی یعنی عادت دونوں طرح تھی۔ ''اُترج'': یعنی ترنج۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مؤمن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی پاکیزہ۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

---

❶ (ان احادیث کے لغات یعنی اسماء ادویہ واغذیہ کا ترجمہ اکثر قاموس سے کیا گیا ہے ۱۲ منہ)
❷ (اس میں حروف ہجا کی ترتیب رکھی گئی ہے۔ ۱۲ منہ)

''بطیخ'' یعنی تربوز۔ آپ تربوز کو خرمائے تازہ کے ساتھ نوش فرمارہے تھے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ اس کی گرمی اس کی سردی کی دافع (اور مصلح) ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے۔ ''بلح'' یعنی خرمائے سبز یعنی خام ارشاد فرمایا آپ نے کہ خرمائے سبز خرمائے خشک سے کھایا کرو شیطان آدمی کو دونوں چیزیں کھاتے ہوئے دیکھتا ہے (متاسف ہوکر) کہتا ہے کہ یہ آدمی اب تک جیتا رہا کہ کہنہ کے ساتھ جدید پھل کو کھا رہا ہے۔ روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے بسر یعنی خرمائے نیم پختہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے یہاں مہمان ہوئے تو وہ ایک خوشہ خرما کا لائے آپ نے ارشاد فرمایا پختہ پختہ کیوں نہ چھانٹ لائے (تاکہ پورا خوشہ ضائع نہ ہوتا) انہوں نے عرض کیا کہ میرا جی چاہا کہ آپ حضرات (اپنی طبیعت کے موافق) خود پختہ اور نیم پختہ کو چھانٹ لیں (یعنی جن کو جو اچھا معلوم ہو)۔

''بصل'' یعنی پیاز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پیاز کی نسبت پوچھا انہوں نے کہا سب سے اخیر جو کھانا آپ نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور صحیحین میں آپ نے اس کے کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی پیاز یا لہسن کھاوے تو ان کو پکا کر بدبو مار دے۔

''تمر'' یعنی خرمائے خشک آپ نے اس کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ کہ جو کوئی صبح کو سات تمر کھالے اس روز اس کو جادو اور ہر ضرر اثر نہیں کرتا اور فرمایا ہے کہ جس گھر میں تمر نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے ہیں اور آپ سے کھانا بھی بکثرت ثابت ہے مسکہ سے بھی روٹی سے بھی تنہا بھی۔

''ثلج'' یعنی برف حدیث صحیح میں ہے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ کو میرے گناہوں سے دھوڈال پانی اور برف اور اولے سے۔ اھ۔ اس سے مدح برف کی نکلتی ہے۔

''ثوم'' یعنی لہسن اس کا بیان پیاز کے ساتھ گزر چکا ہے۔

''ثرید'' یعنی گوشت کے شوربے میں روٹی ٹوٹی ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسری غذاؤں پر روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (اس سے ظاہر فضیلت ثرید کی معلوم ہوئی)۔

''جبن'' یعنی پنیر سفر تبوک میں آپ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے چاقو منگایا اور بسم اللہ کہہ کر اس کا ٹکڑا کاٹا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

''حنا'' یعنی مہندی آپ کے کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا لگ جاتا تو آپ اس پر مہندی رکھ دیتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔۔۔۔۔۔۔ ''حبہ سودا'' یعنی کلونجی اس کا ''شونیز'' بھی نام آیا ہے آپ نے فرمایا ہے کلونجی کا استعمال کیا کرو کہ اس میں بجز موت کے سب بیماریوں سے شفا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

''حرف'' یعنی رائی اس کا نام حدیث میں ثفاء آیا ہے اور عام محاورہ میں ''حب الرشاد'' کہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو چیزوں میں کس قدر شفاء ہے ثفاء میں اور ایلوہ میں، روایت کیا اس کو ابوعبیدہ وغیرہ نے اور مراسل میں ابوداؤد نے۔

''حلبہ'' یعنی میتھی۔ عبدالرحمن بن القاسم سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میتھی سے شفا حاصل کرو۔

''خبز'' یعنی روٹی آپ کو شوربے میں توڑی بہت پسند تھی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور آپ نے ایک بار گیہوں کی روٹی گھی سے چپڑی ہوئی کی تمنا فرمائی چنانچہ ایک صحابی نے حاضر کیا مگر آپ نے گھی کے ظرف کو تحقیق فرمایا تو معلوم ہوا کہ سوسمار یعنی گوہ کے چمڑے کی کپی میں تھا۔ آپ نے فرمایا اٹھالو، روایت کیا اس کو بھی ابوداؤد نے۔

''خل'' یعنی سرکہ آپ نے نوش بھی فرمایا اور تعریف بھی کی کہ سرکہ خوب سالن ہے، روایت کیا اس کو مسلم نے۔

''دہن'' یعنی روغن آپ سر میں کثرت سے تیل لگاتے تھے روایت کیا اس کو

ترمذی نے شمائل میں اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ روغن زیتون کھاؤ بھی اور لگاؤ بھی، روایت کیا اس کو بھی ترمذی نے۔...... ''ذریرہ'' یعنی ایک قسم کا مرکب عطر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حج وداع میں آپ کے احرام باندھنے کے وقت (یعنی قبل) اور احرام کھولنے کے وقت (یعنی بعد) آپ کو اپنے ہاتھ سے ذریرہ کی خوشبو لگائی، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

''رطب'' یعنی خرمائے پختہ تازہ، حضرت عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو ککڑی خرمائے پختہ تازہ کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور آپ نماز کے قبل خرمائے تر سے روزہ افطار فرماتے اگر خرمائے تر نہ ہوئے تو خرمائے خشک سے یہ بھی نہ ہوئے تو پانی سے، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

''ریحان'' یعنی خوشبو دار پھول آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے سامنے ریحان پیش کیا جاوے اس کو رد نہ کرے کیونکہ اس میں بار (احسان) بھی ہلکا ہی ہے اور خوشبو پاکیزہ ہے (یعنی دوسرے کا ضرر نہیں اپنا نفع ہے) روایت کیا اس کو مسلم نے (اور اسی کے حکم میں ہر خوشبو ہے)۔

''زیت'' یعنی روغن زیتون اس کا بیان دہن میں آچکا ہے۔

''زنجبیل'' یعنی سونٹھ بادشاہِ روم نے ایک گھڑا زنجبیل سے بھرا ہوا آپ کے پاس ہدیۃً بھیجا تھا آپ نے ایک ایک ٹکڑا سب کو کھانے کو دیا، روایت کیا اس کو ابو نعیم نے کتاب طبِ نبوی میں۔...... ''سنا'' مشہور ہے آپ نے ایک صحابیہ کو سنا کا مسہل لینے کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفا دینے والی ہوتی تو وہ سنا ہوتی روایت کیا اس کو ''ترمذی'' اور ''ابن ماجہ'' نے۔

''سنوت'' (کسنور وسنور قاموس ۱۲) اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض اطباء نے ایک خاص تفسیر کو ترجیح دی ہے یعنی شہد جو گھی کے ظرف میں رکھا گیا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سنا اور سنوت کو برتا کرو کہ ان دونوں میں بجز موت کے تمام امراض سے

شفا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ان بعض اطباء نے وجہ ترجیح میں کہا ہے کہ شہد اور گھی سے سنا کی اصلاح اور اسہال کی اعانت ہوتی ہے۔

''سفر جل'' یعنی سیب وہی آپ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک سیب دے کر فرمایا کہ یہ قلب کو تقویت دیتا ہے اور طبیعت کو خوش کرتا ہے اور سینہ کی کرب کو دُور کرتا ہے روایت کیا اس کو ''نسائی'' نے۔

''سمن'' یعنی گھی خبز کے بیان میں آپ کا گھی کی تمنا فرمانا گذرا ہے۔

''سمک'' یعنی مچھلی۔ آپ نے عنبر ماہی کا گوشت صحابہ کے پاس سے لے کر نوش فرمایا۔ ''زاد المعاد'' میں سریۃ الخبط کے قصہ میں صحیحین سے نقل کیا ہے۔

''سلق'' یعنی چقندر۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ وہ نقاہت کی حالت میں تھے جَو اور چقندر سے مرکب کھانے کو موافق مزاج فرمایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی وابوداؤد نے۔...... ''شونیز'' یعنی کلونجی اس کا ذکر حبۃ السوداء میں گزر چکا۔

''شعیر'' یعنی جَو آپ کا معمول تھا کہ گھر والوں کو بخار میں آش جو بنوا کر پلاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ حزین کے قلب کو قوت دیتا ہے اور مریض کے قلب سے کرب کو دُور کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو ''ابن ماجہ'' نے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ آپ کی اکثر غذا یہی غلہ تھا۔...... ''شوی'' یعنی بُھنا ہوا گوشت آپ کا تناول فرمانا چند حدیثوں میں ہے جو ''ترمذی'' میں مذکور ہیں۔

''شحم'' یعنی چربی ایک یہودی نے آپ کی دعوت کی اور جَو کی روٹی اور چربی جس میں کچھ تغیر آ گیا تھا پیش کی۔..... ''صبر'' یعنی ایلوہ اس کا ذکر بیان حرف میں گذر چکا ہے۔

''طیب'': یعنی خوشبو آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو دنیا کی چیزوں میں سے منکوحہ بیبیاں اور خوشبو پسند ہے۔

''عسل'' یعنی شہد آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اس کو کوئی بڑی بلا نہ پہنچے گی روایت کیا اس کو ''ابن ماجہ'' نے۔

''عجوہ'' مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک خاص قسم ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''عجوہ'' جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے۔ روایت کیا اس کو امام نسائی اور ابن ماجہ نے۔

''عود ہندی'': اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسط کہلاتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوا کی چیزوں میں سب سے بہتر پچھنے لگوانا ہے اور قسط بحری روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس عود ہندی کو استعمال میں لایا کرو اس میں سات شفائیں ہیں اور دوسری قسم خوشبو میں برتی جاتی ہے آپ اس کو سلگا کر خوشبو لیتے تھے، روایت کیا اس کو مسلم نے۔..... ''قثا'' یعنی ککڑی آپ نے ککڑی کو خرمائے تازہ سے تناول فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی وغیرہ نے۔

''کماۃ'' جس کو بعضے ککرمتا اور بعضے سانپ کی چھتری کہتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ کماۃ مشابہ مَن کے ہے (جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا یعنی جیسے وہ مفت کی چیز اور کثیر المنفعت تھی ایسے ہی یہ ہے) اور اس کا عرق آنکھ کے لئے شفا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

''کباث'' یعنی پیلو کا پھل، ایک بار صحابہ جنگل میں اس کو چُن رہے تھے آپ نے فرمایا سیاہ لو وہ عمدہ ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

''لحم'' یعنی گوشت آپ نے فرمایا کہ اہل دنیا و اہل جنت کی سب غذاؤں کا سردار گوشت ہے، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور آپ دست کا گوشت پسند فرماتے تھے، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور آپ نے فرمایا کہ پشت کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور آپ نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا ہے، روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے اور گورخر کا گوشت کھانے کی صحابہ کو اجازت دی تھی۔ روایت کیا اس کو بھی بخاری و مسلم نے اور آپ نے سُکھلایا ہوا گوشت بھی کھایا ہے۔ سُنن میں روایت کیا ہے اور مرغ کا گوشت بھی آپ نے کھایا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور سُنن میں ''سرخاب'' کا گوشت کھانا آپ کا مروی ہے اور صحابہ

نے آپ کی ہمراہی میں ٹڈی کھائی ہے، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

''لبن'' یعنی دُودھ آپ نے دُودھ کی مدح بھی فرمائی ہے کہ بجز دُودھ کے اور کوئی چیز مجھ کو ایسی معلوم نہیں کہ جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو جاوے، روایت کیا گیا یہ سنن میں اور خود بھی نوش فرمایا ہے اور پھر پانی منگا کر کلی کی ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔......''ماء'' یعنی پانی بعض خاص پانیوں کی آپ نے فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ سیحان و جیحان و نیل و فرات کو انہار جنت سے فرمایا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (بعض محققین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ پانی کے جید ہونے کے تمام طرق ان میں جمع ہیں اس لئے تشبیہاً انہارِ جنت سے تشبیہ دی) اور زَم زَم کی نسبت اِرشاد فرمایا ہے کہ زمزم جس نیت سے پیا جائے اسی کے لئے ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث حسن ہے۔

''مسک'' یعنی مُشک، آپ نے فرمایا ہے کہ سب خوشبوؤں میں پاکیزہ خوشبو مُشک ہے روایت کیا اس کو مسلم نے اور آپ نے احرام کے قبل اور احرام کے بعد اس کا استعمال بھی فرمایا ہے، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

''ملح'' یعنی نمک آپ نے فرمایا کہ تمہاری نان خورش میں سردار نمک ہے، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔......''نورہ'' یعنی چونہ، آپ جب (بال صاف کرنے کے لئے) اس کا استعمال فرماتے تو اوّل پوشیدہ بدن کو لگاتے، روایت کیا ابن ماجہ نے (یعنی کبھی اس سے بھی بال دُور کر دیئے ہوں گے۔

''نبق'' یعنی بیر۔ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اُترے تو سب سے اوّل بیر کھایا تھا، روایت کیا اس کو ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں۔

''ورس'' یعنی ایک خاص قسم کی زرد گھاس جس سے کپڑے وغیرہ رَنگے جاتے ہیں آپ نے ذات الجنب میں ورس اور روغنِ زیتون کی تعریف فرمائی، روایت کیا اس کو امام ترمذی نے۔

"یقطین" یعنی کدو، آپ کا برتن میں سے تلاش کر کر کے کھانا، بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو کدو زیادہ ڈالا کرو کہ وہ قلب حزیں کو قوت دیتا ہے اور آپ کی ہیئت کھانا کھانے کے وقت دو تھیں ایک اکڑو، دوسرے دو زانو کہ بائیں قدم کا تلوا داہنے قدم کی پشت سے لگا ہوتا اور آپ تین اُنگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے کے بعد ان کو چاٹ لیتے اور پانی شیریں اور سرد پیتے، ابوالہیثم سے آپ نے باسی پانی طلب فرمایا تھا اور آپ کے لئے بیر سقیا سے شیریں پانی لایا جایا کرتا تھا اور پانی تین سانس میں پیتے تھے اور بیٹھ کر پانی پیتے اور آپ کے پاس پانی پینے کا ایک پیالہ لکڑی کا اور ایک پیالہ کانچ کا تھا۔

"ملبوسات"

آپ کا لباس چادر اور لُنگی اور کُرتا اور عمامہ ہوتا تھا اور سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے اور مخطط چادر کو بھی پسند رکھتے اور عمامہ کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے اور گاہے صرف ٹوپی یا صرف عمامہ پر بھی اکتفاء فرماتے اور شملہ کبھی ہوتا کبھی نہ ہوتا اور قبا بھی پہنا ہے اور آپ کی چادر کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ ایک بالشت اور تہبند کا طول چار ہاتھ ایک بالشت اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے اور چادر بوٹے دار اور سادہ دونوں طرح کی پہنی ہے اور سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے۔ اور شاہِ رُوم نے آپ کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سنجاف لگی تھی بھیجا تھا وہ بھی پہنا ہے اور پائجامہ آپ نے خریدا ہے اور بعض روایات میں پہننا بھی آیا ہے اور آپ کے پاس دو چادریں (زادالمعاد میں مراد اس سے سبز دھاری کا لیا ہے۔ ۱۲ منہ) سبز اور ایک کھیس سیاہ اور ایک کھیس سرخ دھاری کا اور ایک کھیس بالوں کا یعنی کمبل تھا اور کُرتہ سوت کا تھا جس کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں اور آپ نے کتان اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے تھے اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے اور تکیہ آپ کا چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور آپ کبھی بستر پر سوتے کبھی چمڑے پر کبھی چٹائی پر

کبھی زمین پر اور کبھی چار پائی پر کبھی سیاہ کمبل پر ایک بستر آپ کا چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور اوڑھنا بھی اوڑھتے تھے اور نعلین اور خفین بھی پہنتے تھے۔

مرکوبات

سات گھوڑے تھے جن کے یہ نام ہیں (۱) سکب (۲) مرتجز (۳) لحیف (۴) لزاز (۵) ظرب (۶) سبحہ (۷) ورد۔ اور پانچ خچر تھے ایک دُلدل یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا۔ دوسرا فضہ فروہ نے جو کہ قبیلہ جذام سے تھا بھیجا تھا، تیسرا ایک سفید خچر تھا جس کو حاکم ایلہ نے پیش کیا تھا اور ایک چوتھا اَور تھا جو حاکم دومۃ الجندل نے بھیجا تھا اور بعض نے پانچواں بھی کہا ہے جو نجاشی شاہِ حبشہ نے بھیجا تھا۔ اور دراز گوش تین تھے ایک عفیر جو شاہِ مصر نے بھیجا تھا، دوسرا اور تھا جو فروہ مذکور نے بھیجا تھا اور تیسرا حضرت سعد بن عبادہ نے پیش کیا تھا اور دو یا تین سانڈنیاں تھیں (۱) ایک قصوٰی، دوسری عضباء تیسری جدعاء اور بعض نے یہ دونوں نام ایک کے کہے ہیں اور پینتالیس اُونٹیاں دُودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں اس سے زائد نہ ہونے دیتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ایک بکری ذبح کر دیتے۔ (ہذا کلہ من زاد المعاد)

تنبیہ: اس فصل میں جو کچھ ذکر کیا بعض اُمور میں استمرار تھا بعض خاص حالات وخاص ازمنہ کے اعتبار سے ہیں اور زیادہ تفصیل کتب احادیث میں ہے۔

من الروض

قَضٰی وَلَمۡ یَكُ یَوۡمًا مُدۡرِكًا شِبَعًا
مِنَ الشَّعِیۡرِ وَكَانَتۡ فَرۡشُهُ الۡحُصُرُ
هٰذَا وَقَدۡ مُلِّكَ الدُّنۡیَا بِاَجۡمَعِهَا
فَرَدَّهٗ الزُّهۡدُ عَنۡهَا وَهُوَ مُقۡتَدِرُ
فَالثَّوۡبَ یَرۡقَعُهٗ وَالشَّاةَ یَحۡلِبُهَا

وَمَا رُاٰیَ لِاَخِ الْاِعْدَامِ یَحْتَقِرُ
وَالْبَیْتَ یَکْنِسُہٗ وَالنَّعْلَ یَخْصِفُھَا
وَ اِنْ دُعِیَ اَسْعَفَ الدَّاعِیْ وَلَا یَذَرُ
کَانَ الْبُرَاقُ لَہٗ وَالْخَیْلُ یَرْکَبُھَا
وَالْاِبِلُ اَیْضًا کَذَاکَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

ترجمہ: ’’آپ نے اپنی عمر پوری فرمادی اور ایک روز بھی جَو سے شکم سیری کی نوبت نہیں آئی اور آپ کا فرش بوریا تھا۔

(۲) یہ حالت اس پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ کو دنیا سے باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ مقدور رکھتے تھے۔

(۳) سو کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے اور بکری کو خود دوہ لیتے اور کسی نادار کی تحقیر کرتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔

(۴) اور گھر میں خود جھاڑو دے لیتے اور نعل کو خود گانٹھ لیتے اور اگر آپ کی دعوت کی جاتی تو داعی کی آرزو پوری فرماتے اور اعراض نہ فرماتے۔

(۵) آپ کے لئے براق بھی تھا اور گھوڑے بھی تھے جن پر آپ سوار ہوتے تھے اور اُونٹ پر بھی اسی طرح خچر اور دراز گوش پر بھی۔ ۱۲منہ)

فصل چھبیسویں

آپ کے اہل وعیال وحشم وخدم میں

(یہ تمام فصل بھی زاد المعاد سے لکھی ہے۔ ۱۲ منہ)

اَزواجِ مطہرات

سب سے اوّل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ کی عمر پچیس برس تھی اور اُن کی چالیس برس کی تھی اور بجز حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں باقی تمام اولاد آپ کی ان ہی سے ہیں اور ہجرت سے تین سال قبل ان کی وفات ہوگئی۔ پھر ان کی وفات کے تھوڑے دِنوں بعد حضرت سودہ بنت زمعہ قرشیہ سے نکاح کیا پھر تھوڑی ہی مدت بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی اور ہجرت کے پہلے سال میں جب کہ ان کی عمر نو (۹) سال کی تھی رخصت ہو کر آئیں اور آپ کی بیبیوں میں کنواری صرف ایک یہی تھیں پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر زینب بنتِ خزیمہ قیسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ دو مہینہ بعد وفات کر گئیں پھر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی وفات آپ کی سب بیبیوں کے بعد ہوئی۔

پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا یہ آپ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور بعد وفات نبوی سب بیبیوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی اور غزوہ بنی مصطلق کے زمانہ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا یہ اس غزوہ میں قید ہو

کر آئیں تھیں آزاد کئے جانے کے بعد ان سے نکاح کیا پھر حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جب کہ وہ حبشہ میں ہجرت کر کے گئی ہوئی تھیں بواسطہ وکیل ۷ ہجری میں نکاح ہوا اور نجاشی شاہِ حبشہ نے چار سو دینار ان کو آپ کی طرف سے مہر دیا (یہ ایک ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے) اور غزوہ خیبر کے زمانہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں، آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح ہوا، پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۃ القضاء کے زمانہ میں نکاح ہوا۔ یہ گیارہ ہیں جن میں سے دو سامنے وفات پا گئیں اور نو آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور بعض منکوحات و مخطوبات کا اور بھی ذکر آیا ہے مگر ان میں اقوال متفق نہیں ہیں۔

''سراری'': یعنی وہ کنیزیں جو ہم بستری کے لئے ہوں۔ حضرت ماریہ ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ریحانہ حضرت جمیلہ ایک اور جو حضرت زینب نے ہبہ کر دی تھی۔

اولاد: اوّل صاحبزادہ قاسم آپ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی سے ہے بچپن میں انتقال کر گئے پھر حضرت رُقیہ و حضرت اُم کلثوم و حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کون سی ہیں پھر عبداللہ پیدا ہوئے طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں یہ بقول صحیح بعد نبوت پیدا ہوئے ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں پھر ۸ ہجری میں حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات کر گئیں تھیں۔

''اعمام'': (۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ
(۳) ابوطالب (۴) ابولہب (۵) زبیر (۶) عبدالکعبہ (۷) حارث
(۸) مقوم بعض نے یہ دونوں نام ایک ہی کے بتلائے ہیں۔ (۹) ضرار
(۱۰) قثم (۱۱) مغیرہ (۱۲) عیداق۔

بعض نے ان دونوں کو ایک کہا ہے پس یہ بارہ ہوئے یا دس اسلام صرف دولائے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، بعض نے اور بھی اعمام لکھے ہیں۔

''عمات'': (۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہ اسلام لائیں (۲) عاتکہ (۳) اروی۔ ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے۔

(۴) برہ (۵) امیمہ (۶) اُم حکیم۔

''موالی''۔ یعنی غلام وکنیز۔ (۱) حضرت زید بن حارثہ (۲) اسلم (۳) ابورافع (۴) ثوبان (۵) ابوکبشہ (۶) سلیم۔ (۷) شقران۔ (۸) رباح۔ (۹) یسار (۱۰) مدعم۔ (۱۱) کرکرہ۔ (۱۲) انجشہ۔ (۱۳) سفینہ۔ (۱۴) انیسہ۔ (۱۵) افلح۔ (۱۶) عبیدہ۔ (۱۷) طہمان۔ (۱۸) کیسان۔ (۱۹) ذکوان۔ (۲۰) مہران۔ (۲۱) مروان۔

بعض نے یہ پانچوں ایک ہی کے نام علیٰ اختلاف الاقوال بتلائے ہیں۔

(۲۲) حنین۔ (۲۳) سندر۔ (۲۴) فضالہ

(۲۵) مابور۔ (۲۶) واقد۔ (۲۷) ابوواقد۔ (۲۸) قام۔ (۲۹) ابوعسیب (۳۰) ابومویہبہ۔ یہ سب غلاموں کے نام ہیں اور کنیزیں تھیں: (۱) سلمٰی (۲) اُمّ رافع (۳) میمونہ بنت سعد (۴) خضیرہ (۵) رضوی (۶) رشیحہ (۷) ام ضمیر (۸) میمونہ بنت ابی عسیب (۹) ماریہ (۱۰) ریحانہ۔

''خدام'': یعنی گھر کے یا خاص خاص کاروبار کرنے والے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اکثر کام ان کے متعلق تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سفر میں خچر کے ساتھ رہتے۔ اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ یہ ناقہ کے ساتھ رہتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن آمد وخرچ ان کی تحویل میں ہوتا۔ سعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ ان کے متعلق وضو واستنجا کی خدمت تھی اور ان کی والدہ

اُم ایمن۔ معیقیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس انگشتری رہتی۔

مؤذنین کل چار تھے دو مدینہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اور ایک قباء میں حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ، ایک مکہ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ۔

حارسین: یعنی جو پہرہ چوکی دیتے تھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یوم اُحد میں اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یوم خندق میں اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا مگر جب آیت ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' نازل ہوئی آپ نے پہرہ موقوف کیا۔

کاتبین: یعنی آپ کے منشی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلۃ بن ربیع اسدی رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق

یعنی جو لوگ آپ کی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ۔

شعراء وخطباء

یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے والے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ سب شاعر تھے اور مقرر حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔ (من المواہب)

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ
اِلَيْهِنَّ تُعْزٰى الْمَكْرُمَاتُ وَ تُنْسَبُ
فَعَائِشَةُ رضی اللہ عنہا مَيْمُوْنَةُ رضی اللہ عنہا وَصَفِيَّةُ رضی اللہ عنہا
وَحَفْصَةُ رضی اللہ عنہا تَتْلُوْهُنَّ هِنْدٌ رضی اللہ عنہا وَزَيْنَبُ
جُوَيْرِيَّةُ رضی اللہ عنہا مَعَ رَمْلَةَ ثُمَّ سَوْدَةُ رضی اللہ عنہا
ثَلَاثٌ وَّ سِتٌّ ذِكْرُهُنَّ مُهَذَّبُ
فَصَلّٰى عَلَيْهِ اللهُ مَا دَامَ شَارِقٌ
مِنَ الشَّرْقِ يَشْرُقُ ثُمَّ فِي الْغَرْبِ يَغْرُبُ

ترجمہ: "(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو بیبیاں چھوڑ کر وفات پائی کہ ان کی طرف اُمور شریفہ منسوب کئے جاتے ہیں۔

(۲) وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں اور صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں اور حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے بعد ہند رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔

(۳) اور جویریہ رضی اللہ عنہا ہیں اور رملہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر سودہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ کل نو ہوئیں کہ ان کا ذکر منقح ہے۔

(۴) سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت بھیجے جب تک آفتاب مشرق سے نکلے اور مغرب میں غروب ہو۔ (۱۲ منہ)

فصل ستائیسویں

اس فصل کی روایات اکثر مواہب سے اور بعض صحاح سے لی ہیں۔ (۱۲ منہ)

وفات شریف سے آپ پر اور آپ کی اُمت پر نعمت ورحمتِ الٰہیہ کے تام اور کامل ہونے میں

ہر چند کہ یہ واقعہ طبعاً وفطرتاً ایسا جاں فرسا وہوش ربا ہے کہ اس کی نظیر دوسرا واقعہ ہوا اور نہ ہو مگر آپ کی شان رحمۃ للعالمین ہونے کی ایسی مطلق ہے کہ اس واقعہ میں بھی اس کا ظہور بدرجہ اتم ہوا یعنی یہ وفات بھی اُمت کے لئے مظہر رحمتِ الٰہیہ ہوئی اور جب آپ سبب رحمت ہیں تو خود کس درجہ موردِ رحمت ہوں گے تو یہ وفات خود آپ کے لئے بھی نعمتِ عظمٰی ہوئی چنانچہ شرعاً ونصاً روایاتِ ذیل سے یہ دونوں دعوے ثابت ہیں اس لئے عقلاً بھی یہ دلائل فضائل سے ہوئی چنانچہ اسی حیثیت سے یہاں اس کا مختصراً بیان کیا جاتا ہے ورنہ خوشی میں غم کا کیا ذکر۔

پہلی روایت

طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب سورہ ''اذا جاء نصر اللہ'' نازل کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو میری موت کی خبر (اشارۃً) سنائی گئی ہے۔

تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى'' یعنی آخرت آپ کے لئے دنیا سے زیادہ بہتر (اور نافع) ہے۔

(ف) اس میں تصریح ہے کہ ملاء اعلیٰ کا سفر آپ کے لئے زیادہ نافع ہے کہ اس میں قرب بلا حجاب ہے حق تعالیٰ کا اور سرور اتم ہے اپنے مقام کی نعمتوں کے مشاہدہ کا۔

دوسری روایت

بخاری و مسلم نے حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مرض وفات میں) منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کی زیب و زینت اور اپنے پاس کی چیزوں کے درمیان میں اختیار دیا اور اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو ترجیح دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو (ہم لوگوں کی سمجھ میں بعد میں آیا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد تھے اس بندہ سے جس کو اختیار دیا گیا جس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔

(ف) اس سے بھی نصاً ثابت ہوا کہ آپ نے آخرت کے سفر کو پسند کیا اور ظاہر ہے کہ آپ کی پسند کافی دلیل ہے خیریت آخرت کی۔

تیسری روایت

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو مرض میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں اور آپ کو مرضِ وفات میں کھانسی اُٹھتی تھی۔ اور یوں فرماتے تھے "مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ" یعنی ان لوگوں کے ساتھ (رہنا چاہتا ہوں) جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالح ہیں پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے (جس پر آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا) یہ بھی دعویٰ مقصود میں نص ہے۔

چوتھی روایت

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صحت میں

فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کا دکھلا کر اختیار دے دیا جاتا ہے جب آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو اُوپر نگاہ اُٹھا کر فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں اور صحیح ابن حبان میں رفیق اعلیٰ کے بعد یہ زیادت بھی مرفوعاً وارد ہے مع جبرئیل و میکائیل واسرافیل (ف) یہ بھی مثل احادیث بالا کے مقصود میں صریح ہے۔

پانچویں روایت

عبدالرزاق نے طاؤس سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو دو اختیار دیئے گئے ایک یہ کہ دنیا میں اتنا رہوں کہ اپنی اُمت کے فتوحات کو دیکھوں دوسرے یہ کہ (آخرت کو چلنے میں) تعجیل کروں میں نے تعجیل ہی کو اختیار کیا۔ (ف) جو اُوپر ہے وہ یہاں بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے کہ وہاں تو تخییر صحابہ نے سمجھی تھی یہاں خود آپ ہی کے ارشاد سے منقول ہے۔

چھٹی روایت

بیہقی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو رُوح قبض کروں اور اگر آپ فرمائیں تو چھوڑ دوں مجھ کو حکم ہے کہ آپ کے حکم کی اطاعت کروں آپ نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبریل علیہ السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کے لقاء کا مشتاق ہے آپ نے ملک الموت کو قبض رُوح کی اجازت دی۔

بیہقی نے ان اللہ قد اشتاق الی لقاء تک کی تفسیر میں کہا ہے معناہ قد اراد لقائك بان یردك من دنیاك الی معادك زیادۃ فی قربك وکرامتك ..... (ف) اس سے بھی آخرت کے سفر کا راجح ہونا۔ ظاہر ہے کہ وہ مرتب ہے اشتیاق حق تعالیٰ پر بالمعنی اللائق بہ تعالیٰ کما ذکرہ البیہقی

پس جس طرح آپ نے سفر آخرت کو پسند فرمایا، حق تعالیٰ نے بھی آپ کے لئے اسی کو پسند فرمایا۔ (کلہ من المواھب والمشکوٰۃ)

ساتویں روایت

مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں جس میں اُم ایمن رضی اللہ عنہا آپ کو یاد کر کے رونے لگیں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا قول مروی ہے کہ تم کیوں روتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (یہاں سے) بہتر ہیں اور انہوں نے بھی تصدیق کی پھر رونے کی یہ وجہ بتلائی کہ وحی آسمان سے منقطع ہوگئی سو وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔ (ف) اس حدیث سے بھی تین صحابیوں کا اتفاق مدعائے مقام پر ثابت ہوا۔

آٹھویں روایت

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ❶ کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی اُمت پر رحمت کرنے کا اِرادہ فرماتے ہیں تو اس اُمت کے پیغمبر کو اُمت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس اُمت کے لئے بطور میر ساماں اور سلف کے آگے بھیج دیتے ہیں اور جب کسی اُمت کی ہلاکت کا اِرادہ کرتے ہیں تو پیغمبر کے زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اور وہ پیغمبر دیکھتا ہوتا ہے۔

سو اس کے ہلاک ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں چونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کی تکذیب اور نافرمانی کی تھی۔

(ف) اِس حدیث سے آپ کے سفر آخرت کا اُمت کے حق میں علامت رحمت ہونا معلوم ہوا جیسے پہلی روایات میں خود آپ کے حق میں اتم نعمت ہونا ثابت ہوا تھا۔

---

❶ (فی باب قبل باب اثبات مرض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ)

نویں روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اُس حدیث میں جس میں آپ ان لوگوں کا ثواب بیان فرمارہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مرجاتی ہے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو آپ نے فرمایا اپنی اُمت کے لئے میں آگے جاتا ہوں کیونکہ میری (وفات کی) برابر ان پر کوئی مصیبت ہی نہ ہوگی روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (ف) اس حدیث سے بھی آپ کی وفات کی ایک حکمت اُمت کے لئے معلوم ہوئی کہ اس پر صبر کرنے سے ثواب عظیم کے مستحق ہوئے۔

دسویں روایت

ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس پر کوئی مصیبت پڑے وہ میری (وفات کے واقعۂ) مصیبت کو یاد کر کے تسلی حاصل کرلے۔ (ف) اس میں ثواب کے علاوہ ایک حکمت تسلی کی معلوم ہوئی۔

گیارہویں روایت

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا اور حضور میں عرض کیا کہ آپ کے سامنے تو سجدہ کرنا اور زیادہ زیبا ہے آپ نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے مَیں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا تو بس ایسا مت کرو، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (ف) مطلب آپ کے سوال کا یہ ظاہر فرمانا تھا کہ تمہارے اقرار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسجودیت کے لئے حیات شرط ہے اور ظاہر ہے کہ حی حقیقی حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تو بس سجدہ اسی کو زیبا ہے اس حدیث سے بھی ایک حکمت وفات کی مستنبط ہوئی کہ اگر آپ ہمیشہ ظاہر میں زندہ رہتے تو عجب نہیں ہزاروں نادانوں کو شبہ اُلوہیت کا آپ پر ہو جاتا سو وفات سے حیات خاص کا زوال اور اس سے عدم

الوہیت پر استدلال ظاہر ہوگیا اور اُمت کے لئے یہ بڑی رحمت ہے۔

بارہویں روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا ارشاد ہوا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے اصحاب میرے نزدیک بمنزلہ ستاروں کے ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے روایت کیا اس کو رزین نے (ف) یہ اختلاف فروع اجتہادیہ میں وجوہ دلالت نصوص کے اختلاف سے ہے جس میں ہر شخص کا قصد اتباع دلیل شرعی کا ہے سو یہ رحمت ہے کہ اس میں اُمت کو سہولت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف موقوف ہے اجتہاد پر اور اگر حضور تشریف رکھتے ہوتے تو ہر واقعہ میں نص حاصل ہو سکتی تھی اجتہاد کا باب کیسے واسع ہوتا تو یہ سہولت مخصہ بوجود اجتہاد کہ رحمت بحق بحدیث مذکور ہے کیسے ظاہر ہوتی پس اوّل کی سات روایتوں سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ کی توجہ ملاء اعلیٰ کی نعمت ہونے کی وجوہ اور اخیر کی پانچ روایتوں سے اُمت کے حق میں اس کی رحمت ہونے کی وجوہ ثابت ہوتی ہیں لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ واقعہ کسی حیثیت سے بھی مصیبت نہیں ہے اوّل تو خود روایات بالا میں بعض حکمتیں خود مصیبت ہونے پر ہی متفرع ہیں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جو بعد انبیاء علیہم السلام کے اکمل البشر ہیں علماً بھی عملاً بھی قالاً بھی۔ اُن سے اضطراب کے اقوال و افعال صادر نہ ہوتے اور وہ تو بشر تھے ملائکہ تک سے تاسف اور بکاء ثابت ہے چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ کے اخیر وقت میں جبریل علیہ السلام نے کہا ھٰذا اٰخر موطئی من الارض یعنی یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر یعنی وحی لے کر اس کے سیاق سے تاسف ظاہر ہے اور ابو نعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رُوح قبض

ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی وا محمداہ اس سے بکاء عزرائیل کا ثابت ہے ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کی وفات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا تعزیت کے لئے اصحاب کے پاس آنا اور ان کا رونا روایت کیا ہے اگر خضر علیہ السلام پیغمبر ہوں اور اہلِ حق کے نزدیک پیغمبر ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں تو ان کا رونا ملائکہ کے رونے سے بھی زیادہ عجب ہے اور دلیل ہے اس کے مصیبت ہونے کی تیسرے روایات میں مصیبت ہونے کی وجہ کی تصریح بھی ہے چنانچہ مرفوع حدیث میں مسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے لئے سبب امن ہوں جب چلا جاؤں گا تو موعودہ بلائیں (فتن وحروب) ان پر آویں گی اور میرے اصحاب میری اُمت کے لئے سبب اُمن ہیں جب میرے اصحاب چلے جاویں گے تو موعودہ بلائیں (بدعات وشرور) اُمت پر آویں گی اور موقوف حدیث میں اُوپر ساتویں روایت میں حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کا قول کہ آسمان سے وحی منقطع ہوگئی جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو بھی رولا دیا آچکا ہے یہ تینوں اَمر اس کے مصیبت ہونے پر صریح دلیل ہیں اور ایک واقعہ کا مختلف حیثیتوں میں مختلف وصف سے موصوف ہونا کوئی اَمر غریب نہیں ہے اس تحقیق کے بعد مختصراً واقعہ بیان کیا جاتا ہے:

"آپ کا ابتداء مرض حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوا اور بعض کے نزدیک حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر اور بعض کے نزدیک ریحانہ کے گھر (یہ آپ کی کنیز تھیں) اور پیر کے دن اِبتداء ہوئی اور بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن اور کل مدت مرض بعض نے تیرہ دن کہے ہیں بعض نے چودہ بعض نے بارہ بعض نے دس میرے نزدیک اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ مرض کی بالکل ابتداء کو بعض لوگ خفیف سمجھ کر شمار نہیں کرتے بعض لوگ شمار

کرتے ہیں اب سب اقوال جمع ہو جاویں گے اور مرض دردسر سے شروع ہوا اور اس میں بخار بڑھ گیا اور آپ کو جو خیبر میں یہودیوں نے گوشت میں زہر دیا تھا اور آپ نے تھوڑا سا تناول فرمانے کے بعد جب انکشاف ہوا چھوڑ دیا تھا آپ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا ہے تو اس معنی کر حضور کو زہر سے شہادت ہوئی چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے اور بعض ضعیف روایات میں آپ کا مرض ذات الجنب آیا ہے اور بعض روایات میں خود آپ کے ارشاد سے اس کی نفی آتی ہے بعض علماء نے وجہ جمع میں یہ کہا ہے کہ ذات الجنب کا اطلاق دو مرضوں پر آتا ہے ایک جو ورم حار سے ہو دوسرا جو اضلاع کے درمیان ریح کے احتباس سے ہو اوّل کی نفی ہے دوسرے کا اثبات چنانچہ ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصرہ یعنی دردکوکھ کا دورہ ہوتا تھا اس میں شدت ہر گئی جب مرض میں شدت ہوئی۔

(۱۷) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور درمیان میں ایک وقت نہایت تکلف سے آپ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنج وغم کو سُن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سے وصایا اور نصائح ارشاد فرمائیں اور واحدی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قریب زمانہ وفات کے ہم لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع کیا اور قرب سفر کی خبر سنائی۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا فرمایا میرے گھر والے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کفن کس کپڑے میں دیں فرمایا میرے اِن ہی کپڑوں میں (آپ کا لباس رداء وازار وقمیص ہوتا تھا) اور اگر چاہو مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمانی چادر جوڑہ میں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر نماز کون پڑھے گا فرمایا جب غسل کفن سے فارغ ہو تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا اوّل ملائکہ نماز

پڑھیں گے پھر تم گروہ گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا اور اوّل اہل بیت کے مرد پڑھیں پھر ان کی عورتیں پھر تم اور لوگ ہم نے عرض کیا کہ قبر میں کون اُتارے گا آپ نے فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں گے۔

طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا اور بہت ہی ضعیف روایت ہے اور ایک روز جب کہ مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے آپ نے دولت خانہ کا پردہ اُٹھایا اور صحابہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا لوگ سمجھے کہ آپ تشریف لادیں گے اس وقت صحابہ کی بے تابی کا عجب حال تھا کہ قریب تھا کہ نماز میں کچھ پریشانی ہو جاوے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔

بس یہ تھی اخیر زیارت آپ کی حیات میں اور کچھ واقعات قرب وفات کے روایات بالا کے ضمن میں مذکور ہوئے ہیں اور وفات ❶ آپ کی شروع ربیع الاوّل سنہ دس ہجرت روز دوشنبہ کو قبل زوال یا بعد زوال آفتاب ہوئی اور بوجہ غلبۂ حیرت و وحشت کہ بعضوں کو وفات ہی کا یقین نہ ہوا بعضے ہوش میں نہ رہے بعضے احکام متعلق خاص آپ کے غسل وکفن وصلوٰۃ ودفن کے خفی رہے کیونکہ اور اموات پر تو آپ کو قیاس اس لئے نہیں کیا کہ احتمال غالب خصوصیت کا تھا چنانچہ کچھ خصوصیتیں واقع میں بھی ثابت ہوئیں اور نص اس لئے مشہور نہ تھی کہ صحابہ نے عام سوالات کی طرح اس کو تحقیق نہیں کیا اور دل بھی کیسے گوارا کرتا کہ اس کا نام بھی زبان پر لاویں گو مستقل مزاج مخصوصین ومقربین صحابہ نے ان احکام کا علم بھی حاصل کر رکھا تھا اور بعض کے متعلق عین وقت پر الہام ہوا چنانچہ آگے آتا ہے مگر تاہم عام طور پر تو ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا پھر اسلام کی آئندہ حفاظت کے انتظام کی جدا فکر تھی اور واقع میں یہ فکر سب سے مہم تھی اور وہ موقوف تھا کسی ایک شخص کو حاکم بنا کر اس پر مجتمع ومتفق ہو جانے

❶ (اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے بس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ ۱۲ منہ)

پر کچھ دیر اس میں لگی پھر نماز آپ کی لوگوں نے متفرق طور پر پڑھی کیونکہ اس میں جماعت نہ ہوئی تھی جیسا آگے آتا ہے اور اس میں دیر لگنا ظاہر ہے اور جسد مبارک کے تغیر کا احتمال نہ تھا اس لئے یہی چاہا کہ سب اس شرف نماز سے شرف یاب ہو جاویں ان مجموعی اسباب کو لازم تھا دفن میں توقف ہونا۔

چنانچہ وہ دن پیر کا اور اگلا دن منگل کا گذر کر شب چہار شنبہ کو دفن کئے گئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یوم منگل میں دفن ہوئے اور ایک تیسری روایت میں ہے کہ یوم بدھ میں دفن ہوئے مگر یہ دونوں روایتیں بھی پہلی روایت پر محمول ہیں اس طرح سے کہ عرب کے حساب میں رات شروع ہو جانے سے تاریخ بدل جاتی ہے پس اس بناء پر منگل گذرنے کے بعد کی شب کو یوم بدھ کہہ دیا اور بعض اہل عرف شروع رات کو تابع تاریخ گزشتہ کے سمجھا کرتے ہیں پس اس بناء پر شب مذکور کو یوم منگل کہہ دیا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ جیسا ہوش ربا تھا اس پر نظر کرتے ہوئے تو آپ بہت ہی جلد دفن ہوئے ورنہ مہینوں کا بھی توقف عجیب نہ تھا اور صحابہ کا ایسی حالت میں یہ استقلال بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض صحبت و تربیت تھا اور خشک مزاج خالی دماغ معترض کو اس کا کیا ذوق ہو سکتا ہے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرا نے کہ شمشیرِ بلا برسر خورند

اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ کے کپڑے مثل اموات کے اُتارے جاویں یا مع کپڑوں کے غسل دیں جب اس میں اختلاف ہوا اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا اور یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کون ہے کہ مع کپڑوں کے غسل دو پس قمیص کے اُوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اُٹھی اور پھر آپ کا

کُرتہ نچوڑ دیا گیا اور آپ کے کفن میں بہت سے اقوال ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو سب سے اصح کہا ہے کہ آپ کو تین سفید یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا کسی نے لوگوں کا قول نقل کیا کہ دو سفید کپڑے اور ایک مخطط انہوں نے کہا کہ مخطط کپڑا لایا تو گیا تھا مگر واپس کر دیا گیا اور اس میں آپ کو کفن نہیں دیا اور شیخین کی یہ بھی روایت ہے کہ وہ تینوں کپڑے سوت کے تھے (اور حنفیہ نے قمیص کو اس لئے مسنون کہا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو قمیص دیا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے جس میں نفی قمیص کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا وہ نکال لیا گیا تھا نووی نے اسی کو صواب کہا اور عقلی وجہ سے بھی اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر وہ رہتا تو تمام اُوپر کا کفن تر ہو کر خراب ہو جاتا اور ابوداؤد کی روایت کو جس میں دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی مروی ہیں یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اوّل مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی رُوح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں آپ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا، روایت کیا اس کو ترمذی نے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کا محلِ وفات ہی ہو بلکہ صرف محلِ وفات میں دفن کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگ اپنے اِرادہ سے یا کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے) اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اُتارا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دو صاحبزادے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قثم

اور فضل اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کھیس نجران کا بنا ہوا جس کو آپ اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھا دیا تھا مگر ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ پھر وہ نکال لیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف پر چھڑک دی سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر شریف کوہان کی شکل کی دیکھی اور دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَیں نے آپ کی تشریف آوری مدینہ کے دن سے زیادہ کوئی دن احسن اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ اقبح اور تاریک تر نہیں دیکھا۔ ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں اس کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی اس کی ہر چیز تاریک ہوگئی اور ہنوز دفن کر کے مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب میں ہم نے تغیر پایا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارے عقیدے یا عمل میں فرق آگیا بلکہ آپ کے قرب وصحبت ومشاہدہ کے ساتھ جو انوارِ خاص تھے وہ نہ رہے اور شیخ کامل سے قرب و بُعد میں تفاوت اب بھی مشاہد ہے) اور قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں چنانچہ دار قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من زار قبری وجبت له شفاعتی اور عبدالحق نے اپنے احکام وسطیٰ وصغریٰ میں اس کو روایت کر کے اس سے سکوت کیا اور ان کا سکوت (بوجہ اس التزام کے) دلیل ہے اس کی صحت پر اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا من جاءنی زائرًا لا تحمله حاجة الا زيارتی کان حقاً علی ان اكون شفيعًا له يوم القيمة اسکو ابن السکن نے صحیح کہا ہے اور متکلم فیہ حدیثیں اس باب میں کثیر ہیں اور تعدد طرق تقویٰ باحادیثِ صحیحہ مذکورہ سابقہ ان کے ضعف کا جابر ہو سکتا ہے یہ تو فتویٰ استدلال تھا اور ذوق اس فتویٰ کو یہ کہہ کر قوی کرتا ہے۔

عَلَیَّ بِرَبْعِ الْعَامِرِیَّةِ وَقْفَۃٌ
لِیُمْلِیْ عَلَیَّ الشَّوْقُ وَالدَّمْعُ کَاتِبٌ
وَمِنْ مَّذْھَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَھْلِھَا
وَ لِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاھِبٌ

ترجمہ:(۱) لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔

(۲) اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں ۱۲ منہ)

اور ایک حدیث میں جو وارد ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد (وہ سفر الی القبر الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہاں استثناء مفرغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور بوجہ متصل ہونے استثناء کے چونکہ اصل اس میں متصل ہے وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوگا اور جس قدر اقرب فی التجانس ہوگا وہ احق للتعیین ہوگا اور جنس قریب مساجد ثلثہ کی ظاہر ہے کہ مفہوم مسجد ہے پس تقدیر اس طرح ہوگی لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلثۃ مساجد اس صورت میں مطلقاً مشاہد و مقابر کی طرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہوگا اور نہی پر دال نہ ہوگا اور تائید اس کی ایک صریح حدیث سے ہوتی ہے جس کو مولانا مفتی صدر الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں اس طرح نقل کیا ہے۔

فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی و مسجدی ھٰذا اور معنٰی اس کے یہ ہیں کہ دوسری مساجد کی طرف جن میں کہ تضاعف ثواب کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہوگا تقول علی

الشارع ہے اس لئے منہی عنہ ہے اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں پھر زوروا القبور میں بھی اطلاق اذن ہے البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مفاسد لازم نہ آویں خوب سمجھ لو۔ (مِنَ الْمَوَاهِبِ الصَّفِيَّةِ رضی اللہ عنہا)

أَلَا يَا رَسُوْلَ اللهِ كُنْتَ رَجَاءَ نَا
وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِيَا
وَكُنْتَ رَحِيْمًا هَادِيًا وَمُعَلِّمًا
لِيَبْكِ عَلَيْكَ الْيَوْمَ مَنْ كَانَ بَاكِيَا
فِدًى لِرَسُوْلِ اللهِ أُمِّيْ وَ خَالَتِيْ
وَ عَمِّيْ وَ خَالِيْ ثُمَّ نَفْسِيْ وَمَالِيَا
فَلَوْ اَنَّ رَبَّ النَّاسِ اَبْقٰى نَبِيَّنَا
سَعِدْنَا وَلٰكِنْ اَمْرُهٗ كَانَ مَاضِيَا
عَلَيْكَ مِنَ اللهِ السَّلَامُ تَحِيَّةً
وَاُدْخِلْتَ جَنّٰتٍ مِّنَ الْعَدْنِ رَاضِيَا

ترجمہ: (۱) یارسول اللہ! آپ ہمارے اُمید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔ (۲) اور آپ رحیم اور ہادی اور تعلیم فرمانے والے تھے جس کو رونا ہو آج آپ پر روئے۔ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں پھر میری جان اور مال۔ (۴) سو اگر پروردگار عالم ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔

(۵) آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت ہو اور آپ جنات عدن میں راضی ہو کر داخل کئے جاویں امنہ۔

فصل اٹھائیسویں

آپ کے عالمِ برزخ میں تشریف رکھنے کے متعلق بعض احوال وفضائل میں

پہلی روایت

ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ (کذافی المواہب)

دوسری روایت

مشکوٰۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ اَنبیاء کے جسد کو کھا سکے پس اللہ کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے (ف) پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر اَنبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے اور

تیسری روایت

بیہقی وغیرہ نے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (کذافی المواہب)..... (ف) یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس

حیات سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت اَنس رضی اللہ عنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو مَیں خود سُن لیتا ہوں۔

اور جو شخص دُور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچائی جاتی ہے یعنی بذریعہ فرشتوں کے جیسا مشکوٰۃ ہی میں نسائی اور دارمی سے بہ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کا ارشاد مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائکہ زمین میں سیاحت کرنے والے مقرر ہیں کہ میری اُمت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔''

چوتھی روایت

مشکوٰۃ میں نبیہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب الاحبار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح کے اور اُترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) زمین قبر کی شق ہو گی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے روایت کیا اس کو ''دارمی'' نے (ف) اس سے آپ کا شرف عظیم برزخ میں ظاہر ہے۔

پانچویں روایت

مشکوٰۃ میں ابوداؤد و بیہقی سے بہ روایت ابو ہریرہ ارشادِ نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری رُوح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ مَیں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ف) اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے

کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری رُوح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزولِ وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اس کو ردِ روح سے تعبیر فرمادیا۔ (کذا فی اللمعات)

تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرامِ ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں (۱) اعمال اُمت کا ملاحظہ فرمانا (۲) نماز پڑھنا (۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دُور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً ثابت ہیں۔

اور احیاناً بعض خواص اُمت سے یقظہ میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالتِ رویاء و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیونکہ برزخ میں رُوح کو پھر خصوصاً رُوحِ مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے مگر اس وسعت سے اُمورِ غیر ثابتہ بالدلیل الصحیح یعنی منفیہ یا مسکوت عنہا کو ثابت یا ثابتہ احیاناً کو ثابت بالدوام ماننا جائز نہیں ہوگا خوب سمجھ لیا جاوے۔

من الروض

تَاللّٰهِ اُقْسِمُ مَا وَافَاكَ مُنْكَسِرٌ
اِلَّا وَ اَصْبَحَ مِنْهُ الْكَسْرُ يَنْجَبِرُ
وَلَا احْتَمٰى بِحِمَاكَ الْمُحْتَمِيْ فَزَعًا
اِلَّا وَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَهٗ خَطَرُ
وَلَا اَتَاكَ فَقِيْرُ الْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ
اِلَّا وَفَاضَ مِنَ الْاِثْرِ لَهٗ نَهَرُ
وَلَا اَتَاكَ امْرُءٌ مِّنْ ذَنْبِهٖ رَجِلٌ

اِلَّا وَ عَادَ بِعَفْوٍ وَهُوَ مُغْتَفِرُ

وَلَا دَعَاكَ لَهِيْفٌ عِنْدَ نَازِلَةٍ

اِلَّا وَ لَبَّاهُ مِنْكَ الْعَوْنُ وَالْيُسُرُ

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: "(۱) مَیں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شکستہ حال (دعا کے لئے عرض کرنے کو) نہیں پہنچا مگر کہ اس کی شکستگی کی اصلاح ہوگئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دُعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)

(۲) اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ کے دربار میں پناہ لی مگر کہ امن و امان کے ساتھ واپس ہوا اس حالت سے کہ اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی (جیسا ناکام جانے میں ہوتی)۔

(۳) اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال اُمیدوار (دُعا کے لئے عرض کرنے کو) حاضر ہوا مگر کہ اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے نہر (تکمیل حوائج کی) جاری ہوگئی اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دُعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا۔

(۴) اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف) پر کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈرتا ہوا دُعائے مغفرت کے لئے عرض کرنے کو آیا مگر کہ وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سُن کر دُعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

(۵) اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہو کر دعا کے لئے) پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو جواب دیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سُن کر دُعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔ ۱۲ منہ۔

❁❁❁

فصل اُنتیسویں

آپ کے ان بعض فضائل مختصہ میں جو میدانِ قیامت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سردار ہوں گا اولادِ آدم کا (یعنی کل آدمیوں کا) قیامت کے روز اور مَیں ان سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہوگی یعنی سب سے اوّل مَیں قبر سے اُٹھوں گا) اور سب (شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اوّل میری شفاعت قبول کی جاوے گی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور شیخین کی ایک حدیث میں جو قیامت میں صعقہ سے سب سے اوّل موسیٰ علیہ السلام کا ہوش میں آنا آیا ہے سو یہ وہ صعقہ نہیں ہے جس کے بعد بعث ہوگا کہ اس میں حضور سب سے مقدم ہیں بلکہ بعد بعث کے ایک صعقۂ فزع ہوگا جیسا کہ آپ کا فا کون اوّل من یفیق فرمانا اس کا قرینہ ہے سو اس میں موسیٰ علیہ السلام مقدم ہوں گے جس میں احتمال یہ ہے کہ وہ کسی عارض سے ہو جس کی طرف خود اس حدیث میں بھی اشارہ ہے فلا ادری احوسب بصعقة الطور الخ یعنی طور پر بے ہوش ہو جانے کے عوض میں شاید اس وقت بے ہوش نہ ہوئے ہوں یا پہلے ہوش میں آ گئے ہوں جیسا عنقریب (یعنی اسی فصل کی ساتویں روایت میں ۱۲ منہ) ابراہیم علیہ السلام کے تقدم فی اللباس کی وجہ اسی کی نظیر آتی ہے۔

دوسری روایت

حضرت اُنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَیں سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز زیادہ ہوں گے اور مَیں سب سے اوّل دروازہ بہشت کا کھٹکھٹاؤں گا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تیسری روایت

مواہب میں ابن زنجویہ سے بروایت کثیر بن مرہ حضرمی روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَیں (قیامت کے روز) براق پر ہوں گا اور تمام انبیاء میں سے اس روز مَیں اس کے ساتھ مختص ہوں گا۔

چوتھی روایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جس میں خصائص کا ذکر ہے یہ جملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا مروی ہے کہ مجھ کو شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے (جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہوگی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

پانچویں روایت

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منجملہ خصائص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میرے ہاتھ میں (قیامت کے روز) لواء الحمد ہوگا اور مَیں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے بنی آدم ہیں آدم بھی اور ان کے سوا اَور بھی وہ سب میرے پاس لواء کے نیچے ہوں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

چھٹی روایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا جب لوگ مبعوث ہوں گے۔ اور میں ان کا پیشرو ہوں گا جب حق تعالیٰ کی پیشی میں آویں گے اور میں ان کی طرف سے (شفاعت کے لئے) بات چیت کروں گا جب وہ خاموش ہوں گے۔

اور ان سب میں مجھ سے شفاعت کے لئے درخواست کی جاوے گی جب وہ (مؤقف میں حساب سے) محبوس کئے جاویں گے اور میں ان کا بشارت دینے والا ہوں گا جب وہ نا اُمید ہو جاویں گے اور کرامت (اور ہر خیر) کی کُنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم (میرے اکرام وخدمت کے لئے) میرے پاس آمد ورفت کریں گے اور ایسے حسین ہوں گے) گویا کہ وہ بیضے ہیں (جو (غبار وغیرہ سے) محفوظ ہوں یا موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوں، روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔ (ف) اور فصل سابق کی چوتھی روایت میں قبر شریف سے نکلنے کے وقت ستر ہزار فرشتوں کا آپ کے جلو میں ہونا مذکور ہو چکا ہے۔

ساتویں روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد انشقاق ارض کی حالت کی نسبت) فرمایا کہ مجھ کو جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑہ پہنایا جاوے گا پھر میں عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا کہ کوئی شخص خلائق میں سے بجز میرے اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا روایت کیا اس کو ترمذی نے (ف) لمعات میں ہے کہ غالباً یہ مقام محمود ہے اور ایک تفسیر مقام محمود کی ابن مسعود ومجاہد سے آپ کا عرش پر بٹھلایا جانا اور ایک تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرسی پر بٹھلایا جانا مواہب میں مع مالہ وما علیہ وارد ہے اور ابن مسعود کی حدیث میں جس کو دارمی نے روایت کیا ہے جو یہ آیا ہے کہ مجھ کو ابراہیم علیہ السلام کے بعد لباس پہنایا جاوے گا تو خود اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبر سے نکلنے کے وقت نہیں ہے بلکہ میدانِ قیامت کا

ذکر ہے چنانچہ اس میں ہے و یجاء بکم حفاۃ پس تطبیق اس طرح ہوئی کہ ایک لباس تو قبر سے نکلنے کے قبل پہنایا جاوے گا۔

اس میں حضور مقدم ہیں اور ایک لباس قبر سے نکلنے کے بعد پہنایا جاوے گا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مقدم ہوں گے جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کو بقول مؤرخین نمرود نے آگ میں زائد زائد کپڑے اُتار کر ڈالا تھا یہ اس کا صلہ ہو بہر حال انشقاق ارض کے بعد لباس عطا ہونے میں حضور ہی مقدم ٹھہرے۔

آٹھویں روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جاوے گا سو سب رسولوں سے پہلے میں اپنی اُمت کو لے کر گذروں گا (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

نویں روایت

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور وہ سب اس کا فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر لوگ زیادہ آتے ہیں اور مجھ کو اُمید ہے کہ میرے حوض پر لوگ بہت آویں گے (کیونکہ میری اُمت زیادہ ہوگی) روایت کیا اس کو ترمذی نے (ف) اس سے آپ کے حوض کا اوروں کے حوض سے پُر رونق زیادہ ہونا ثابت ہوا اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

دسویں روایت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اذن بالشفاعت کے متعلق) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد و ثناء کے القاء فرمائیں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے) (ف) یہ علمی فضیلت آپ کی اس روز ظاہر

ہوگی کہ ذات وصفات کے متعلق ایسے وسیع معلومات کے ساتھ آپ خاص ہوں گے
یہ سب حدیثیں بجز تیسری روایت کے مشکوٰۃ میں ہیں۔

من القصیدۃ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
دَعَا اِلَى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ
مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ
فَضْلًا وَّ اِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ
يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ
وَ لَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِيْ
اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ
يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ
لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا
تَأْتِيْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقَسَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: (۱) وہی ہے ایسا محبوب اللہ تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی اُمید کی جاتی ہے ہر ہول کے لئے ہولہائے روز قیامت جس میں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی (بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعۂ شفاعت بنے گی)۔۔۔۔ (۳) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ فضل وکرم وازروئے عہد میری دستگیری آخرت میں یاد نہ فرمائیں گے تو تو کہہ افسوس میری لغزش قدم پر (کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے)

(۴) اے بزرگ ترین مخلوقات بوقت نزول حادثہ عظیم وعام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں (صرف آپ ہی کا بھروسہ ہے)

(۵) اور ہرگز تنگ نہ ہوگا عرصۂ قدر ومنزلت آپ کا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ سبب شفاعت میری کے اس وقت کہ خداوند کریم بہ صفت منتقم جلوہ فرما ہوگا۔

(۶) اے میرے نفس اس گناہ کے سبب جو بڑا ہے عفو سے ناامید مت ہو کیونکہ بے شک گناہان کبیرہ درباب بخشش مثل صغیرہ ہیں۔

(۷) اُمید ہے کہ میرے پروردگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت بقدر گناہاں حصہ میں آوے گی۔ ۱۲ (عطر الوردہ)

فصل تیسویں

آپ کے ان بعض فضائل مختصہ میں جو جنت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت

مشکوٰۃ میں حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے روز جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کُھلواؤں گا خازنِ جنت پوچھے گا کہ کون ہیں مَیں کہوں گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں وہ کہے گا کہ آپ ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ کے قبل کسی کے لئے نہ کھولوں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

دوسری روایت

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوثر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطا فرمائی ہے وہ دُودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور بخاری کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے دونوں کناروں پر مجوف موتی ہیں اس میں برتن (پانی پینے کے) اس قدر پڑے ہیں جتنے ستارے اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ہے کہ وہ وسط جنت میں ہوگی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل

ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگ ریزے موتی اور یاقوت ہیں۔

اور احمد اور ابن ماجہ و ترمذی کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عمق ستر ہزار فرسخ ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور ترمذی کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس میں پرندے ہیں جیسے اُونٹوں کی گردنیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔

(ف) یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدانِ قیامت میں ہوگا اور بخاری کی روایت کے موافق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا اور مسلم کی روایت کے موافق دو پرنالوں سے کہ ایک چاندی کا اور ایک سونے کا ہوگا جنت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا مجموعہ روایت شیخین سے ان پرنالوں سے اسی نہر کا پانی جانا ثابت ہے اور ان سب روایات کے مجموعہ سے چند صفات فاضلہ اس نہر کی اور خاص ہونا اس کا حضور کے ساتھ یہ سب واضح ہے۔

تیسری روایت

مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہا کرے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کی دُعا کیا کرو اور وہ وسیلہ

جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگانِ خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ بندہ مَیں ہی ہوں گا سو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دُعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واقع ہوگی۔

اور مسند احمد میں ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ارشاد نبوی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں (ف) قواعد سے یہ اُمر متعین تھا کہ حضور ہی اس کے مستحق ہیں کیونکہ جب آپ کا افضل الخلق ہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ افضل درجات آپ ہی کے لئے ہیں مگر اس ارشاد فرمانے کے وقت تک جزئیاً تصریح نہ ہوئی ہوگی جو ایسا ارشاد فرمایا۔

چوتھی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق ازواج اور خادم ہیں روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور ایسی بات چونکہ رائے سے نہیں کہی جاسکتی اس لئے یہ موقوف حکماً مرفوع ہے۔

پانچویں روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول دیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرمادیں گے اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

(ف) یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی کہ آپ کی اُمت کے لوگ سب اُمم سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چھٹی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بجز انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے اور پچھلے میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہوں گے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔..... (ف) آپ کی اُمت میں سے دو بزرگوں کا تمام اُمم اوّلین وآخرین کے کُہول (ادھیڑ) میں سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت مختصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی۔

ساتویں روایت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس شب سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آ کر سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تمام اہلِ جنت کی بیبیوں میں سردار ہوں گی اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ تمام اہلِ جنت کے جوانوں میں سردار ہوں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (ف) آپ کے خاندان میں سے ان حضرات کا جنت میں جوانوں اور عورتوں کا سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے کہ جنت میں ظاہر ہوگی اور باوجود یہ کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے سن کہولت پایا ہے مگر ان کو جوان سنِ شیخوخت کے مقابلہ میں کہا گیا اور چونکہ ان کی عمر حضرات شیخین سے کم [1] ہوئی اس لئے شیخین کو کہول اور حسنین کو شاب کہا گیا یہ تین روایتیں اخیر کی اور ایک اوّل کی مشکوٰۃ سے نقل کی گئیں باقی سب مواہب سے ہیں۔

---

[1] (کیونکہ شیخین رضی اللہ عنہما کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال کی ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر پینتالیس (۴۵) سے کچھ زائد اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پچپن (۵۵) سے کچھ زائد ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرات شیخین وفات کے وقت کہول تھے ان کے مجموعہ وفاتین کے وقت یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہم شاب تھے بس لفظ شاب اپنے معنی پر رہے گا۔ ۱۲ منہ)

مِنَ الْقَصِیْدَہ

فُحْزْتَ کُلَّ فَخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَکٍ
وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمٍ
وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا اُوْلِیْتَ مِنْ رُتَبٍ
وَعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُوْتِیْتَ مِنْ نِّعَمٍ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

ترجمہ:(۱) پس آپ نے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے جمع کرلی اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنے والا نہ تھا بڑھ گئے یعنی آپ کو وہ بلند ترین مراتب اشل فضائل مختصہ مذکورہ مقام جنت کے نصیب ہوئے جو اور انبیاء کو حاصل نہیں ہوئے۔

(۲) اور بہت بڑی ہے قدر ان مراتب کی جو آپ کو عطا کئے گئے اور فہم ادراک ان نعمتوں کا جو آپ کو منجانب خداوند تعالیٰ عطا کی گئیں دشوار تر ہے۔ ۱۲(عطرالوردہ)

فصل اِکتیسویں

آپ کے افضل المخلوقات ہونے میں

اس کی تصریح اس لئے ضروری ہوئی کہ فصول سابقہ میں اکثر واقعات سے نفسِ فضیلت ثابت ہے اور وہ مستلزم نہیں افضلیت کو اور بدون اس کے اعتقاد کے نفسِ فضائل کا اعتقاد کافی نہیں اور گو یہ مسئلہ ایسا اجماعی اور مسلمات ضروریہ سے ہے جس پر استدلال ہی کی حاجت نہیں مگر تبرکاً کچھ روایات لکھی جاتی ہیں۔

اوّل روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اوّلین و آخرین میں زیادہ مکرم ہوں روایت کیا اس کو ترمذی و دارمی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

دوسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا جبریل علیہ السلام نے فرمایا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جو ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ (شرم سے) پسینہ پسینہ ہوگیا۔ (کذا فی سنن الترمذی)

تیسری روایت

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ (شب معراج میں) بیت المقدس میں تشریف لائے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء آپ کے ہمراہ (مقتدی ہو کر جیسا کہ مسلم میں ابن مسعود کی روایت میں حضور کا ارشاد ہے فامتہم) نماز پڑھنے لگے اور ابو سعید کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی فرشتے بھی مقتدی تھے) پھر انبیاء علیہم السلام کی اَرواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثناء کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے جب حضور کے خطبہ کی نوبت آئی جس میں آپ نے اپنا رحمۃ للعالمین ہونا اور مبعوث الیٰ کافۃ الناس ہونا اور اپنی اُمت کا خیر الامم واُمۃ وسط ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بھی بیان فرمایا اس کو سُن کر ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء علیہم السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ بھٰذا فضلکم محمدٌ یعنی ان ہی فضائل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے بڑھ گئے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بزار اور حاکم نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کذا فی المواھب)

چوتھی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر بھی فضیلت دی اور آسمان والوں (یعنی فرشتوں) پر بھی (اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا) روایت کیا اس کو دارمی نے (کذا فی المشکوٰۃ)

پانچویں روایت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگا

تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت وجلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو اُن سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین اور شمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی اُمت اس میں داخل نہ ہو جاویں (پھر اُمت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھ کو اس اُمت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا اس اُمت کا نبی اسی میں سے ہوگا عرض کیا کہ تو مجھ کو ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کردوں گا روایت کیا اس کو حلیہ میں (کذا فی الرحمۃ المھداۃ) مجموعہ ان روایات سے آپ کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے خود آپ کے ارشاد سے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور اِمامت انبیاء وملائکہ وختم نبوت وخیریت اُمت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے اور اس فصل کے قبل کی دو فصلوں میں اور بالکل شروع کتاب کی دو فصلوں میں بھی متعدد روایتوں سے یہ اَمر کالتصریح ثابت ہے۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ
فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ

حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَ اَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: (۱) آپ اسم با مسمٰی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سردار دنیا وآخرت وجن وانس کے اور ہر دو فریق عرب وعجم کے ہیں۔

(۲) اور آپ کی ذاتِ بابرکات کی طرف جو خوبیاں (باستثنائے مرتبۂ اُلوہیت) تو چاہے منسوب کردے وہ سب قابل تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کر وہ سب صحیح ہوں گی۔

(۳) کیونکہ حضرت رسالت پناہ کے فضل کی کچھ حد ونہایت نہیں ہے کہ کوئی گویا ان کو بذریعہ اپنی زبان کے ظاہر وبیان کر سکے۔

(۴) پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان وملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔ ۱۲۔ (عطر الوردہ)

فصل بتیسویں

ان بعض آیات کی مختصر تحقیق میں جن کے ظاہر الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے (جن میں سے کچھ رسالہ ہذا میں وارد کئے گئے ہیں) معارضہ کا نعوذ باللہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے اور اسی نمونہ سے بقیہ نصوص کی تحقیق بھی سمجھ میں آسکتی ہے

اوّل: قال الله تعالٰی وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی یہاں ضلال کے وہ معنٰی نہیں جو اُردو محاورہ میں مستعمل ہیں کیونکہ ہر زبان کا لغت اور اس کا محاورہ جدا ہے سو عربی میں اس کے معنٰی مطلق ناواقفی کے ہیں اور وہ اپنی دونوں قسم کو عام ہے ایک وہ جو احکام آنے کے قبل ہو اور ایک وہ جو احکام کے معارضہ میں ہو دوسرا مذموم ہے اور اوّل مذموم نہیں کیونکہ نبوت کے بعد جو علوم وحی سے معلوم ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ قبل نبوت وہ معلوم نہیں ہوتے تو بس یہ آیت ایسی ہوئی جیسے ارشاد ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

دوم:۔ قال اللہ تعالٰی وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ یہاں بھی وزر کے معنی گناہ کے نہیں جیسا کہ "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" سے شبہ ہو سکتا ہے بلکہ لغت عربی میں وزر کے معنٰی مطلق بوجھ کے ہیں خواہ گناہ کا بوجھ ہو جس سے انبیا علیہم السلام معصوم ہیں۔ لقولہ تعالٰی لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ اور خواہ کسی غیبی فیض کا بوجھ ہو اور یہاں یہی ہے کہ اوّل اوّل آپ پر وحی کا بہت ثقل ہوتا تھا جیسا احادیث صحیحہ میں ہے کہ اوّل اوّل آپ کو جاڑہ چڑھ گیا پھر وہ قوت استعداد کے

سب سہل ہو گیا ''اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ'' اس کا بیّن قرینہ ہے۔

سوم:۔ قال اللہ تعالیٰ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔یہاں بھی ذنب سے مراد معنٰی متعارف نہیں بلکہ وہ اجتہادات ہیں جو نصوص سے منسوخ کر دیئے گئے کہ نصوص کے بعد ان پر عمل کرنا درست نہیں چونکہ ذات فعل کی نہیں بدلی باعتبار ذات کے اس کو ذنب فرمایا گو اس وقت اس میں وصف ذنب کا نہ تھا یعنی ایسی چیز کہ بعض احوال میں ذنب ہو سکتا ہے گو اس وقت ذنب نہیں معاف فرماتے ہیں اور آپ کی شدت خشیت کے سبب تسلیہ کے لئے یہ عنوان اختیار فرمایا ورنہ خطائے اجتہادی پر تو اَجر موعود ہے اور یہی معنٰی ہیں وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کے۔

چہارم:۔ قال اللہ تعالیٰ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۔ اس اَمر و نہی کا مبنی بھی خلاف کا وقوع یا احتمال نہیں بلکہ معنٰی یہ ہیں کہ جس طرح اب تک تقویٰ و عدم اطاعت عصاۃ کا صدور ہوتا رہا آئندہ بھی ایسا ہی رہنا چاہئے اور مقصود اس سے مایوس کرنا ہے کفار کو جو اپنے بعض خیالات کی طرف آپ کو بلاتے تھے تو ان کے سنانے کو یہ ارشاد فرمایا کہ وہ سمجھ لیں کہ آپ چونکہ وحی کے خلاف کبھی نہیں کرتے اس لئے ہرگز ہماری موافقت نہ فرماویں گے۔

جیسا اِرشاد ہوا ہے: ''وَمَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ''۔

پنجم:۔ قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ یہاں بھی احتمال شک لازم نہیں آتا بلکہ اس سے مقصود زیادت توثیق کلام ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی ایسے شخص سے خطاب کرتے وقت جو تم کو یقینا سچا سمجھتا ہے کلام کو مؤکد کرنے اور مخاطب کو زیادہ یقین دلانے کے لئے کہا کرتے ہو کہ اگر تم کو شبہ ہو تو محلہ والوں سے پوچھ لو مطلب یہ کہ گو تم کو حاجت نہ ہوگی مگر ہم اپنی طرف سے اس کے لئے آمادہ ہیں اور تم کو اجازت دیتے ہیں کیونکہ اپنی راست بیانی پر کامل اطمینان ہے۔

ششم:۔ قال اللہ تعالیٰ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ سباق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کے مخاطب ہی نہیں کیونکہ اُوپر ارشاد ہے: ''وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ'' جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون سب انبیاء پر وحی کیا گیا ہے اور مضامین وحی میں بعض سے خود نبی کو خطاب مقصود ہوتا ہے اور بعض سے اُمت کو پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ سب انبیاء پر یہ مضمون بغرض تبلیغ وحی کیا گیا ہے کہ اپنی اُمت کو یہ خطاب سناویں: ''لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ'' اور اگر آپ ہی مخاطب ہوں تو یہ خطاب بطور فرض کے ہے جس سے مقصود مبالغہ ہے ذمِ شرک میں جس طرح کہا کرتے ہیں کہ اوروں کی تو کیا حقیقت ہے اگر میرا بیٹا ہی میری مخالفت کرے تو اس کو نہ چھوڑوں گو وہ بیٹا ایسا مطیع ہو کہ اس پر کسی کو اصلاً شبہ مخالفت کا نہ ہو۔

ہفتم:۔ قال اللہ تعالیٰ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ۔ اس سے بھی بعد نزول وحی کے شک لازم نہیں آتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بات قرآن کے ذریعہ سے بتلائی گئی ہے چونکہ وحی کے قبل معلوم نہ تھی اور معلوم نہ ہونے سے اُس میں تردّد تھا کہ یوں ہے یا یوں ہے اب بعد وحی کے شک نہ کیجئے۔

اور یہ شبہ بھی نہ کیا جاوے کہ کیا اس صورت میں احتمال شک کا تھا یہ بھی لازم نہیں آتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے محاورات میں اثنائے کلام میں یہ کہتے جاتے ہیں کہ یقین مانو یہ بات اس طرح ہے کبھی قسم کھانے لگتے ہیں گو مخاطب کتنا ہی معتقد صدق متکلم کا ہو مگر مقصود توثیق کلام کی ہوتی ہے۔

ہشتم:۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ اس سے بھی مضمون شرطیہ سابقہ سے بے خبر ہونا لازم نہیں آتا کہ صفت قدرت سے بے خبر ہونا انبیاء پر محال ہے بلکہ معنٰی یہ ہیں کہ لو شآء سے بقاعدہ عربیۃ معلوم ہو گیا کہ کفار معہودین کی ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت متعلق

ہونے والی نہیں ہے'' کما قال تعالیٰ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ '' اور یہ اَمر اس ارشاد سے پہلے معلوم نہ تھا بس مطلب یہ ہوا کہ اب بے علم نہ رہئے یقین کر لیجئے اور اگر یہ شبہ ہو کہ کیا اب بھی احتمال بے علمی کا تھا تو جواب اس کا آیت ہفتم کے ذیل میں گذر چکا۔

نہم:۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ اس سے بھی وہ تسلط لازم نہیں آتا جس کی نفی اس آیت میں ہے: ''اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ '' یعنی جس پر معصیت یا عزم معصیت مرتب ہو جاوے بلکہ صرف تحریک ثابت ہوتی ہے گو تحرک نہ ہو سو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شیطان الانس کسی نبی کو بُری رائے دے اسی طرح شیطان الجن کا رائے دینا بھی محال نہیں مگر اس پر عمل ہونا محتمل نہیں۔

دہم:۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى الخ۔ یہاں دو مصلحتیں متعارض تھیں ایک تبلیغ اُصول کا تبلیغ فروع پر مقدم ہونا اس کا مقتضا تھا کافر کے خطاب کا مقدم کرنا خطاب مسلم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد ظاہر سے اُس وقت یہی سمجھا دوسری مصلحت نفع متیقن کا مقدم ہونا نفع موہوم پر اس کا مقتضا تھا۔

طالب مسلم کے خطاب کا مقدم کرنا خطاب کافر جاحد پر اور اس کا سمجھنا موقوف تھا اجتہاد غائر پر حق تعالیٰ کا مقصود یہی ہے کہ آپ کی شانِ عظیم کے شایاں اس وقت اجتہاد غائر سے کام لینا تھا یہ تو جواب ہے شبہ ناشی عن المعنون کا اور اگر عنوان سے کہ بصورت عتاب ہے شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ علاقۂ محبت میں بعض اوقات عتاب زیادہ لذیذ اور دال علی المحبت والخصوصیت ہوتا ہے تکلف آداب سے وفی المثل السائر اذا جاءت الالفۃ۔ رفعت الکلفۃ۔ ولنعم ما قیل ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعل شکر خارا

چنانچہ در منثور میں مروی ہے کہ اس کے بعد جب وہ صحابی حاضر ہوتے آپ فرماتے "مرحبًا بمن عاتبنی فیه ربی" جس سے بوئے التذاذ آتی ہے۔

"وهذا امر من لم يذقه لم يدر"

اور احقر کی تفسیر میں ان آیات کی اور ان کی امثال آیات کا تفسیر دیکھ لینا اور زیادہ مقنع و مفید ہوسکتا ہے اور ان تقریرات سے جو اُصول معلوم ہوں گے ان سے ایسی احادیث بھی حل ہوجاویں گی یہ محض نمونہ کے طور پر لکھ دیا ہے۔

مِنَ الْقَصِيْدَة

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَ الْعُقُوْلُ بِهٖ
حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ
اَعْيَ الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ
كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ م بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّ تَكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: "(۱) آپ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہوجاویں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لئے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران و سرگردان یا مبتلائے وہم نہ ہوئے (چنانچہ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہر الفاظ سے واقع ہوسکتے تھے قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کردیئے گئے)۔

(۲) آپ کے کمالات ظاہری و باطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا ہے اشخاص قریب المنزلۃ یعنی خواص میں یا بعید المنزلۃ یعنی عوام میں درباب دریافت کمالات حضرت کے مگر عاجز و ساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں (اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب ظاہر نظر میں بعضے شبہات پڑ سکتے ہیں جن کے حل کرنے کے لئے قواعد شرعیہ کافی ہیں۔)

(۳) آپ کا حال عدم ادراک کیفیت سے کمالات ظاہریہ و باطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دُور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور ناظر بہ سبب نہایت بُعد کے اس کی واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بینندہ عاجز و درماندہ ذخیرہ ہو جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی اسی لئے بعض اُمور میں گونہ حیرت ہو جاتی ہے جیسا کہ اُوپر کے شعر کی شرح میں معلوم ہوا۔ (عطر الوردہ)

فصل تینتیسویں

آپ کے بعض لوازم عبدیت کے بیان میں جو کہ آپ کے مراتب علیا سے ہے

جاننا چاہئے کہ آپ کے تمام کمالات کا دارو مدار وصف پر ہے عبدیت و رسالت جن پر جابجا آیات واحادیث میں تنصیص کی گئی ہے اور نماز میں جو تشہد تعلیم کیا گیا ہے اس میں بھی دونوں کو جمع فرمادیا گیا ہے اور جیسا کمالات رسالت سے نعوذ باللہ آپ کی تنقیص کر کے دوسرے بشر پر آپ کو قیاس کرنا کفر یا بدعت ہے جس کے رد کے لئے اس سے اُوپر کی فصل منعقد کی گئی ہے اسی طرح کمالات عبدیت سے آپ کو متجاوز قرار دے کر الٰہ حق کے خواص سے متصف جاننا یا کسی اَمرِ منفی منتفی فی النص کو ثبت ماننا بھی شرک یا معصیت ہے یہ فصل اس کی اصلاح کے لئے لکھی جاتی ہے نمونہ کے لئے چند روایات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اتنا مت بڑھا دو جیسا نصاریٰ نے (حضرت) عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کو بڑھا دیا (کہ خواصِ اُلوہیت کو ان کے لئے ثابت کرنے لگے) مَیں تو اللہ کا بندہ ہوں (مجھ میں اُلوہیت کی کوئی بات نہیں) سو تم (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو (اُلوہیت کو ثابت مت کرو) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

دوسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ مَیں نے جو کھانا (زہرآلود) خیبر میں (کچھ) کھالیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف (کچھ نہ کچھ) پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگِ قلب کٹ گئی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)۔

تیسری روایت

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو (اس کے اثر سے) یہ خیال ہوجاتا کہ مَیں فلاں (دنیوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کرچکا ہوں حالانکہ اس کو کیا نہ ہوتا۔ (الحدیث)

چوتھی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (درباره سہو فی الصلوٰۃ کے) فرمایا کہ مَیں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو مَیں بھی بھولتا ہوں سو مَیں جب بھول جاؤں مجھ کو یاد دِلا دیا کرو (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)۔

پانچویں روایت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کا حوضِ کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے) فرمایا کہ مَیں کہوں گا کہ یہ تو میرے منتسبین (یعنی مؤمنین) میں سے ہیں (فرشتوں کی طرف سے) جواب ملے گا کہ آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا (دین میں) اختراع کیا تھا۔ مَیں کہوں گا دُور دُور ایسا شخص جس نے میرے بعد (دین میں) تغیر تبدیل کیا ہو (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے) درمیان کی روایت خود بخاری سے ہے باقی سب مشکوٰۃ سے۔ ان روایات سے آپ کا سم اور سحر اور مرض سے متاثر

ہونا اور نسیان وذہول کا طاری ہونا اور اخیر کی روایت سے بعض واقعات قبل قیامت کا بھی آپ کی اخیر عمر تک آپ سے مخفی وغائب رہنا یا غائب ہو جانا جس میں تاویل بالذات وبالعرض کی بھی نہیں چل سکتی اور جس سے نصوص نفی علم محیط الی یوم القیامہ کے زمانہ قبل عطاء علم مذکور پر محمول ہو سکنے کا شبہ بھی قطع ہوتا ہے ثابت ہوتا ہے۔

اور روایت اخیرہ پر عرض اعمال اُمت کی روایت کے تعارض کا شبہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں نہ تو یہ نص ہے کہ یہ اعمال قلب کو بھی شامل ہے نہ یہ نص ہے کہ تمام اعمال ظاہری کو شامل ہے ممکن ہے کہ دقائق مفاسد عقائد اور اعمال کے پیش نہ کئے جاتے ہوں اور بعد فرض عرض عام کے نہ یہ نص ہے کہ بعد عرض کے وہ سب جزئی جزئی کر کے یاد رہتے ہوں ورنہ قیامت کے روز معرفت اُمت کے لئے غرہ اور تحجیل کی علامت مقرر ہونے کی کیا حاجت تھی کیونکہ پیش اعمال معروضہ میں وضو ونماز اور اُمتی ہونا سب کچھ داخل ہے اور ان سب اُمور پر مطلع اور ان کی یاد ہوتے ہوئے وہی اطلاع اور یاد کافی ہے خوب سمجھ لو غرض موجبہ کلیہ کہ یعلم صلی اللہ علیہ وسلم کل حادث مطلقاً یا الٰی یوم القیامہ مرتفع ہو گیا اس طرح بے شمار روایات اور آیات میں یہ اُمور بھی اور دوسرے لوازم بشریہ بھی مثل جوع وعطش اور بعض اوقات رضاء وغضب ورائے کے مبانی کا واقع کے مطابق نہ ہونا وارد ہیں اور پہلی روایت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا حد شرعی سے تجاوز کرنے سے مصرح ہے غرض نہ مثبت کی نفی کی اجازت ہے اور نہ منفی کے اثبات کی اجازت۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيَ الظَّلَامَ اِلٰى
اَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمِ

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهٗ وَ طَوٰی
تَحْتَ الْحِجَارَةِ کَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ
دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمِ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ترجمہ: ''(۱) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا بہ سبب چھوڑ دینے افعال مسنونہ اس نفس مقدسہ کے جس نے شب ہائے تاریک کو زندہ رکھا بہ سبب مشغولی عبادات مالک کائنات کے یعنی ان میں خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک مرض ورم میں مبتلا ہو گئے (جس سے دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی شب بیداری عبادت میں اور ورم قدم مبارک)

(۲) اور جنہوں نے بباعث گرسنگی کے اپنے سارے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو اور ضعف مانع قیام روزہ ونماز وغیرہ نہ ہو (اس سے بھی دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی ایک گرسنگی دوسرے قناعت کہ عبادت ہے کیونکہ آپ نے باوجود اختیار دیئے جانے کے اسی حالت کو پسند فرمایا)

(۳) اس دعوے کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے اے مخاطب غافل تو چھوڑ دے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کرو بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا تیرا جی چاہے حکم جازم اور قطعی دعویٰ کر اور ان پر خوب مستحکم اور اُستوار رہ (یعنی نہ عبدیت کی نفی کرو اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو۔

(عطر الوردہ)

فصل چونتیسویں

آپ کی شفقت میں اُمت کے ساتھ

فصول سابقہ میں تو آپ کے ذاتی جمال وکمال کا بیان تھا۔اب یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ آپ کو اپنے غلاموں کے ساتھ اور غلام بھی وہ جنہوں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی کیا تعلق تھا۔

پہلی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے (کذا فی الشمائل للترمذی) اور ابو عبید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لوگوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ کون سی آیت تھی؟ فرمایا: یہ آیت تھی ''اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ'' (کذا فی حاشیہ عصام)

(ف) اس میں اپنی اُمت کے لئے دُعا فرمائی جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔

دوسری روایت

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دُعا کی سو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے کہ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا آپ نے دُعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت سے دے

کر ظالم کو بخش دیں سو اس شام کو یہ دُعا منظور نہیں ہوئی۔

جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دُعا کی سو منظور ہو گئی سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع نہیں معلوم ہوتا سو کس سبب سے آپ ہنستے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول کر لی اور میری اُمت کی مغفرت فرما دی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا مچانے لگا سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں اس کے قریب روایت کیا (کذا فی المشکوٰۃ) (ف) لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں جن کے ایفاء کا قصد مصمم ہے مگر ایفاء سے عاجز ہو گیا۔ حق تعالیٰ خصماء کو قیامت میں راضی فرماویں گے۔

تیسری روایت

لمعات میں آپ کے طائف تشریف لے جانے کے قصہ میں جب کہ وہاں کے کفار نے آپ کو ایذاء شدید پہنچائی روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتہ کو لے کر نازل ہوئے تا کہ آپ سے اجازت لے کر ان کفار کو ہلاک کر دے آپ نے اس فرشتہ سے فرمایا نہیں مجھ کو اُمید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا توحید کے ساتھ ذکر کریں۔

چوتھی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال

کہ کاش مجھ کو دیکھ لے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (کذافی المشکوۃ)

(ف) یعنی اگر اس سے کہا جاوے کہ اگر سب اہل و مال سے دست بردار ہو تو زیارت میسر ہو جاوے تو وہ اس پر دل و جان سے راضی ہوگا۔

پانچویں روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے سو جس کسی مومن مرد یا مومن عورت پر میں (غصہ میں) بد دعا کردوں تو آپ اس بد دعا کو اس شخص کے لئے زکیہ اور تطہیر کردیجئے۔ روایت کیا اس کو احمد نے (کذافی الرحمۃ المہداۃ)

چھٹی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ہنوز نہیں آئے الحدیث۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (کذافی المشکوۃ)

(ف) چونکہ دوست کے ساتھ محبت کی ابتداء صحبت ہی سے ہوتی ہے اور بھائی سے محبت ہونا مقید نہیں رویت و صحبت کے ساتھ پس صحابہ کو دوست اور بعد میں آنے والوں کو بھائی فرمانا باعتبار وقوع حالت محبت کے ہے کہ ان کی محبت کا وقوع رویت سے ہوا اور بعد والوں کی محبت کا وقوع بے دیکھے ہوا اور اس سے صحابہ پر غیر صحابہ کی فضیلت محبت میں لازم نہیں آتی کیونکہ یقیناً صحابہ کی ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے۔

ساتویں روایت

ابی جمعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یا رسول اللہ کوئی ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوں گے کہ مجھ پر ایمان لاویں گے اور مجھ کو دیکھا بھی نہ ہوگا، روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے (ف) یہ بہتر ہونا خاص عارض کی وجہ سے ہے کسی مرتبہ حقیقیہ کی وجہ سے نہیں پھر اس بہتری میں بھی صحابہ کو دخل ہے کیونکہ ہم کو ایمان کی دولت صحابہ ہی کی بدولت نصیب ہوئی کہ انھوں نے دین کی لسانی سنانی ہر طرح کی خدمت کی پس ہماری تفضیل ان پر لازم نہیں آتی۔

(ف) ان روایات میں بعض سے تمام اُمت اجابت پر کہ مؤمنین ہیں اور بعض سے تمام اُمت دعوت پر کہ ان میں کفار بھی داخل ہیں اور بعض سے بعد میں آنے والوں پر شفقت تامہ اور بعض سے ان کے بعد میں آنے والوں کی مدح اور ان کے محب نبی ہونے کی تصدیق جیسے چوتھی روایت میں اور بعض سے مدح کے ساتھ ان کے محبوب نبی ہونے کی تحقیق جیسے چھٹی ساتویں روایت میں مذکور ہے کہ مدح و محبوبیت و محبوبیت کا اظہار بھی ناشی محبت سے ہوا ہے اور قیامت میں جو شفاعت اور دعا و التجا اُمت کے لئے ہوگی اس کی حدیثیں مشہور اور بعضی اکیسویں تیسویں فصل میں مذکور ہیں اور ان کے علاوہ اس مدعا پر بے شمار روایات و واقعات شاہد ہیں اس فصل کے ایراد سے جو غرض ہے وہ فصل آئندہ کی تمہید میں بیان کی جاوے گی۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃ

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَایَۃِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْهَدِمِ
لَمَّا دَعَی اللّٰهُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ
اِنْ اٰتِ ذَنْۢبًا فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ

مِنَ النَّبِیِّ وَلَا حَبْلِیْ بِمُنْصَرِمِ
حَاشَاهُ اَنْ یُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَهٗ
اَوْ یَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَیْرُ مُحْتَرَمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ترجمہ: (۱) اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بے شک ہمارے لئے عنایات خاصہ باری تعالیٰ سے ایسا ستون محکم عنایت ہوا ہے جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ الی یوم القیامہ ثابت و قائم رہے گا یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی مثل اور ادیان کے منسوخ نہ ہوگا۔

(۲) جب کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو جو ہم کو طاعت خداوندی کی طرف بلانے والے ہیں افضل و اکرم رسل اللہ کہہ کر پکارا تو ہم اس ذریعہ سے سب اُمتوں سے افضل ہوئے کیونکہ رسول کا افضل ہونا اُمت کی افضلیت کا واقعی سبب ہے۔

(۳) اگر مَیں گناہ کر رہا ہوں یا کیا ہے تو میرا ذمہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری اُمید کی رَسی کٹنے والی یعنی میں بہ سبب ارتکاب جرائم حضرت کی شفاعت سے نا اُمید نہیں ہوں۔

(۴) خداوند تعالیٰ شانہٗ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منزہ کر دیا ہے اس عیب سے کہ آپ کا اُمیدوار آپ کے مکارم و عطایا سے محروم کیا جاوے اور بھی اس خلل سے پاک کر دیا ہے کہ آپ کا مدد چاہنے والا آپ کی درگاہ سے غیر موقر و غیر محترم ناکام واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب و محترم ہوتا ہے۔ ۱۲ (عطر الوردہ)

فصل پینتیسویں

آپ کے حقوق میں جو اُمت کے ذمہ ہیں جن میں اُم الحقوق محبت ومتابعت فی الاصول والفروع ہے

جاننا چاہئے کہ کسی سے محبت ہونا اور اس محبت کا مقتضا متابعت ہونا تین سبب سے ہوتا ہے۔ (۱) ایک کمال محبوب کا جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے شجاع سے محبت ہوتی ہے اور (۲) دوسرا جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔ (۳) تیسرا نوال یعنی عطاء واحسان جیسے اپنے منعم ومربی سے محبت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف علی سبیل الکمال مجتمع ہیں۔ وصف اوّل سے یہ تمام رسالہ مشحون ہے۔ دوسرا وصف فصل اکیسویں میں مخزون ہے اور چونتیسویں فصل لانے سے مقصود خاص تیسرے وصف کا مضمون ہے جب تینوں وصف جو علت محبت ہیں آپ میں جمع ہیں تو خود اس کا طبعی مقتضا ہے کہ آپ کے ساتھ اُمت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونا چاہئے اگر نص شرعی بھی نہ ہوتی اور جب کہ نصوص شرعیہ بھی اس کے ایجاب میں موجود ہیں تو داعی عقل وطبعی کے ساتھ داعی شرع بھی مل کر آپ کے وجوب محبت کو مؤکد کرتا ہے اور در حقیقت اعظم غایت اس رسالہ کی اسی اُمر کی طرف اہلِ ایمان کو متوجہ کرنا ہے اور یقینی اُمر ہے کہ ان اسباب ودواعی کے ہوتے ہوئے محبت سے اتباع کا انفکاک عادۃً محال ہے جس درجہ کی محبت ہوگی اُسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علیٰ سبیل الکمال واجب ہے پس متابعت بھی علیٰ سبیل الکمال واجب ہوگی اور اس

میں گو کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا محض تجدید استحضار کے لئے مختصر طور پر تنبیہ کر دی گئی اور اسی کی تقویت کے لئے چند روایات بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

(ف) یعنی اگر میری مرضیات اور دوسروں کی مرضیات میں تزاحم ہو تو جس کو ترجیح دی جاوے اسی کے محبوب تر ہونے کی یہ علامت ہوگی۔

دوسری روایت

امام بخاری نے ایمان و نذور میں عبداللہ بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو میں محبوب نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی۔ (کذا فی المواہب) (ف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوّل محبت بلا اسباب کو محبت بالاسباب سے اقویٰ سمجھ کر نفس کو مستثنیٰ کیا پھر آپ کے اس ارشاد سے کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب رکھنا ضرور ہے یہ سمجھ گئے کہ اقویٰ ہونے کا مدار کوئی ایسا

اُمر ہے کہ اس کے اعتبار سے کوئی چیز نفس سے بھی زیادہ محبوب ہو سکتی ہے مثلاً یہ کہ آپ کی خوشی کو نفس کی خوشی پر طبعاً مقدم وراجح پایا سو اس حقیقت کے انکشاف کے بعد آپ کی احبیت من النفس کا مشاہدہ کیا اور خبر دی اور مواہب کے مقصد سالع میں دوسرے صحابہ کی بھی حکایتیں محبت کی عجیب وغریب ذکر کی ہیں۔

تیسری روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا روایت کیا اس کو بخاری نے (کذافی المشکوٰۃ) (ف) صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ اباء مخصوص بہ کفر نہیں ہے ورنہ اس میں کون سا خفا تھا پس آپ کے اتباع نہ کرنے کو اباء سے تعبیر فرمایا گیا اس سے متابعت کا وجوب ثابت ہوا۔

چوتھی روایت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا روایت کیا اس کو ترمذی نے (کذافی المشکوٰۃ) (ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت آپ کی محبت کی آپ کی سنت کی محبت ہے اور آپ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاح جنت ہے اور جنت کے ساتھ حضور کی معیت کا بھی موجب ہے۔

پانچویں روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ نے حکم سزا کا دیا ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (ف) اس حدیث سے چند اُمور ثابت ہوئے ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ ورسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی دوسرے تنبیہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی تو کوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے سزائے جہنم سے بچالے گی۔ البتہ بُعد بعید من الرحمۃ سے بچا سکتی ہے جیسا کہ نہی عن اللعنت سے معلوم ہوا پس جو سزا آخرت کی اس ملعونیت پر مرتب ہے یعنی خلود اس سے یہ محبت بچالے گی بعد سزا کے مغفرت ہو جاوے گی۔ تیسرے فضیلت محبت کی جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے تفاوت مراتب محبت کا کہ باوجود ایک عصیان کے اثبات محبت کا حکم فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ متابعت کامل نہ ہونے سے گو کمال محبت کا حکم نہ ہوگا مگر نفس متابعت سے کہ ادنیٰ درجہ اس کا کفر سے نکلنا ہے کوئی درجہ محبت کا ثابت کہا جاوے گا۔ پانچویں مؤمن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنا چاہئے اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ ورسول کی محبت کی کہ اس کا ایک شمہ بھی گو مقرون بالمعاصی ہو مانع عن اللعنت ہے تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیسا مؤثر ہوگا ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند　　صاف گر باشد ندانم چوں کند

يَا سَائِرًا نَحْوَا لْحِمٰی بِاللهِ قِفْ فِیْ بَانِهٖ

وَاقْرَأْ طَوَامِيْرَ الْجَوٰی مِنِّیْ عَلٰی سُكَّانِهٖ

اِنْ يَّسْئَلُوْا عَنْ حَالَتِیْ فِی السُّقْمِ مُنْذُ فَقَدْ تُّهُمْ

فَالْقَلْبُ فِیْ خَفَقَانِهٖ وَالرَّأْسُ فِیْ دَوَرَانِهٖ

اِنْ فَتَّشُوْا عَنْ دَمْعِ عَيْنِیْ بَعْدَهُمْ قُلْ حَاكِيًا

كَالْغَيْثِ فِيْ تَهْتَانِهٖ وَالْبَحْرِ فِيْ هَيْجَانِهٖ
لٰكِنَّهٗ مَعَ مَا جَرٰى مَشْغُوْفُ حُبِّ الْمُصْطَفٰى
فَخَيَالُهٗ فِيْ قَلْبِهٖ وَحَدِيْثُهٗ بِلِسَانِهٖ
وَلَطَالَمَا يَدْعُوْمُلِحًّا فِي الدُّعَاءِ مُبَالِغًا
لِيَطُوْفَ فِيْ بُسْتَانِهٖ وَ يَشُمَّ مِنْ رَيْحَانِهٖ
يَا مَنْ تَفَوَّقَ اَمْرُهٗ فَوْقَ الْخَلَائِقِ فِي الْعُلَا
حَتّٰى لَقَدْ اَثْنٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ فِيْ قُرْاٰنِهٖ
صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ اٰخِرَ دَهْرِهٖ مُتَفَضِّلًا
مُتَرَحِّمًا وَحَبَالَكَ الْمَوْعُوْدَ مِنْ اِحْسَانِهٖ

ترجمہ: "(۱) اے جانے والے بجانب گیاہ زار کے اللہ کیلئے اس کے باغ درخت باں میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے دفاترِ غم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

(۲) اگر وہ میری حالت بیماری کے بارے میں دریافت کریں جب سے مَیں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے۔

(۳) اگر وہ میرے اشک چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو تُو بطور حکایت کے کہنا کہ مثل ابر کے ہے اس کے برسے میں اور مثل بحر کے ہے اس کے جوش میں۔

(۴) لیکن وہ محب باوجود اس تمام تر ماجرا کے فریفتہ ہے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

(۵) اور بہت زمانہ طویل سے دُعا کر رہا ہے اور دُعا میں الحاح اور مبالغہ کر رہا ہے تا کہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو سونگھے۔

(۶) اے وہ ذات پاک جن کا رُتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثناء فرمائی۔

(۷) اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرمائے زمانہ کے اخیر تک تفضّل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرمادے۔ ۱۲ منہ۔

چھتیسویں فصل

آپ کی توقیر واحترام وادب کے وجوب میں

یہ بھی فصل سابق کے ساتھ ملحق ہے کہ یہ بھی منجملہ آپ ﷺ کے حقوق عظمت کے ہیں۔ اس بات میں چند آیات وروایات کا نقل کرنا کافی ہے۔

آیت اوّل:۔ "سورۂ توبہ" میں ہے:

"مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ"

آیت دوم:۔ "سورۂ نور" میں ارشاد ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔"

آیت سوم:۔ "سورۂ احزاب" میں ارشاد ہے:

"وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ م بَعْدِهِ أَبَدًا ۔ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ

وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ○ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا''

آیت چہارم: ''سورۂ فتح'' میں ارشاد ہے:

''اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا''

آیت پنجم: ''سورۂ حجرات'' میں ارشاد ہے:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ '' اِلٰی قوله تعالٰی '' وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''۔

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ (۱) مدینہ کے رہنے والوں کو جو دیہاتی ان کے گردو پیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔

(۲) بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں اور آپ اس پر اجازت نہ دے دیں مجلس سے اُٹھ کر نہیں جاتے۔ اے پیغمبر جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ اہلِ ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لئے مناسب سمجھ کر اجازت

دینا چاہیں اجازت دے دیا کریں اور اجازت دے کر بھی آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو جب وہ کسی ضرورت اسلامیہ کے لئے تم کو جمع کریں ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آ کر کبھی جب تک چاہا بیٹھا۔ جب چاہا اُٹھ کر بے اجازت لئے چل دیا۔

(۳) اور (حرمت ایذاء نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ) تم کو (کسی اَمر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دِل میں اِرادہ کرنا سب گناہ ہے سو) اگر تم اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس کے اِرادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اُوپر حجاب کا حکم دیا ہے اس سے بعضے مستثنیٰ بھی ہیں جس کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے سامنے ہونے کے بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے یعنی جس کے بیٹا ہو اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنے دینی شریک عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور اے پیغمبر کی بیبیو (ان احکام مذکورہ کے امتثال میں) اللہ سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پاوے) بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے (یعنی اس سے کوئی اَمر مخفی نہیں پس خلاف میں احتمال سزا کا ہے) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تا کہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) بے شک جو لوگ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قصداً ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۴) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اعمال اُمت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لئے بشارت دینے والا اور کافروں کے لئے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے اور اے مسلمانو ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو موصوف بالکمالات منزہ عن النقائص سمجھو اور عملاً بھی کہ اطاعت کرو) اور صبح شام اس کی تسبیح وتقدیس میں لگے رہو۔

(۵) اے ایمان والو! اللہ ورسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو (یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا نہ ہو گفتگو مت کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو جب کہ آپ کے سامنے بات کرنا ہو گو باہم ہی مخاطبت ہو اور نہ برابر کی آواز سے جب کہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (اس کا مطلب یہ ہے کہ رفع صوت کہ صورۃً بے باکی ہے اور جہر کجہر مابینہم کہ گستاخی ہے طبعاً بوجہ اس کے کہ تابع قالاً وحالاً مدعی التزام ادب متبوع ہوتا ہے۔

اور اس میں اس التزام کا ترک ہے ناگوار اور موجب تاذی ہو سکتا ہے اور تاذی رسول کی موجب حبط عمل ہے اور گو اور معاصی موجب حبط نہیں ہوتے لیکن یہ اس عام میں سے مخصوص ہے البتہ بعض اوقات جب کہ طبیعت زیادہ منبسط ہو یہ اُمور ناگوار نہیں ہوتے اس وقت بوجہ عدم تحقق ایذاء یہ اُمور موجب حبط نہیں ہوتے مگر چونکہ

تاذی سامع کا تحقق بعض اوقات متکلم کو معلوم نہیں ہوتا۔

اور اس بنا پر ممکن ہے کہ تاذی ہو جاوے اور اس سے حبط بھی ہو جاوے اور متکلم اس گمان میں رہے کہ تاذی نہیں ہوئی پس حبط کی بھی خبر نہ ہو۔

لاتشعرون کے یہی معنٰی ہیں اور اسی وجہ سے مطلق رفع صوت و جہر بالقول کو منہی عنہ ٹھہرایا کہ گو اس کے بعض افراد موجب تاذی نہ ہوں گے لیکن اس کی تعیین کیسے ہوگی لہٰذا مطلقاً تمام افراد کو ترک کر دینا چاہیے۔

یہ تو ترہیب تھی رفع صوت پر آگے ترغیب ہے خفض (صوت کی کہ) بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے (یعنی ان کے قلوب میں غیر تقویٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ متقی کامل ہیں۔

مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب خاص میں وہ کمال تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں کیونکہ کمال تقویٰ یہ ہے حسب حدیث مرفوع ترمذی ''لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس بہ حذرًا لما بہ بأس'' اور رفع صوت کی ایک فرد فی نفسہ غیر ذی باس ہے جس میں تاذی نہ ہو اور ایک فرد ذی باس ہے جس میں تاذی ہو جب انہوں نے مطلقاً رفع صوت کو ترک کر دیا تو ذی باس کے حذر سے غیر ذی باس ترک کر دیا پس کمال تقویٰ متحقق ہو گیا اور فی نفسہ کی قید اس لئے لگائی کہ بعد نہی کے پھر تو دونوں فردیں ذی باس ہیں آگے ان کے عمل کا ثمرہ اخروی مذکور ہے کہ) ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے ورنہ آپ کا ادب کرتے اور ایسی جرأت نہ کرتے اور اگر یہ لوگ ذرا صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جاوے کیونکہ) اللہ غفور رحیم ہے۔

روایتِ اوّل

سنن ابو داؤد ''کتاب الحدود'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ایک اُم ولد تھی جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ہودہ حکایت کہا کرتی اور گستاخی کیا کرتی وہ نابینا منع کرتا وہ باز نہ آتی وہ اس کو ڈانٹا مگر وہ نہ مانتی۔ایک شب اسی طرح اس نے کچھ بکنا شروع کیا نابینا نے ایک چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھ کر بوجھ دے دیا اور اس کو ہلاک کر ڈالا صبح کو اس کی تحقیقات ہوئی اس نابینا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا اقرار کیا اور تمام قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا سب گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے (یعنی قصاص وغیرہ نہ لیا جاوے گا)۔ (ف) ان صحابی کا جوش محبت و ادب کس قدر ثابت ہوتا ہے اور اس سے حنفیہ کے اس مسئلہ پر شبہ نہیں ہوسکتا کہ سبِّ نبی موجبِ نقض عہد نہیں ہے کیونکہ عدم نقض عہد سے عدم جواز قتل لازم نہیں آتا یہ قتل سیاسۃً وزجراً ہے کہ اعلانیہ ایسے کلمات کا کہنا کہ اس کافر کے مذہب میں بھی داخل نہیں پھر بار بار کہنا جو دلیل ہے تمرد و استخفاف اسلام کی بلاشبہ موجب زجر بالقتل ہے۔

دوسری روایت

امام بخاری نے ''کتاب الشروط'' میں قصہ حدیبیہ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ بن مسعود رئیسِ مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے مکہ واپس جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر صحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں واللہ جب کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے۔

اور وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن کو مل لیتا ہے اور جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے

ہیں تو وہ آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کے لئے گویا اب لڑ پڑیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور وہ لوگ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں۔ (الحدیث)

(ف) اس سے جو کچھ آداب صحابہ کے ثابت ہوتے ہیں ظاہر ہے۔

تیسری روایت

مشکوٰۃ میں یہ روایت امام احمد براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا (کچھ دیر ہوگئی) آپ بیٹھ گئے اور ہم آپ کے گرداگرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے (یعنی نہایت سکون وسکوت کے ساتھ)۔

(ف) صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور کی خدمت میں اسی طرح بیٹھنے کا معمول تھا اس سے غایت ادب ظاہر ہے اور بے شمار روایات اس باب میں وارد ہیں علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ آداب بعد حیات بھی باقی ہیں چنانچہ مواہب میں ہے کہ جب آپ کی صوت پر صوت کا بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی آراء واہواء کے آپ کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو اور جب آپ کی مجلس سے بلا اذن جانا جائز نہیں تو آپ کی تفاصیل دین سے دوسری طرف جانا کیسے جائز ہوگا؟

اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح حضور کے سامنے رفع صوت جائز نہ تھا اسی طرح آپ کے کلام کے درس اور احکام کی نقل کے وقت بھی رفع صوت حاضرین و سامعین کے لئے خلاف ادب ہے اور اسی طرح محل جسد شریف کے قریب بھی مواہب میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ امیر المؤمنین ابوجعفر نے امام مالک سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین تم کو کیا ہوا اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد بھی

وہی ہے جو حالت حیات میں تھا سو ایوجہ فرذ ب گیا۔

اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے دو شخص اہل طائف کو فرمایا تھا کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کرتے ہو روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ باب المساجد) پس آپ کے نام کی قرب مقام کی کلام کی احکام کی سب کی تعظیم واجب ہے اور منجملہ اسی تعظیم احکام کے یہ ہے کہ تعظیم ظاہری میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو یعنی مثلاً کسی اور نبی کی یا حضرت حق تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہونے لگے چنانچہ چوتھی پانچویں روایت سے ظاہر ہے۔

چوتھی روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی اور مسلمان کے جھگڑے کے قصہ میں روایت ہے کہ مسلمان نے اپنی قسم میں کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا یہودی نے کہا کہ قسم اُس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا مسلمان نے اس وقت ہاتھ اُٹھا کر ایک طمانچہ یہودی کے منہ پر مارا، یہودی نے جا کر حضور میں عرض کیا:

آپ نے مسلمان سے تحقیق فرمایا اس نے یہ قصہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر (ایسی) فضیلت مت دو (جس میں ان کی بے ادبی کا شائبہ ہو جیسا کہ تفاضل میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جانے سے اس کا شبہ واقع ہو سکتا ہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (کذا فی المشکوٰۃ)

پانچویں روایت

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں آ گئیں اور بال بچے بھوکے مرنے لگے اور اَموال تباہ ہونے لگے اور مواشی ہلاک ہونے لگے (یعنی قحط کے سبب) سو آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دُعا کیجئے سو ہم آپ کو اللہ کے

نزدیک شفیع لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے نزدیک شفیع لاتے ہیں سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کلمہ سے نہایت مضطرب ہوئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اس قدر مکرر سہ کرر تسبیح فرمائی کہ اس کا اثر صحابہ کے چہروں میں دیکھا گیا پھر فرمایا کہ کم بختی مارے خدا تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت زیادہ عظیم ہے۔ الحدیث۔ روایت کیا اس کو ابوداؤ دنے (کذا فی المشکوٰۃ)

(ف) گو شفیع گاہے عظیم بھی ہوتا ہے جیسا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے درباره مغیث کے فرمایا کہ مَیں حکم نہیں کرتا شفاعت کرتا ہوں لیکن لوازم شفاعت سے یہ بھی ہے کہ شفیع اس حاجت کے پورا کرنے سے خود عاجز اور جس سے سفارش کرتا ہے اس کا محتاج ہوتا ہے اور عجز و احتیاج کا احتمال بھی اللہ تعالیٰ کی ذات میں محال ہے پس چونکہ اس عنوان میں اگرچہ تعظیم نبوی اعلیٰ درجہ کی ہے مگر بوجہ سوءِ ادب کے حضرت حق کی شان میں آپ پر کس قدر گراں گذرا اور کس اہتمام سے آپ نے اس سے روکا۔

مِنَ الْقَصِيْدَة

اَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ
كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِيْ هِمَمِ
كَاَنَّهُ وَهُوَ فَرْدٌ فِيْ جَلَالَتِهٖ
فِيْ عَسْكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَ فِيْ حَشَمِ
كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ
مِنْ مَّعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ترجمہ: ''(۱) کیا عمدہ ہے سرشت وصورت حضرت کی جس کو آپ کے خلق عظیم نے زینت دی ہے ایسے حال میں کہ وہ سرتا پا جامۂ حسن میں لپٹی ہوئی ہے اور تازہ روئی اور کشادہ پیشانی سے متصف ونشان مند ہے۔

(۲) ذات عالی صفات لطافت ونظافت میں مثل شگوفہ کے ہے اور مثل ماہ چہاردہم کے علو وبزرگی میں اور مانند سمندر کے عموم فیض ونفع رسانی خلائق میں اور مانند زمانہ کے ہمتوں میں۔

(۳) آپ کی یہ شان ہے کہ اگر آپ تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت بوجہ اپنی جلالت وعظمت کے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ ایک بڑے حشم وخدم میں ہیں۔ ۱۲ منہ۔

(۴) گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور اب تک باہر آ کر دستمال نہیں ہوا اپنی چمک اور دَمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو اُن دو کانوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام بلاغت انتظام اور دوسری دولب شریف و دندانِ درخشاں خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ہنوز صدف سے نہیں نکلا وہ کمال صفائی وچمک میں آپ کے کلام اور دنداں سے مشابہ ہے گو ان کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا (ان سب اوصاف سے آپ کا معظم صورۃً ومعنیً ہونا ثابت ہے اور یہ مقتضی ہے کمال محترم وواجب التوقیر ہونے کو) ۱۲۔ (عطر الوردہ)

سینتیسویں فصل

آپ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت میں

یہ بھی فصلین سابقین کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ آپ کے حقوق و آداب کے ہے۔اس باب میں بھی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت

حضرت اُنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دَس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس سے دَس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دَس درجے بلند ہوتے ہیں روایت کیا اس کو امام نسائی نے۔

دوسری روایت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تیسری روایت

نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

چوتھی روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (ف) اس حدیث سے محققین نے کہا کہ آپ کا نام مبارک سُن کر اوّل بار درود پڑھنا واجب ہے پھر مکرر اسی مجلس میں اگر ذکر ہو تو مستحب ہے۔

پانچویں روایت

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں سو (یہ بتلا دیجئے کہ) کس قدر درود معمول رکھوں (مطلب یہ کہ بقیہ اوراد سے درود کی کیا نسبت رکھوں) آپ نے فرمایا جس قدر چاہو مَیں نے عرض کیا کہ ایک ربع (یعنی مثلاً کل وقت وظیفہ کا تین گھنٹہ ہوں تو پون گھنٹہ درود کے لئے رکھوں) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر بڑھا لو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے مَیں نے عرض کیا کہ نصف (مثلاً مثال مذکور میں ڈیڑھ گھنٹا) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور بڑھا لو تو تمہارے لئے اَور بھی بہتر ہے مَیں نے عرض کیا کہ دو ثلث (مثلاً مثال مذکور میں دو گھنٹہ) آپ نے فرمایا کہ جو چاہو اور اگر اور زیادہ کر لو اور بھی بہتر ہے مَیں نے عرض کیا مَیں تمام وظیفہ درود ہی کو کر لوں گا (یعنی پورے تین گھنٹہ یہی پڑھا کروں گا) آپ نے فرمایا تو اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت کی جاوے گی اور تمہارا گناہ معاف کیا جاوے گا روایت کیا اس کو ترمذی نے (ف) اس سے درود شریف کا افضل الاوراد ہونا ظاہر ہے۔

چھٹی روایت

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ پر جو

شخص درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

(ف) اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوٰۃ وسلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے بیس عنایتیں حق تعالیٰ کی ہوتی ہیں مثلاً:

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ "۔

ساتویں روایت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دُعا معلق رہتی ہے درمیان آسمان وزمین کے اس میں سے کچھ بھی (مقام قبول تک) نہیں پہنچتی جب تک کہ اپنے نبی پر درود نہ پڑھو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (ف) چونکہ یہ اُمر مدرک بالقیاس نہیں ہے اس لئے حکم مرفوع میں ہے یہ سب احادیث مشکوٰۃ میں ہیں اور اس باب میں احقر کا رسالہ "زاد السعید مختصر اور جامع ہے۔ بعد بیان فضیلت کے بمقتضائے وارد قلبی اس کی بعض حکمتیں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حکمتِ اوّل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اُمت پر بے شمار ہیں کہ صرف تبلیغ مامور بہ ہی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کے لئے رات رات بھر کھڑے ہو کر دُعائیں کیں ان کے احتمال مضرت سے دِل گیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہرحال آپ محسن بھی ہیں اور واسطۂ احسان بھی پس اس حالت میں مقتضاء فطرت سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دُعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جب کہ مکافاۃ بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان نعماء کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دُعاء رحمت سے بڑھ کر کوئی دُعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی

دُعا جو کہ مفہوم ہے درود کا اس لئے شریعت نے اسی فطرۃ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا اَمر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا۔ (ونحوہ فی المواھب)

حکمتِ دوم

چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچا دے گا اس خیر کے ملنے میں اس درخواست کی حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا پس درود شریف میں چونکہ درخواست رحمت ہے محبوبِ حق کے لئے اس لئے یہ ذریعہ ہو جاوے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا۔ (ونحوہ فی المواھب)

حکمتِ سوم

نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمتِ الٰہی کی آپ کو بھی ضرورت ہے۔ (وہذا من سوانح الوقت)

حکمت چہارم

چونکہ آپ بھی بشریت میں مادّیت میں عنصریت میں اُمت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض اُمور زائدہ مثل کثرتِ مال وغیرہ میں اوروں کے ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساواۃ بسا اوقات منجر ہو جاتا ہے استنکاف کی طرف اعتقاد عظمت و اتباع ملت سے جیسا اُمم ضالہ کو پیش آیا کہ بعض نے یوں کہا: ”اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ“ اور بعض نے کہا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ کسی نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اس لئے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعا ہے رحمت خاصہ کی تو اس سے استحضار ہوا اس کا کہ

آپ رحمت خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں تو اس اشتراک کے ساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیاز مالی وغیرہ گرد ہے۔ اور نیز اس میں حکمت اوّل کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت ومنت کا استحضار رافع ہوتا ہے استنکاف کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا ومولانا وغیرہ بھی بڑھایا جاوے اور نام مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھائے جاویں جن میں تصریح ہو آپ کے جدوجہد کی اشاعت دین کے لئے جو اعظم احسانات ہے ہم پر اور اس رفع استنکاف سے افتقار وانکسار حادث ہوگا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے خصوص اس ❶ محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولانِ الٰہی بالخصوص حضرات انبیاء علیہم السلام پھر خصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضی حق اور آپ سے اباء و استغناء بغایت نامرضی ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" وقال اللہ تعالیٰ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ"

حکمت پنجم

بعض طبائع میں غلبۂ مذاق توحید کے سبب وسائط کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ نہیں ہوتا گو بعد حصول قدر واجب اعتقاد وانقیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیادت کا انتفاء مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع

❶ (یعنی خصوص ایسے بزرگ کے مقابلہ میں افتقار جو کہ نصوص میں معظم کہے گئے ہوں اور خصوص اس لئے کہا کہ افتقار فی نفسہٖ بھی محمود ہے۔ ۱۲منہ)

میں امام قشیری سے ابوسعید خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ کو معذور رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھ کو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی آپ نے فرمایا اے مبارک جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ ہی سے محبت کرتا ہے (کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے ہی توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو سو اَمر ضروری محبت ہے نہ کہ التفات دائم) اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کو سرکارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاگتے میں پیش آیا تھا اھ لیکن کمالِ حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحد حقیقی نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوقاً بھی شاغل عن التوحید نہ سمجھے بلکہ مکمل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقرب خاص اس کے پاس بھیج دے کہ اس کو اپنے ہمراہ لے آوے تو قضیۂ عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیۂ حقیقیہ اس کے دل میں بسی ہوگی اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود کے قدم اور زبان پر اس کی توجہ ہوگی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود ہی مشکوک ہو جاوے گا جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیۂ حقیقیہ کے خلاف سمجھے گا اسی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہوگا کہ مَیں جس قدر اس کا اِکرام و مداراۃ و خدمت کروں گا میرا محبوب اسی قدر زیادہ خوش ہوگا تو وہ اور بھی اس میں مشغول رہے گا اور یہ شغل مانع عن الاشتغال بالمحبوب نہ ہوگا بلکہ اس اشتغال میں اور زیادہ معین ہوگا پس جس طرح اس مثال میں جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محب کی نظر میں ہوگی اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکت و سکون پر ہوگا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہوگی واحد تعالیٰ کے مطلوب و ملتفت الیہ ہونے کی پس دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا پس اس ذوقی نقص کے

رفع کرنے کے لئے درود شریف مشروع ہوا گویا صلوا علیہ وسلّموا تسلیما میں حکم ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور اس کو اشتغال بالغیر نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنی الاعم منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنی کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے کہ بدون اس کے توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا (وھاتان الحکمتان ① من سوانح سائف الوقت)

فائدہ فقہیہ متعلقہ ادبِ درود شریف

ردالمحتار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جاوے تو لوگ کھڑے ہو جاویں یا اس کے لئے جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے اور درمختار میں اس کو حرام کہا ہے ردالمحتار میں حرام کی تفسیر مکروہ تحریمی سے کی ہے حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو اَمرِ شرعی کے موافق کرنا چاہئے اور ان اغراض کے لئے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے اس لئے ممنوع ہوگا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ اغراض خسیسہ کا آلہ ایسے اَمر شریف کو بنایا۔

① (و ھو الذی عبرت عنہ فی الخطبۃ بالعلم العظیم و قد ضاق اللفظ عن اداء ذالک المعنی والذی فی القلب اوسع واوقع وللہ الحمد ولا فخر۔ ۱۲ منہ)

لبعض العشاق

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رَاْسِ فَرِیْقِ النَّاسِ
مِنْہُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ ھُوَ فِیْ حَرِّ غَدٍ
کُلَّ مَنْ یَّظْمَاُ یَسْقِیْہِ رَحِیْقَ الْکَاْسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ م بِرَجَاءِ الْکَرَمِ
خَصَّ مَنْ جَآءَ اِلَیْہِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مُوْنِسِ کُلِّ الْبَشَرِ
مُبْدِلِ الْوَحْشَۃِ فِی الْقَبْرِ بِاِسْتِئْنَاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ
نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِہٖ بِالرَّاْسِ

ترجمہ: ”(۱) رحمت بھیج اے پروردگار آدمیوں کے گروہ کے سردار پر جن سے خلقت کو امن ہے زمانہ شدت میں۔

(۲) رحمت بھیج اے پروردگار اس ذات پر کہ قیامت کی گرمی میں جو پیاسا ہوگا وہ اس کو شراب (طہور) پیالہ کی پلادیں گے۔

(۳) رحمت بھیج اے پروردگار اس ذات پر جنہوں نے اُمید کرم کے ساتھ خاص فرمایا ہر شخص کو جو آپ کے پاس حاضر ہوا عام لوگوں کے لئے۔

(۴) رحمت بھیج اے پروردگار تمام لوگوں کے مونس پر جو وحشت کو قبر میں مبدل بہ انس کرنے والے ہیں۔(۵) رحمت بھیج اے پروردگار رئیس الرسل کی روح پر جن کے قدموں پر ہم چلتے ہیں سر کے بل۔(۱۲ منہ)

❀❀❀

اڑتیسویں فصل

آپ کے ساتھ توسل حاصل کرنے میں دُعا کے وقت

گو جس طرح درود شریف قربت مقصودہ ہے یہ توسل قربت مقصودہ نہیں مگر صرف ایک خاصیت میں درود شریف کا ہم اثر ہے کہ دونوں سبب ❶ ہیں دُعا کے اقرب الی الاجابۃ ہونے کے اسی لئے بعد درود شریف کے اس کا ذکر مستحسن معلوم ہوا اور گو بعض نے اس مسئلہ میں کچھ خلاف بھی کیا ہے مگر مسلک جمہور کا اس کا جواز ہے جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے اسی لئے مذہب منصور یہی ہوا۔

پہلی روایت

سُنن ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجۃ میں عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو دُعا کر دوں اس نے عرض کیا کہ دُعا ہی کر دیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دُعا کرے ”اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی رحمت کے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ پوری ہووے

---

❶ (درود شریف کا یہ اثر فصل سابق کی ساتویں روایت میں اور بہت حدیثوں میں مذکور ہے اور توسل کا یہ اثر دوسری فصل کی دوسری روایت میں اور بھی متعدد روایات میں مذکور ہوا ہے۔ ۱۲ منہ)

اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

(ف) اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اس کیلئے دُعا فرمانا کہیں منقول نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دُعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے اور حاصل توسل فی الدعا کا یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب جلب رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس ہم پر بھی رحمت فرما اور توسل بالاعمال میں بھی تھوڑے تغیر سے یہی تقریر ہے کہ یہ اعمال آپ کے نزدیک موجب رحمت ہیں اور ان کا فاعل بھی مرحوم ہوتا ہے اور ہم نے یہ اعمال کئے تھے پس ہم پر رحم فرما اور اس میں جو ''یا محمد'' آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا ''انجاح الحاجۃ'' میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے ''کتاب الدعوات'' میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور بیہقی نے تصحیح کی ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

دوسری روایت

''انجاح الحاجۃ'' میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا ہے کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سابق الذکر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے اس نے عثمان بن حنیف سے کہا انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دُعا اُوپر والی سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا (الحدیث) بیہقی نے اس کو دو طریق سے بیان کیا اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں رُوح بن صلاح بھی ہے اور ابن حبان و حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ایک گونہ ضعف ہے (جو کہ ایسے ابواب میں مضر نہیں)۔ اھ۔ (ف) اس سے توسل بعد

الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃ بھی ثابت ہے۔

کیونکہ روایت اوّل کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور نداء کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں نداء غائب لازم نہیں آئی۔ دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے۔ نداء بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لئے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو بھی روکا جاتا ہے دوسرے وہ حضرات یہ ندا حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

اور یہی مراد ہے احقر کے اپنے اس قول سے آغاز فصل ہٰذا میں جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے۔

تیسری روایت

مشکوٰۃ میں حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں پر قحط ہوتا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے دُعاء بارش کی کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہم (پہلے) آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور (اب ہم آپ کے دربار میں) اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (ف) اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیّہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہلِ فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے نکیر منقول نہیں اس لئے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

چوتھی روایت

ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی۔ الحدیث۔ روایت کیا اس کو دارمی نے (کذا فی خیر المواعظ باب الکرامات)

(ف) اُوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا اس کے معنٰی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا یہ بوجہ اس کے کہ علامت ہے اعتقاد عظمت نبی کی عمل مرضی اور موجب رحمت ہے پس ہم پر رحم فرمایئے۔

پانچویں روایت

مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ۔ ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے: ’’وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا‘‘ اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو

شعر پڑھے الخ۔ اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے اور غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

من الروض

وَ مَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللهِ نُصْرَتُهٗ
فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهٖ وَالنَّصْرُ وَالظَّفَرُ
دَعَاكُمْ مُّسْتَغِيْثًا رَاجِيًا اَمَلًا
فَهَلْ لَّهٗ مِنْ سِوٰى لُطْفِيْكُمْ نَظَرُ
فَاعْطِفْ اِلٰهِيْ عَلَيْنَا قَلْبَ سَيِّدِنَا
خَيْرِ الْاَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطْفُ مُنْتَظَرُ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: ''(۱) اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں سے ہے۔

(۲) اس بندہ نے آپ کو یا رسول اللہ مستغیث ہو کر اور اُمید کی چیزوں کا اُمیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس کے لئے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔

(۳) سوائے اللہ ہم پر ہمارے سردار خیر الامم کے قلب کو مہربان کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف کا انتظار ہے۔ ۱۲ منہ۔

اُنتالیسویں فصل

آپ کے اخبار و آثار کی کثرت ذکر و تکرار میں

چونکہ شدت محبت کو کثرتِ ذکر لازم ہے لہٰذا یہ فصل بھی لواحق مضمون وجوب محبتِ نبوی سے ہے جو کہ پینتیسویں فصل میں مذکور ہے مگر ترتیب میں فصل توسل سے اس لئے موصول کی گئی کہ جس طرح توسل میں بعض نے غلو کرلیا ہے۔ اسی طرح ذکر شریف میں بعض نے حدود کو چھوڑ کر کوئی افراط میں کوئی تفریط میں کوئی اشتباہ میں کوئی تخلیط میں مبتلا ہو گیا جس کا مختصراً اس فصل میں بھی بیان کیا جاوے گا مگر اوّل اس ذکر شریف کا شرعاً و طبعاً مطلوب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

لابن ابی المجد رحمہ اللہ

أَلَا يَا مُحِبَّ الْمُصْطَفٰى زِدْ صَبَابَةً
وَ ضَمِّخْ لِسَانَ الذِّكْرِ مِنْكَ بِطِيْبِهٖ
وَلَا تَعْبَأَنْ بِالْمُبْطِلِيْنَ فَإِنَّمَا
عَلَامَةُ حُبِّ اللهِ حُبُّ حَبِيْبِهٖ

ترجمہ: ”(۱) سن رکھ اے عاشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشبوئے ذکر نبوی سے خوب معطر کر۔

(۲) اور اہلِ بطالت کی کچھ پروا مت کر کیونکہ علامت حب الٰہی کی اس کے حبیب کی محبت ہے۔ ۱۲ منہ۔

مشروعیت ومطلوبیت ذکر شریف آیت

''وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ''

پہلی روایت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ ہیں آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی ونسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا پھر ان (انسانوں) کو دو فرقے (عجم وعرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں بنایا پھر ان (قریش) کو کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

(ف) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر برسر منبر فرمایا۔

دوسری روایت

فقیہ ابواللیث نے تنبیہ الغافلین میں اپنی سند متصل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ نے کھڑے ہو کر حمد وثنا وصلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ مَیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (کذا فی الجلد الاوّل من فتاویٰ مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ ص ۵۳)

(ف) اس سے بھی اَمر ثابت بروایت اوّل ثابت ہوا مع زیادۃ جمع ناس بقصد نشر علم جیسا کہ ارشاد نبوی بھی اس پر دال ہے کہ وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ۔

تیسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے مطاعن کا جواب دیتے اور آپ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید رُوح القدس سے فرماتا ہے جب تک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہیں گے روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

(ف) اس سے آپ کا اپنے فضائل کا بیان کرانا ثابت ہوا اور اس کے منظوم ہونے کا جواز بھی ثابت ہوا جب کہ حد شرعی کے اندر ہو۔

چوتھی روایت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کے نسبت سوال کیا اور وہ آپ کے حلیہ شریف کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے اور مَیں اشتیاق رکھتا کہ میرے سامنے کچھ بیان کریں تو مَیں اس کو اپنے ذہن میں جمالوں۔ الحدیث (کذا فی الشمائل للترمذی)... ف۔ اس سے دو اَمر ثابت ہوئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا شوق آپ کے شمائل کے ذکر سننے کا اور حضرت ہند کا ذوق بکثرت آپ کے

شمائل کے ذکر کرنے کا نیز شمائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی سیرت مجالست کی نسبت سوال کرنا مروی ہے۔

پانچویں روایت

خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مجمع حضرت زید بن ثابت کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کیا باتیں کروں (کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے)۔(کذا فی الشمائل للترمذی)

(ف) اس سے تابعین کا اشتیاق آپ کے حالات سننے کا ثابت ہوا غرض حق تعالیٰ کے ارشاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے صحابہ وتابعین کے عمل سے اس ذکر شریف کا مندوب ومحبوب ہونا معلوم ومفہوم ہوا۔ ایقاظ سینتیسویں فصل میں وہ مواقع مذکور ہوئے ہیں کہ وہاں درود شریف پڑھنا خلاف ادب ہے اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ذکر شریف بھی اگر قواعد شرعیہ کے خلاف ہوگا جیسا بعض بے احتیاطوں نے آج کل اس میں بعض منکرات کو ضم کرلیا ہے وہ سوء ادب ونامشروع ہو جاوے خلاصہ یہ کہ محبت کے ساتھ ادب نہایت ضروری ہے ؎

طرق العشق کلھا آداب　　ادبوا النفس ایھا الاصحاب

مِنَ الْقَصِیْدَۃِ

خَدَمْتُہٗ بِمَدِیْحٍ اَسْتَقِیْلُ بِہٖ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰی فِی الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَہٗ
وَجَدْتُّہٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمٍ
وَلَنْ یَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْہُ یَدًا تَرِبَتْ

اِنَّ الْحَیَا یُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِی الْاَکَمِ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ترجمہ: ''(۱) مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بذریعہ مدح ونعت خدمت کی کہ مَیں اس کے ذریعہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو شعر گوئی اورارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح وثناء میں گذاری۔

(۲) اور جب سے مَیں نے تعریفات حضرت نبوی اپنے افکار کولازم کردیئے ہیں تو مَیں نے اس کواپنی نجات کے لئے نہایت عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے۔

(۳) اور وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی وہ ہرگز کسی ہاتھ کوخالی ومحتاج نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کردے گی کیونکہ آپ کا فیض مثل عام باران کے ہے کہ وہ زمینہائے لائق زراعت کوجس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تروتازہ کرتا ہے (اس میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مدح بغرض انتفاع کے اہلِ دُنیا سے نہ ہونا چاہئے) ۱۲ (عطر الوردہ)

چالیسویں فصل

زیارت فی المنام کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کیلئے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمتِ عظمیٰ دولتِ کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے ولنعم ما قیل ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرتِ درود شریف و کمال اتباعِ سنت و غلبۂ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہئے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب اور ہجر ہو تب وللہ در من قال ؎

ارید❶ وصاله و یرید هجری   فاترك ما ارید لما یرید

قال العارف الشیرازی ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ اگر زیارت ہو گئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہو گی کیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بہت سے

❶ گر مرادت را مذاق شکر است ۔ بے مرادی نے مراد دلبر است ۱۲ منہ

صورۂ زائر معنیٔ مہجور اور بعضے صورۂ مہجور جیسے اویس قرنی معنیٔ قرب سے مسرور تھے
اب بعض روایات مشکوٰۃ سے اس زیارت کی فضیلت میں لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

دوسری روایت

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو (خواب میں) دیکھا اس نے اَمرِ واقعی دیکھا (یعنی مجھ کو ہی دیکھا) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (ف) ان دونوں حدیثوں کا ایک ہی حاصل ہے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس باب میں دو قول نقل کئے ہیں کہ اگر حلیہ شریف کے موافق صورت نہ دیکھے مگر قلب میں علم ضروری کے طور پر یہ بات القا ہوجاوے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو آیا یہ رویت بھی صحیح ہے یا نہیں جنہوں نے اس کو بھی صحیح کہا ہے اختلاف صورت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یا تو یہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے جیسے مکدر آئینہ میں صاف چہرہ بھی مکدر نظر آتا ہے یا بعض آئینوں میں صورت ٹیڑھی نظر آتی ہے تو وہ صورت تو واقعی اس مرئی کی ہے مگر خرابی آئینہ میں ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں رُوحِ مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کے لئے اصل صورت پر ہونا ضرور نہیں اور مازنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور نووی نے بھی یہی کہا ہے واللہ اعلم۔

تیسری روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے وہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (ف) اس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لئے حُسنِ خاتمہ کی چنانچہ بزرگانِ دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہی معنٰی ہیں حضور کے اس ارشاد کے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی آخرت میں مجھ سے اس کو قرب ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے اعمال مبشرہ مقید ہیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ اسی طرح احوال مبشرہ بھی۔ رہی یہ بات کہ پھر احوال کا ان میں کیا دخل ہوا سو بات یہ ہے کہ ایسے احوال غالباً دلیل انی ہیں اعمال مبشرہ کی اور اعمال کا دخل بشارت میں ظاہر ہے پس احوال دلیل بشارت ہیں نہ کہ علت پس ان کا دخل مرتبہ علامت میں ہے۔ (**تنبیہ**) اگر خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ اَمر مشروع ہے عمل کیا جاوے گا اور اگر غیر مشروع ہے تو دیکھنے والے کی غلطی پر محمول ہوگا۔ رہا یہ کہ عمل کرنے کے لئے جب مشروع ہونا شرط ہوا تو یہ اَمر قبل رؤیا کے بھی تھا رؤیا کا کیا اثر ہوا سو بات یہ ہے کہ رؤیا سے اس کا تاکد اس شخص کے حق میں بڑھ جاوے گا۔ واللہ اعلم

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ اَهْوٰى فَاَرَّقَنِيْ
وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ
وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهٗ
قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: ’’(۱) ہاں رات کو خیالِ محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کر دیا

اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اور عشق لذات پر الم کا اثر ڈال دیتی ہے۔

(۲) اور ارباب غفلت جو اپنے خیال خواب پر قانع ہیں حقیقت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے ہیں یعنی نہیں کر سکتے (شعر اوّل میں اظہار بشاشت ہے خواب میں زیارت ہونے پر اور شعر ثانی میں اشارہ ہے کہ خالی خواب پر قناعت کر کے اتباع نہ چھوڑ دے) ۱۲۔ (عطر الوردہ)

فصل اِکتالیسویں

اور یہ آخری فصل ہے حضرات صحابہ واہلِ بیت وعلماء کی محبت وعظمت میں

جس کی وجہ ظاہر ہے کہ محبوب کے متعلقین طبعاً محبوب ہوتے ہیں خاص کر وہ متعلقین جو محبوب کے محبوب اور ممدوح بھی ہوں پھر خصوص جب کہ اس کے ساتھ ان کے ساتھ محبت رکھنے کے لئے محبوب کا حکم بھی ہو تو وہ شرعاً بھی محبوب ہوں گے اور سب سے بڑھ کر ایسی حالت میں کہ اب محبوب تک رسائی کی بھی توقع نہ رہی ہو تو محبوب کے قائم مقاموں کو ہی غنیمت سمجھنا چاہئے بقول مولانا رومی رحمہ اللہ ؎

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ ۔۔۔ چارہ نبود در مقامش جز چراغ
چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب ۔۔۔ بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

ان وجوہ پر نظر کر کے یہ حکم بالکل صحیح ہوگا کہ جن لوگوں کو ان حضرات کے ساتھ محبت اور تعلق نہ ہو اس کا دعویٰ حُبِ نبوی کے باب میں محض غلط ہوگا اب اس کے متعلق بعض ❶ روایات مذکور ہوتی ہیں۔

---

❶ (اس فصل کی سب روایات مشکوٰۃ کی ہیں۔ ۱۲ منہ)

فضائلِ صحابہ

پہلی روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کا اِکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ روایت کیا نسائی نے۔

دوسری روایت

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں۔ میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراضات کا) مت بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بُغض رکھے گا وہ میرے بُغض کی وجہ سے ان سے بُغض رکھے گا اور جو اُن کو ایذاء دے گا اس نے مجھ کو ایذاء دی اور جس نے مجھ کو ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (ف) جو شخص ان سے محبت کرے گا (الخ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت رکھنا اس سبب سے ہوگا کہ اس شخص کو مجھ سے محبت ہوگی تو ضرور میرے مخصوصین سے محبت ہونا لازم ہے اسی طرح ان سے بُغض رکھنا بھی اس کی علامت ہوگی کہ اس شخص کو مجھ سے بُغض ہے اس لئے میرے مخصوصین سے بھی بُغض ہے۔ کیونکہ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو ان سے بُغض کیوں ہوتا جب کہ وہ میرے محبوب اور ممدوح بھی ہیں۔

تیسری روایت

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو بُرا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد (یعنی ایک سیر) اور بلکہ نصف مد (کے درجہ) کو بھی نہ پہنچے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (ف) یعنی ثواب میں برابر نہ ہو۔

فضائل اہلِ بیت

پہلی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور مَیں اس کا رسول اور محبوب ہوں اس لئے مجھ سے محبت رکھو) اور میری اہلِ بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی جب مَیں محبوب ہوں اور اہلِ بیت میرے منتسب و محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

دوسری روایت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ میرے اہلِ بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا، روایت کیا ہے اس کو احمد نے (ف) یعنی ان کی محبت و متابعت موجبِ نجات ہے اور بغض و مخالفت سبب ہلاک۔

تیسری روایت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسّی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عترت یعنی اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے سو ذرا خیال

رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

(ف) کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ واہل بیت وفقہاء ومحدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ، روایت کیا اس کو ترمذی نے حضرت حذیفہ سے اور جیسا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتدا کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کا عام ارشاد ہے "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" کہ اس میں سب علماء داخل ہو گئے اور کتاب اللہ کا اطلاق مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا اس کے بعد آپ نے رشوت واپس دلوائی اور ایک شخص کو سو تازیانوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا دی اور عورت کے لئے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا۔ صحیحین میں یہ روایت ہے حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس تمسک کتاب اللہ سے مراد حدیث میں تمسک باحکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے۔

جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں سے (کہ میرے اہل بیت ہو) اللہ اور رسول کے واسطے محبت ① نہ رکھے، روایت کیا اس کو ترمذی نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعیہ پر عمل کرنا اور حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا۔

فائدہ: اہل بیت میں حضرات ازواج کے خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے:

① (اس سے جواب نکل آیا کہ بعض سید صحیح النسب سنت کے خلاف ہوتے ہیں تو ان سے محبت رکھیں یا نہ رکھیں تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ ورسول کے سبب ہے۔ جب کوئی شخص اللہ ورسول ہی کا مخالف ہے تو اس سے محبت بھی نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ)

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت" اور حدیث افک میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں فرمایا واللہ ما علمت علی اھلی من سوء قط پھر لغت بھی اس کا مساعد ہے پھر اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں پس ان سے بھی محبت رکھنا واجب ہوا اور اگر کوئی شخص اس پر بھی قرآن وحدیث میں دور از کار تاویلیں کئے جاوے تو دوسرے دلائل سے ان کی فضیلت و وجوب محبت ثابت ہے چنانچہ حدیثوں میں بکثرت ان کے مناقب مذکور ہیں قرآن مجید میں ان کو اُمہات المؤمنین فرمایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کرنے والے کی مدح فرمائی ہے چنانچہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرے بعد جو شخص سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نیکوکار ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

فضائل علماء ورثۃ الانبیا

یعنی جو علماء باعمل ہیں اور دین کی اشاعت وخدمت اور اہل دین کی رُوحانی تربیت کرتے ہیں کہ یہی کام تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا ورنہ علماء بے عمل کی سخت مذمت بھی آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم طلب کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جہلا سے مجادلہ کرے گا یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کے کسی مطلب کے لئے حاصل کرے گا وہ قیامت میں جنت کی خوشبو بھی نہ پاوے گا اور فرمایا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو بار پناہ مانگتا ہے اور اس میں ریاء کار علماء داخل ہوں گے اب علماء باعمل کے فضائل کی روایات مذکور ہوتی ہیں۔

پہلی روایت

کثیر بن قیس نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں

روایت کیا ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے کواکب پر اور علماء وارث ہیں انبیاء کے اور انبیاء نے دینار اور درہم میراث میں نہیں چھوڑا صرف علم کو میراث چھوڑا ہے سو جس نے اس کو حاصل کیا اس نے پورا حصہ حاصل کیا روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابوداؤ داور ابن ماجہ اور دارمی نے۔

دوسری روایت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو مجلسوں پر ہوا جو آپ کی مسجد میں بیٹھے تھے (ان میں ایک عابدوں کی مجلس تھی اور دوسری عالموں کی) آپ نے فرمایا یہ دونوں اچھے ہیں اور ان میں ایک بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے سو یہ لوگ (یعنی عابد) جو ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور اس کی طرف التجا کرتے ہیں سو اگر چاہے ان کو دے اور اگر چاہے نہ دے اور یہ دوسرے لوگ (یعنی عالم) جو ہیں تو دین کے احکام یا فرمایا علم کی باتیں سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو سکھلاتے ہیں سو یہ زیادہ افضل ہیں اور میں بھی تعلیم کنندہ ہی ہو کر مبعوث ہوا ہوں پھر آپ ان لوگوں میں بیٹھ گئے (تا کہ معلوم ہو جاوے کہ یہ جماعت خاص آپ کی ہے) روایت کیا اس کو دارمی نے۔

تیسری روایت

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا کہ فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا سو ان میں کون افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو عالم تھا جو فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے)

پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر روایت کیا اس کو داری نے (ف) ان احادیث سے علماء کا جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ظاہر ہے پہلی روایت میں تو وارث کا لفظ مصرح ہے۔

دوسری روایت میں آپ کا ان میں بیٹھ جانا اس انتساب خاص پر صاف دال ہے اور تیسری روایت میں فضیلت میں عالم کو اپنے ساتھ تشبیہ دینا اس اختصاص کی واضح دلیل ہے اور حضرات صحابہ وآل وازواج کا تعلق اور ارتباط محتاج تنبیہ نہیں پس ان سب جماعتوں سے محبت رکھنا متمم ہے محبت نبویہ کا ؎

هُمْ جَمَاعَةُ خَيْرِ الْخَلْقِ اَيَّدَهُمْ
رَبُّ السَّمَآءِ بِتَوْفِيْقٍ وَ اِيْثَارِ
فَحُبُّهُمْ وَاجِبٌ يَشْفِيْ السَّقِيْمُ بِهٖ
فَمَنْ اَحَبَّهُمْ يَنْجُوْ مِنَ النَّارِ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَوْلٰنَا بِاِكْثَارِ

ترجمہ: ''(۱) یہ حضرات جماعت ہیں خیر خلق کی تائید فرمائی ہے ان کی رب سماء نے توفیق وایثار کے ساتھ۔

(۲) سو ان کی محبت واجب ہے کہ مریض اس سے شفا پاتا ہے سو جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ آتشِ دوزخ سے نجات پاوے گا۔ ۱۲ منہ

خاتمہ

اس میں بھی مثل مقدمہ کے تین مضمون ہیں مضمون اوّل متعلق فصل ۳۷ جس میں درود شریف کے فضائل مذکور ہیں مناسب معلوم ہوا کہ اپنے رسالہ ''زاد السعید'' سے چہل حدیث درود شریف (سند اس کی زاد السعید میں مذکور ہے ۱۲) کی بعینہٖ نقل کر دی جاوے تا کہ اس رسالہ کے پڑھنے والے ختم پر ان سب صیغوں کو کم از کم ایک بار پڑھ لیں کہ فصل ۳۷ پر رسالہ کے ساتھ عمل بھی ہو جاوے۔ وھو ھٰذا

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام

صِیَغ صلوٰۃ

حدیث اوّل

(۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ (۲) اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَآئِمَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّيْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَهٗ اَبَدًا

(۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ (۴) "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" (۵) "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ وَاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُم بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۲۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۲۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضًا وَّلَهٗ جَزَآءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَاهُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلاً عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (۲۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۲۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰھُم بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ (۲۴) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۲۵) وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

صِيَغُ السَّلَامِ

(۲۶) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(٢٧) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(٢٨) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (٢٩) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (٣٠) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ (٣١) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(٣٢) بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ

عَلَيْنَا وَعلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ

(٣٣) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (٣٤) بِسْمِ اللهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ شَهِدْتُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ شَهِدْتُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ ۔ (٣٥) اَلتَّحِيَّاتُ اَلطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ ۔ (٣٦) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ ۔ (٣٧) اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ ۔ (٣٨) اَلتَّحِيَّاتُ اللهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

(٣٩) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ ۔

(٤٠) بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلى رَسُوْلِ اللهِ ۔

مضمون دوم متعلق فصل ۳۸

جس میں آپ کے ساتھ توسل حاصل کرنے کی برکت مذکور ہے۔ عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ کے برکات میں لکھا ہے کہ صاحب قصیدہ یعنی امام ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری قدس سرہٗ کو فالج ہو گیا تھا جس سے نصف بدن بے کار ہو گیا انہوں نے بالہام ربانی یہ قصیدہ تصنیف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا یہ فوراً شفایاب ہو گئے اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجئے جو آپ نے مدح نبوی میں کہا ہے انہوں نے پوچھا کہ کون سا قصیدہ اُس نے کہا کہ جس کے اوّل میں یہ ہے:

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ

ان کو تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی اس درویش نے کہا کہ واللہ میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جب کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے سو انہوں نے یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا اور اس قصہ کی شہرت ہو گئی اور شدہ شدہ یہ خبر صاحب بہاؤ الدین وزیر ملک ظاہر کو پہنچی اس نے نقل کرایا اور وہ اور اس کے گھر والے اس سے برکت حاصل کرتے تھے اور انہوں نے بڑے بڑے آثار اس کے اپنے دنیوی و دینی اُمور میں دیکھے اور سعد الدین خارقی جو کہ توقیع نگار وزیر مذکور کا تھا آشوب چشم میں مبتلا ہوا کہ قریب تھا آنکھیں جاتی رہیں کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر کے پاس جا کر اس سے قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں پر رکھو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بیٹھے بیٹھے اس کو پڑھا فی الفور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی اور رسالہ "نیل الشفا" مؤلفہ احقر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کے برکات و خواص مذکور ہیں جب صرف ان الفاظ میں جو کہ آپ کے معنی و مدح کی

صورت و مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان الفاظ پر دال ہیں اور اس طبوس میں جو کہ آپ کی نعال ہیں اور پھر ان نقشوں میں جو کہ ان نعال کی تمثال ہیں یہ دولت ہائے لا زوال اور نعمت ہائے بے مثال ہیں سو خود آپ کی ذات مجمع الکمالات و اسماء جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اور اس کے وسیلہ سے دُعا کرنا کیا کچھ نہ ہوگا ۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند　　　تا کہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمد چوں حصارے شد حصیں　　　تا چہ باشد ذات آں روح الامیں

مضمون سوم متعلق فصل ۳۹ و ۴۰

اس میں بعضے درود شریف کے صیغے (جن کو زیارت نبوی فی المنام میں بزرگوں کے تجربہ سے زیادہ دخل ہونا منقول ہے) مذکور ہیں اور زیارت فی المنام کی حالت میں بعض صلحاء نے جو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات متعلق آداب ذکر شریف کے سنے ہیں وہ بھی مذکور ہیں اس لئے یہ مضمون کہ دو جزء میں ہے مجموعہ فصلیں کے متعلق ہو گیا۔

جزء اوّل

منقول از ''زاد السعید'' شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے کتاب ترغیبِ اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود پڑھے اِن شاء اللہ تعالیٰ تین جمعے نہ گذرنے پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ

(دیگر) شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ہو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے دولتِ زیارت نصیب ہو وہ یہ ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ۔

(دیگر) نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود شریف کو

پڑھنے سے دولت زیارت نصیب ہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ مَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعُرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِيَآئِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَآئِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَ رَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ ۔ مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پُر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔

جزء ثانی

اس میں دو خواب ہیں۔

رویاء اوّل

منشی شرافت اللہ صاحب نے جو ایک صالح محتاط دیندار راست گو آدمی ہیں کانپور میں اس زمانہ میں دیکھا جبکہ میرے مضمون متعلق آداب ذکر مولد شریف مرقومہ اصلاح الرسوم پر وہاں غوغا تھا اور مجھ کو بذریعہ خط کے رجب ۱۳۱۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۰۱ء میں اطلاع دی گو دلائل شرعیہ کے ہوتے ہوئے اس کی حاجت نہیں مگر فطری طور پر رویاء صالحہ سے ایک خاص طور کی قناعت طبائع میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے

لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے دیکھا کہ حضور سرورِ عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں۔ ایک نقاب چہرۂ مبارک پر پڑی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لاکر رونق افروز ہوئے ہیں میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا مَیں سو نہیں رہا جاگ رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور کے کلام مبارک کی آواز برابر سُنتا ہوں اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے (مجھ کو یہ یاد نہیں ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ مَیں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کُھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا اور چہار شنبہ کا دِن، رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بہ حرف عرض کیا گیا فقط۔

(**تنبیہ**) یہ ارشاد کہ یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے الخ براہِ شفقت و بطور رخصت ہے حکم اور عزیمت نہیں علاوہ دلائل شرعیہ کے خود خواب ہی میں اس کا قرینہ موجود ہے یعنی آہستہ سے ارشاد فرمانا ورنہ احکام کا مقتضا ظاہر ہے کہ اعلان ہے میری اس رائے کی تقویت ایک کامل محقق جامع ظاہر و باطن شیخ سے بھی ہو چکی ہے۔

رویاءِ ثانیہ

کہ اس سے ایک عرصہ کے بعد حافظ اشفاق رسول تھانوی مولدًا و بڑوتی مسکنًا نے (جو وضوح و صدق رویاء میں خاص مناسبت رکھتے ہیں) دیکھا اور یہ حافظ صاحب ذکر مولد شریف کے از حد شائق و راغب ہیں اس لئے بالخصوص اس میں تصرف خیال کا قطعاً ہی احتمال قطع ہے وہ لکھتے ہیں حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں دونوں پائے مبارک دراز کئے ہوئے اور چادر سفید پاؤں سے گردن تک ڈالے ہوئے ہیں اور ایک دوپٹہ کمر سے بندھا ہوا ہے اور سفید چوغہ زیب بدن ہے کمترین نے سامنے جا کر سلام عرض کیا ارشاد ہوا کہ جو شخص ہماری تعریف کر کے شفاعت چاہے ہم اس کی شفاعت نہیں کریں گے ہم اس کے شافع ہوں گے جو ہماری احادیث پر عمل کرے گا اس سے تائید مدعا کی مع زیادت ہوتی ہے اور وہ زیادت یہ ہے کہ اگر مدح میں تمام تر رعایات و شرائط بھی ملحوظ ہوں۔

تب بھی وہ اتباع سے درجۂ متاخر میں ہے اب اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں اور اس کے ختم کے ساتھ رسالہ "القاسم" کے ایک مضمون کو جو کہ جمادیین ۱۳۲۹ھ کے پرچوں میں بذیل عنوان اصلاح معاملہ بہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شائع کرنے کا ارادہ ہے چنانچہ وہ موافق اِرادہ کے شائع ہو گیا۔ ۱۲ منہ۔ مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتا ہوں کہ وہ اس تمام تر رسالہ کی غرض کا گویا ملخص ہے۔ مضمون خاتمہ کا ختم ہوا۔ ❶ اور خاتمہ کے ساتھ رسالہ "نشر الطیب" ختم ہوا اور عجب اتفاق ہے کہ اس وقت بھی ربیع الاول کا مہینہ سہ شنبہ کا دن دوسرا ❷ عشرہ ہے۔ والحمد للہ اوّلاً و

❶ (اور بعض اسباب سے مثل مقدمہ کے خاتمہ کی عبارت بھی اُور تھی پھر دوسری طرح بدلی گئی۔ ۱۲ منہ)

❷ (اور آغاز کے وقت بھی ربیع الاول کا مہینہ مگر دوشنبہ کا دن عشرہ پہلا تھا اور اس میں عجب لطیفہ پیدا ہوا یعنی شروع کو تو ولادت شریفہ سے مناسبت ہے اور وہ دوشنبہ کا دن اور بعض کی تصحیح پر پہلا عشرہ تھا اور ختم کو وفات شریف سے مناسبت ہے اور وفات کو دفن سے ختمی سمجھا جاتا ہے اور اس کا وقوع منگل کے ختم پر آیا ہے اور بقول مشہور وہ دوسرا عشرہ تھا اور مہینہ دونوں واقعوں کا ربیع الاول تھا پس رسالہ کی ابتداء و انتہا کو آپ کے ظہور جسمانی کے ابتدا و انتہا سے کیسی اتفاقی مناسبت واقع ہوئی۔ ۱۲۔)

اخرًا والصلوٰة علی رسوله باطنًا و ظاهرًا و علی اٰله و صحبه الذین کل منهم کان طیبًا و طاهرًا ما دام الغیث متقاطرًا والسحاب متماطرًا و کان هذا فی ۱۳۲۹ من الهجرة المبارکة۔

من خاتمة الروض

صَلّٰی وَسَلَّمَ مَنْ اَوْلَاهُ کُلَّ عُلَا
عَلَیْهِ مَا جَنَّ لَیْلٌ اَوْ بَدَا سَحَرٗ
وَ اٰلِهِ الغُرِّ وَالْاَصْحَابِ اَجْمَعِهِمْ
اَلْعَابِدِیْنَ بِاِخْلَاصٍ کَمَا اُمِرُوْا
وَالتَّابِعِیْنَ بِاِحْسَانٍ لَهُمْ وَکَذَا
یَعُمُّ فَضْلًا اِلٰهِیْ کُلَّ مَنْ حَضَرُوْا
وَاْذَنْ لِّسُحْبِ صَلَاةٍ مِّنْكَ دَائِمَةً
عَلَی النَّبِیِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمٍ
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ هُمْ
اَهْلُ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ
ثُمَّ الرِّضٰی عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عَنْ عُمَرَ
وَعَنْ ➊ عَلِیٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْكَرَمِ
مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِیْحُ صَبَا
وَاَطْرَبَ الْعِیْسَ حَادِی الْعِیْسِ بِالنَّغَمِ
فَاغْفِرْ لِنَا شِدِهَا وَاغْفِرْ لِسَامِعِهَا
سَاَلْتُكَ الْخَیْرَ یَاذَاالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ

➊ (تقدیم نام علی رضی اللہ عنہ کی نام عثمان رضی اللہ عنہ پر بضرورت وزن شعر کے ہے۔ ۱۲)

ترجمہ: "(۱) آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے وہ ذات پاک جس نے آپ کو ہر ہر قسم کا علو عطا فرمایا ہے۔ جب تک کہ شب محیط ہوتی رہے یا سحر ظاہر ہوتی رہے۔ ۱۲۔

(۲) اور آپ کی آل پر انوار پر اور آپ کے سب اصحاب پر۔ جو اخلاص کے ساتھ موافق اُمر الٰہی کے عبادت کرنے والے ہیں۔ (۳) اور ان پر جو کہ اخلاص کے ساتھ ان کے تابعین ہیں اور اسی طرح۔ اے اللہ وہ سلام کل حاضرین کو از راہ فضل عام ہو۔

(۴) اور رحمت دائمہ کے اَبروں کو اجازت فرما کہ وہ جناب نبوی۔ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ریزاں و برستے رہیں۔ (۵) اور آل واصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ان لوگوں پر۔ جو اُن سے ملے ہیں جو سب صاحبانِ تقویٰ اور حلم اور کرم ہیں۔

(۶) پھر رضائے حق ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور عمر رضی اللہ عنہ سے اور علی رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ ذی الکرم سے۔

(۷) یہ ابرہائے رحمت اس وقت تک برستے رہیں جب تلک۔ اور جب تک حدی خوان شتران سفید رنگ مائل بہ سرخی۔ شاخ ہائے درخت بان کو باد شرقی یعنی پروا ہلاتی رہے۔ کو بذریعہ اپنے نغموں کے خوش کرے یعنی ہمیشہ۔ ۱۲ (عطر الوردہ)

(۸) سو مغفرت فرما دیجئے اس قصیدہ کے کہنے والے کی اور سننے والے کی۔ میں آپ سے خیر کا سوال کرتا ہوں اے صاحب جود اور کرم کے۔

بحمد اللہ تعالیٰ

(الحمد للہ! "مقالات حکیم الامت" کی جلد نمبر 94 تکمیل کو پہنچی۔)

مقالاتِ حکیمُ الاُمتؒ...ایک تعارفی نظر

50 ہزار صفحات
106 جلدیں

خطبات حکیمُ الامت 32 جلد ... ملفوظاتِ حکیمُ الامت 32 جلد
کلیدِ مثنوی 10 جلد ... مقالاتِ حکیمُ الامت 32 جلد



حکیمُ الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے
تقریباً 350 الہامی خطبات 32 جلد
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
کی نگرانی میں جدید تخریج وتعلیق



حکیمُ الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے
تقریباً 16 ہزار ملفوظات کا مبارک مجموعہ
احادیث مبارکہ کی تخریج کے ساتھ 32 جلد



حضرت الشیخ جلالُ الدین رُومی رحمہ اللہ
کی معرکۃ الآراء الہامی کتاب مثنوی شریف
کی عظیم اُردو شرح 10 جلد

مذکورہ تینوں کتب کی جلدوں کی مجموعی تعداد 74 ہے اور یہ تینوں کتب مقالات حکیم الامت میں شامل ہیں



حکیمُ الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نادر ونایاب قدیم وجدید
تقریباً 350 رسائل وکتب کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

(جلد 75 تا 106 تک) (32 جلد)

یہ جدید مجموعہ اہل علم وفضل، ارباب مشائخ اور سلسلہ اشرفیہ سے
وابستگان حضرات کیلئے ایک بہترین علمی تحفہ ہے۔

نوٹ: مذکورہ مقالات حکیمُ الامت میں یہ کتب شامل نہیں ہیں
تفسیر بیان القرآن (2 جلد)...آسان بیان القرآن (2 جلد) از حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ
خلاصہ تفسیر بیان القرآن از مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ...مخطوطہ بیان القرآن...یعنی حکیم الامتؒ
کے دست مبارک سے لکھے ہوئے مسودہ کا عکس...اشرف التفاسیر (3 جلد)...حکیم الامت...نقوش وتاثرات۔